قاضی حاجی حافظ محمد خلیل الدین حسن صاحب حافظ وکیل
وآنریری مجسٹریٹ رئیس پیلی بھیت کا

پانچواں نعتیہ دیوان

موسوم بہ اسم تاریخی

ریاضِ نعت

۱۳۳۴ھ

باہتمام
نظام الدین حسین پرنٹر

نظامی پریس بدایوں میں چھپا

بار اول ۱۰۰۰ جلد   سنہ ۱۹۱۷ء   قیمت فی جلد ۴؎

حضرت حافظ پیلی بھیتی کے کلام کا مجموعہ

ذیل کے پانچوں دیوان جو رجسٹرڈ ہیں مفصلہ ذیل قیمت پر مصنف سے اور نظامی پریس بدایوں سے مل سکتے ہیں محصولڈاک ہر حالت میں ذمہ خریدار ہی۔

دیوان اول نعت مقبول خدا بعد ترمیم و نظر ثانی مصنف کے بار سوم چھاپا گیا ہی پہلے ایڈیشن کی قیمت آٹھ آنہ تھی اب باوصف مزید اہتمام کے بنظر رفاہ عام ۶ ر

دیوان ثانی نغمہ روح قیمت ۸ ر

دیوان ثالث خمخانہ حجاز قیمت ۱۲ ر

دیوان چہارم آئینہ پیغمبر مع رباعیات قیمت عہ

رباعیات حافظ قیمت ۲ ر

دیوان پنجم بیاض نعت مع رباعیات قیمت ۱۲ ر

جدید رباعیات حافظ قیمت ۴ ر

یکمشت خریداروں کے لیے رعایت

۱- دس جلد کے خریدار کو محصولڈاک معاف۔

۲- بیس جلد کے خریدار کو بیس جلد کی قیمت دیکر ۲۵ جلدیں ملیں گی۔

۳- سو جلد کے خریدار کو ۱۰۰ جلد کی قیمت میں ۱۵۰ جلدیں ملیں گی۔

۴- ہر پانچوں دیوان کی ایک ساتھ سو سو جلد خریدنے والوں کو دو دو سو جلدیں ملیں گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف (الف)

چمن میں نام ہی ہر برگ پر لکھا ہوا تیرا
گلوں کی پتی پتی دفترِ حمد و ثنا تیرا

ہی تیری راہ کا سالک مقدس قافلہ تیرا
گروہِ انبیا تیرا گروہِ اولیا تیرا

ذرا سا شاہ رگ سے ملگیا ڈورا لگا تیرا
جب اُس ڈورے سے ناپا کچھ نہ نکلا فاصلہ تیرا

ثنا و حمد لکھنے کے لیے درکار ہی دفتر
ثنا و حمد تیرے، دفترِ حمد و ثنا تیرا

مرا کیا مُنھ ہی جو حمد و ثنا کا میں کروں دعوے
کہ مُنھ تک تک کے رہ جاتے ہیں خود! حمد و ثنا تیرا

مری آنکھوں میں تیرا نور، دل میں روشنی تیری
چراغ ایمان کا جو جل رہا ہی وہ دیا تیرا

ترے اپنے ہیں جتنے سب، یگانوں سے ہیں بیگانے
ہی عالم آشنا تو، اور عالم آشنا تیرا

کوئی جانے نہ جانے، کوئی پہچانے نہ پہچانے
تجھی کو جاننا پہچاننا ہی آشنا تیرا

اگر آنکھوں کے پردوں سے حجاب اُٹھ جائیں غفلت کے
تو پھر ممکن نہیں پردہ نظر آئے گرا تیرا

ہمارا سینہ آئینہ ہی، مرغِ دل ہی اک طوطی
یہ طوطی جب کبھی بولا تو بس کلمہ پڑھا تیرا

عیاں مَن کانَ للہ ہی سے ہی تو کانَ اللہ لہٗ بھی ہے
یہ مطلب ہے کہ تو اوسکا ہوا جو ہو گیا تیرا

اَحَدٌ تو ہی صَمَدٌ تو لَمْ یَلِدْ تو اور لَمْ یُولَدْ
یگانہ تو ہی، یکتا تو، نہیں ہے دوسرا تیرا

ہر اک سجدہ ترے در کا ہے نقشِ لوحِ پیشانی
لکھا میرے مقدر کا، مقدر میں لکھا تیرا

نظر ہے سات پردوں میں، ترے پردے ہیں گنتی کے
نظر کو کیا۔ اگر پردہ کوئی اوٹھا گرا تیرا

جبیں سجدوں سے گھس گھس کر بے نشاں ہے کیوں نہ ہو جائے
کیے جاؤنگا ہر سجدے میں شکرانہ ادا تیرا

عدم کو عزتِ دیدار کے مہمان جاتے ہیں
ترے گھر جا کے اوتریگا یہ بھوکا قافلہ تیرا

یہ دل ہے جوشِ رقت ہے کہ تیری پاک رحمت ہے
وفورِ اشک یا چشمہ ہے اک بہتا ہوا تیرا

جمیل آئینے میں دیکھا ہے کرتے ہیں جمال اپنا
جمالِ مصطفےٰ صلّ علےٰ ہے آئینہ تیرا

سخن کو تو گہر کر دے، گہر کو دیدے آب اتنی
کہ کرتا جائے کُلی حافظِ نا پارسا تیرا

جدھر دیکھو ادھر ہے ایک طوطی بولتا تیرا
ترانہ گا رہے ہیں طائرانِ خوش نوا تیرا

ہے علمِ غیب کا عالم حبیبِ مجتبےٰ تیرا
ہے بر حق عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ کہا تیرا

یہ بے مقدار کیا لکھے کہ تیری حمد بیحد ہے
یہ قطرہ پار کیا اوترے کہ ہے دریا چڑھا تیرا

مجھے کیا غم، دیا ہے درد تو نے صبر بھی تو نے
دلِ دردآشنا تیرا، غمِ صبر آزما تیرا

فنا فی اللہ کے رستے کی ہے تو ہادی، کہاں تھی تو
مری وارفتگی ایمیں رہا تکتا دیکھا کیا تیرا

زبانِ نوکِ نشتر بھیجدے امداد کو یارب
رگِ جاں سے فقط ہی پوچھنا باقی پتا تیرا

مجھے معلوم ہی۔ جو کچھ کلیم اللہ پر گزری
تجلّی دیکھتے ہی گر پڑے، دھوکا ہوا تیرا

ازل پیدا کیا تو نے، ابد پیدا کیا تو نے
جب اونکا ڈھر نہیں ملتا، کہاں ڈھونڈیں سرا تیرا

بتا دے تو ہی، یہ پردہ ہی یا بے پردگی تیری
کہ آنکھیں مُنھ تکیں، دل میں رہے جلوہ بھرا تیرا

جو اپنے آپ کو جانے، وہ تجھکو جانے پہچانے
نہیں وہ آشنا اپنا جو ہی ناآشنا تیرا

خراب و خستہ دل کو دے درستی و صفا یارب
کہ یہ منزل ہی تیری، گھر ہی تیرا، آئینہ تیرا

تری توحید خالص ہی، ترا کلمہ ہی ٹکسالی
خدائی بھر میں سکّہ ایک ہی چلتا ہوا تیرا

یہ میری شامتِ اعمال کیوں لکھوائی جاتی ہی
لکھا میرا۔ لکھا میرا ہی یا لکھّا ہوا تیرا

ہیں ایسی کس کی آنکھیں، کون تجھکو دیکھ سکتا ہی
چھپا بیٹھا ہی کیوں پردے میں حسنِ خود نما تیرا

کھُلی ہی دل کی قسمت، بند ہیں آنکھوں کے دروازے
خدایا خود بخود بندہ ہکر تصور رہگیا تیرا

وہی تو میرا مولےٰ ہی، وہی تو میرا آقا ہی
جو نبیوں میں ہی چیدہ برگزیدہ مصطفےٰ تیرا

خدا سے اور محبوبِ خدا سے دل لگا حافظ
تجھے کیا غم، خدا تیرا ہی، محبوبِ خدا تیرا

محمد نام ہی تیرا، لقب ہی مصطفےٰ تیرا
لقب نامِ خدا یہ، نام وہ صلِّ علےٰ تیرا

ذرا دیکھے تو پہلے دفترِ مدح و ثنا تیرا
کہے جو مجھسے پیش آئیگا محشر میں لکھا تیرا

خدائی میں زمانے میں، خدائی کارخانے میں — ہوا قائم کیا تیرا، رہا دائم کہا تیرا

خدا تجھسے خدا سے تو ہی واصل، یہ نہیں ممکن — جدا تو ہو خدا سے، یا جدا تجھسے خدا تیرا

کہیں در سے نہ خالی پھیرنا، صدقہ کریمی کا — نوا سنجِ گدائی ہی گدائے بے نوا تیرا

قدم آگے نہ رکھنا دیدۂ تر ڈبڈبانے سے — نگاہوں سے گریگا تو، اگر آنسو گرا تیرا

گدائے در کا سر ٹھوکر سے ہو محروم۔ کیا معنی — گدائے در کا سر تیرا ہی۔ در تیرا۔ گدا تیرا

پتا دل کا تو سینے میں کہاں، اک داغ ہی دل کا — مگر اُس داغ میں بھی درد باقی رہ گیا تیرا

بنا کر فخر اپنا تو نے عزت فقر کو بخشی — عجب کیا ہی اگر موچیں اوڑائے بوریا تیرا

دلِ بیمار اپنا تجھ پہ ہاتھ رکھیں وہ تو کیا کہنا — وہ تیرا حال خود پوچھیں تو پھر کیا پوچھنا تیرا

حیات و موت دونوں ہیں نگاہوں کے اشاروں میں — جلانا مارنا ہی رات دن کا مشغلہ تیرا

ہی صورت کس کی صورت کی، یہ صورت آفریں جانے — مگر ہی خُلق تو اللہ سے ملتا ہوا تیرا

یہ دوری ہی پھر ٹھنڈی ہیں آنکھیں مرنے والوں کی — پھرا کرتا ہی نظروں میں دیارِ جاں فزا تیرا

خدا کے نیک بندوں میں کوئی بندہ نہیں تجھسا — خدا کا نیک بندہ ہی وہ جو بندہ ہوا تیرا

بدن میں جان تیرا ہی تو کلمہ پڑھتی آئی تھی — بدن سے جان جب نکلی تو کلمہ پڑھ لیا تیرا

زیارت کی تمنا بھی ہے، کچھ اسکے سوا بھی ہے — اوٹھے لبیک کو سنتے ہی شورِ مرحبا تیرا

وہ دیوانے ہیں جو پیچھے پڑے ہیں عقلِ دنیا کے — خدا نے عقل دی جس کو، وہ دیوانہ ہوا تیرا

یہ منت ہے۔ کرینگی دونوں آنکھیں تجکو ملکر
اگر دیدار سوتے میں کسی دن ہو گیا تیرا

گڑھے میں گور کے بھی گر کے حافظ یہ صدا دیگا
سہارا مجھکو تیرا، بل ہے تیرا، آسرا تیرا

کیا اس مرتبہ اونچا خدا نے مرتبہ تیرا
کہ نبیوں میں لقب ٹھہرا نبی الانبیا تیرا

رہیگا قید ہی میں قیدیِ زلفِ دوتا تیرا
نہ چھوٹا ہے نہ چھوٹیگا گرفتارِ بلا تیرا

درود اللہ بھی بھیجے، فرشتوں سے بھی بھجوائے
عجب ہے مرتبہ صلِّ علےٰ صلِّ علےٰ تیرا

ہمیں کچھ خوف۔ کچھ خطرہ نہیں طوفانِ محشر کا
ہماری ناو تو ہے، ناخدا تو ہے، خدا تیرا

خدا جو چاہتا ہے یا نبیؐ! وہ چاہتا ہے تو
خدا نے بھی وہی چاہا جو تھا چاہا ہوا تیرا

ہے مجھ میں بوجھ ہی کتنا، مدینہ دور ہی کیا ہے
ہے تنکے کو تو کافی ایک جھونکا اے صبا تیرا

خدا معبود میرا، میں ترا مملوک ہوں مولے
میں کس کا کون ہوں، بندہ خدا کا ہوں میں یا تیرا

گنہگارانِ امت آ گئے شیطان کی زد پر
کہیں رستے میں تیرے لٹ نہ جائے قافلہ تیرا

حدیث مَن رَاٰنِی قَد رَاَ الحَق سے ہوا ثابت
جمالِ حق دکھاتا ہے جمالِ حق نما تیرا

عَسٰی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ ہے تیری شان والا میں
کھلیگا اولین و آخریں پر مرتبہ تیرا

بشر کا دل اگر ہو سخت پھر بھی دل بشر کا ہے
حجر کے دل میں کیسا جم کے بیٹھا نقشِ پا تیرا

مرادِ ثانیَ اثنَینِ اِذ ہُمَا فِی الغَار ہے بیشک
جدِ امجد مرا صدیق یارِ باصفا تیرا

ہی سایہ کیا بلا، شیطان بھاگے جس کے سایے سے
عمر فاروقِ اعظم ہی خلیفہ دوسرا تیرا

ہی عثمانؓ ابنِ عفانؓ زینِ ایمان جامعِ قرآں
وہ ذوالنورین، جنت میں رفیقِ باحیا تیرا

خدا کا ہاتھ، تیرا زورِ بازو ہی ترا بھائی
علیؓ شیرِ خدا صاحب لوا خیبر کشا تیرا

جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوں، تمہارا نہ سے پائے
حسنؓ تیرا جگر پارہ نواسا لاڈلا تیرا

کرے یوں نذر شانِ بے نیازی سر کو سجدے میں
حسینؓ ابنِ علی وہ ناز کا پالا ہوا تیرا

میں تیرے ہی گروہِ اولیا کا نام لیوا ہوں
کہ تیرا نام لیوا ہی گروہِ اولیا تیرا

زدستِ من نیاید نظمِ نعت و منقبت حافظ
بر آرم دست و برخوانم درودے را صلاتے را

حاصل جو بوسۂ درِ جانانہ ہو گیا
ماتھا نیازِ سجدۂ شکرانہ ہو گیا

گھر اک نگاہ کا دلِ ویرانہ ہو گیا
بجلی کی نذر اپنا سیہ خانہ ہو گیا

آنسو پڑے گرا کریں اب شرم سے ہزار
لبریز اب تو عمر کا پیمانہ ہو گیا

تقدیر دل کے شیش محل کی جو کھل گئی
صورت وہ آ رہی کہ پریخانہ ہو گیا

تیرا پیالہ پی کے یہ رسوا ہوا فقیر
خرقہ حریفِ کسوتِ رندانہ ہو گیا

ہم دور ہیں تو شمع کو بزمِ حضور میں
پروانوں کے جلانے کا پروانہ ہو گیا

دن دونی رات چوگنی ہو درد کی چمک
کچھ اور اب تو دل کا سیہ خانہ ہو گیا

اللہ! جان تیری امانت ہے، کیا کروں
دل تو تیرے حبیب کا نذرانہ ہو گیا

ترحیم کی صدا تھی کہ دیکھا تھا کوئی خواب
وہ جاگنا جگانا اب افسانہ ہو گیا

اک مرمٹے کا شہرہ اوڑا دور دور تک
قصہ ہوا تمام تو افسانہ ہو گیا

کعبے سے بُت نکالے پھینکے گئے تو کیا
دل جسکا نام کعبہ تھا، بتخانہ ہو گیا

مجنوں! ہے بن مرادہ جنوں خیز، الاماں
جسکو ہوا بھی لگ گئی، دیوانہ ہو گیا

آنکھوں کو یاد بھی نہیں اب شکل خواب کی
بھولا ہوا سا خواب کا افسانہ ہو گیا

جلتے ہیں لاکھوں شمعِ حرم کے فراق میں
پر لگ گئے جسے، وہی پروانہ ہو گیا

ٹھنڈک پڑی کلیجے میں نورِ جمال سے
گوشہ مزار کا مجھے تہ خانہ ہو گیا

آنکھوں میں خواب، خواب میں آنا حضور کا
آیا گیا وہ خواب کا افسانہ ہو گیا

دیوانے تھے، جو عقل کے پیچھے پڑے رہے
جس کو ذرا بھی عقل تھی، دیوانہ ہو گیا

حافظ شکستِ دل سے عبث ہو شکستہ دل
شیشہ تھا، ٹوٹ پھوٹ کے پیمانہ ہو گیا

سب سے رتبہ سوا ہوا تیرا
سب سے درجہ بڑھا ہوا تیرا

دل کا ڈورا لگا رہے تجھسے
دل سے ڈورا لگا ہوا تیرا

بیٹھ ہی جاتے ٹوٹے پھوٹے دل
ہے سہارا لگا ہوا تیرا

دل میں ہیں دفن حسرتیں تیری
نام دل پر کھدا ہوا تیرا

تو نے جو کہدیا وہ ہو کے رہا
جب ہوا تو کہا ہوا تیرا

دل کی آنکھیں کھلی ہیں، سر کی مُندی
ہی تصور بندھا ہوا تیرا

جوشِ رقت سے اُمڈے ہیں آنسو
ہی یہ دریا چڑھا ہوا تیرا

عقل پر ہیں پڑے ہوے پردے
کب ہی پردہ گرا ہوا تیرا

چادرِ نور میں چھپا ہی دل
دل میں جلوہ چھپا ہوا تیرا

شاہ رگ کو گلے لگاے رہوں
کہ ہی ڈورا لگا ہوا تیرا

تو نے سب کچھ کھُلے خزانے دیا
ہی خزانہ کھُلا ہوا تیرا

دونوں آنکھیں بھی دونوں لب بھی ہیں بند
دھیان اک ہی بندھا ہوا تیرا

رتبے والے گھٹے ہوے تجھسے
سب سے رتبہ بڑھا ہوا تیرا

تجھسے آگے ہی بس خدا کا نام
نام سب سے بڑھا ہوا تیرا

ہاتھ بھر دل بڑھا ہوا میرا
ہاتھ دل پر دھرا ہوا تیرا

دل میں ہی درد، تو دوا اوسکی
درد تیرا، دیا ہوا تیرا

جان رب کی ہی، تیری دلوائی
دین تیرا، دیا ہوا تیرا

سر ہی تن پر وبال حافظ کو

سر سے جب در جدا ہوا تیرا

نعت گوئی کا وہ پیارا مشغلہ جاتا رہا
ایک بہلاوا ہمارے جی کا تھا جاتا رہا

ابتو مضموں آفرینی کو کیا کرتے ہیں یاد
حافظہ جاتا رہا، ذہنِ رسا جاتا رہا

اونکے روضے سے پلٹ کر ہم جیے تو کیا جیے
نام جینے کا ہی، جینے کا مزہ جاتا رہا

منھ کہاں میرا کہ پھر ہوتا شرفیابِ حضور
سب کا منھ تکتا رہا میں، قافلہ جاتا رہا

غم تو اسکا ہی کہ دل میں جلوہ فرما تھے حضور
دل کا ایسا غم نہیں، جاتا رہا جاتا رہا

ہوش ہوتا مجھ میں کچھ باقی تو کچھ دیتا جواب
ہوش اوڑا کر پوچھتے ہیں مجھسے، کیا جاتا رہا

میرے کام آیا، کیا جو خرچ اونکی راہ میں
خرچ کرنے سے جو باقی رہگیا، جاتا رہا

کھو گیا دل، جسکو رہتی تھی طلب دیدار کی
تھا بغل میں بھیک کا اک ٹھیکرا، جاتا رہا

وردِ لب یٰسین ہی یٰسین کے بیمار کو
ہاتھ اوٹھا ای چارہ گر! وقتِ دوا جاتا رہا

پوچھنے والو! اب آگے بھید کہنے کا نہیں
تم نے پوچھا کیا ہوا دل، کہدیا جاتا رہا

عشق سے جو بیخبر ہیں انکی اولٹی ہی سمجھ
آگیا جب دل تو دنیا نے کہا جاتا رہا

عشق میں کیا گت ہوئی دل کی، نہ پوچھو سرگذشت
لٹ گیا، جل بھنک گیا، کھویا گیا، جاتا رہا

جتنے منھ ہیں اوتنی باتیں، دیتے کس کس کو جواب
چپکے ہم سنتے رہے جو کچھ کہا جاتا رہا

کام کی خاطر، پڑا مارا کرے اب ہاتھ پاؤں

کام سے جب حافظِ بیدست و پا جاتا رہا

اور پھر کس کام کا خورشیدِ محشر رہگیا / کوئی گوشہ میرے دامن کا اگر تر رہگیا

منہ سے میں مانگوں دعا، تم ہاتھ اوٹھاؤ دوستو / درد سے اک ہاتھ دل پر اک جگر پر رہگیا

بیخودی اب آپ میں آنے نہیں دیتی مجھے / آپ سے باہر ہوا ایسا کہ باہر رہگیا

مدتوں کے بعد مجھپر عشق کا جوہر کھلا / گھلتے گھلتے جب کہ میں جم ہی جوہر رہگیا

پھانس سی غم کی کھٹکتی ہی مگر ہے بے نشاں / ٹوٹ کر کس رگ میں یارب کوئی نشتر رہگیا

ضعف میں نالہ بھی آخر دے گیا مجھکو جواب / تھا جواب ایسا کہ میں خاموش ہوکر رہگیا

راستے میں دیر سے بچکر پڑا مجھکو حرم / چلتے چلتے اور کھائی ایک ٹھوکر، رہگیا

ایک ٹھنڈی آہ کی اللہ! کتنی تھی بساط / چرخ کانپا، عرشِ اعظم تھرتھرا کر رہگیا

ضعف کچھ مانع ہوا، کچھ سدِ رہ مہرِ سکوت / دل سے جو نالہ چلا وہ لب تک آکر رہگیا

شام آیا، صبح تڑکے ہوگیا رخصت شباب / یہ مسافر میرے گھر مہمان شب بھر رہگیا

اونکے سودائی ہیں لاکھوں، اونکے سودے بیشمار / اور سب سودوں کو چھٹ کر اک مرا سر رہگیا

قسمت اوس سر کی جو برسوں ٹھوکریں کھایا کیا / حسرتا اوس سر پہ جو کھا کر ایک ٹھوکر رہگیا

تھا شکستِ دل کو پاس ایسا شرابِ عشق کا / شیشہ اس صورت سے توڑا۔ بنکے ساغر رہگیا

شرحِ کلفت کیا ہوی، تصویرِ کلفت کھینچ گئی / سوزِ دل کا حرف چھالا بنکے لب پر رہگیا

جا کے روضے میں خبر حافظ کی یوں دینا صبا
آپ پر جو مر رہا تھا آج مر کر رہگیا

کون بھوکا دید کا روضے کے باہر رہگیا
آپ کا پروردہ بندہ پرور رہگیا

صاحبِ معراج دل میں آکے شب بھر رہگیا
مہمان اللہ کا اللہ کے گھر رہگیا

ہاں تفِ محشر! پسینا بھی نہ مجھے آیا تو کیا
عمر بھر کا دامنِ تر خشک ہو کر رہگیا

اٹھو اونکی راہ میں تھک کر ہے جاتے ہیں پاوں
اونکی چوکھٹ تک پہنچکر دیکھنا سر رہگیا

میری آنکھیں کیا، مرا دل کیا، جگر کیا، سینہ کیا
شوق اونکی رونق افروزی کا گھر گھر رہگیا

اونکے در کی خاک سے پتھر سے جب الفت نہیں
دل میں پھر ایمان ہی کیا خاک پتھر رہگیا

طورِ موسےٰ بنگیا اک لخت سرمے کا پہاڑ
سنگِ موسےٰ! تو وہی پتھر کا پتھر رہگیا

جیتے جی غفلت کا پردہ تھا جو آنکھوں پہ پڑا
مر گئے پر پوٹ کی بنکر وہ چادر رہگیا

گرمیاں آہوں نے کچھ ایسی دکھائیں سوز روز
رفتہ رفتہ خشک ہو کر دامن تر رہگیا

جسکا عرض و طول کعبے سے بڑا ہے، وہ غلاف
اسقدر سمٹا مری آنکھوں میں تل بھر رہگیا

ہائے۔ سر کے ساتھ رخصت ہو کے آیا در بھی
سر سے جب چھوٹا وہ در، میں سر پکڑ کر رہگیا

شکل بھی روزِ قیامت کی تھی کچھ ایسی مہیب
میں کسی کے دامنِ رحمت میں چھپکر رہگیا

اوسکو بھی رکھینگے وقفِ جلوۂ دیدار ہم
گھٹتے گھٹتے نور اگر آنکھوں میں تل بھر رہگیا

پاؤں رعبِ قرب سے تھرّائے، سر کی بن پڑی
میں گرا سجدے میں، جب سے در قدم بھر رہ گیا

میں موں الٰہی حافظ اکیلا۔ مدحِ مولائے بے حساب
تھک گیا خامہ مگر دفتر کا دفتر رہ گیا

صبر جب تنہا چلا، دل صبر کے ہمرہ گیا
دو رفیقوں کا مرے سینے میں ماتم رہ گیا

دل مدینے میں ہے سینے میں دھڑکنے کی صدا
دل کہاں، دل کی جگہ اب دل کا ماتم رہ گیا

شامِ ظلمت دیکھنے دیگی نہ روضہ دور سے
دور ابھی منزل بہت ہے، دن بہت کم رہ گیا

شوق مجھ سے آگے آگے جا رہا ہے سو قدم
شوق حد سے بڑھ گیا، اب فاصلہ کم رہ گیا

فرش سے اُٹھے تو گزرے عرش و کرسی سے حضور
چرخِ چارم تک پہنچکر ابنِ مریم رہ گیا

سب نہا دھوئے گئے جا کر، سب نے جی بھر کے پیا
آہ اک میں تشنہ کامِ آبِ زمزم رہ گیا

بھر گیا جب جامِ جم کا، جم عدم کو چل دیا
اور خالی نامِ جم یا ساغرِ جم رہ گیا

دیکھنے کو کب ملا روضے کا قُبّۂ سبز سبز
جبکہ وقفہ زندگی کا ایک دو دم رہ گیا

دل کو رو بیٹھا ہوں لیکن خبر دم کی بھی نہیں
ایک ماتم کر چکا ہوں، ایک ماتم رہ گیا

ابنِ مریم! زندہ باشی کیا سُنائی ہے خبر
میرے بعد آنے کو اک نبیوں کا خاتم رہ گیا

زخم کو ہے دل سے الفت، دل کو الفت زخم سے
زخم جو دل میں پڑا، خود ہو کے مرہم رہ گیا

وہ تو فرماتے ہیں پورا دردِ دل ہم سے کہو
دل سے لب تک آتے آتے دردِ دل کم رہ گیا

ہوگیا تو مفت ای ابلیس شیطانِ رجیم
اُس نے دیکھا آئنہ جسکا ہی عالم حیرتی
کیا کروں حافظ وطن میں پڑگیا قحطِ سخن

اور آدم تو وہی آدم کا آدم رہگیا
آئنے پر دیر تک حیرت کا عالم رہگیا
فاتحے کرنے کے لیے بس اک مرا دم رہگیا

کچھ اگر کہیے تو کوئی سننے والا بھی نہیں
ایک مارہرے کا سید جانِ عالم رہگیا

اب کیا خبر کہاں کو وہ تیرِ نظر گیا
جھونکا نسیم روضہ کا آکر گزر گیا
نکلا اگر قلم سے کوئی حرفِ مدعا
جب بندگانِ خاص کے نقشے بھرے گئے
یا دیکھتے کہ دل کو نہیں ایک دم قرار
رونا پڑا انہیں مجھے سرِ شوریدہ چھوڑکر
عہدِ الست یاد نہیں کچھ، خطا معاف
نکلیگا اب جو نالہ تو ماریگا تیر گیا
جیتا تھا اونکو دیکھکے جو دل ہزار حیف
اک زلزلہ پڑا تھا دلِ بیقرار میں

نکلا تھا دل کے پار تو سوے جگر گیا
بگڑا ہوا مریض کسی کا سنور گیا
وہ حرف پہلے اونکی نظر سے گزر گیا
لکھنے سے پیشتر مرا چہرہ اوتر گیا
وا حسرتا وہ صبر کہ بے موت مر گیا
دردا کہ سر کے ساتھ مرا دردِ سر گیا
مجھکو ہی سہو، اوسکو زمانہ گزر گیا
نالے سے پہلے نالے کا دل سے اثر گیا
مرجانے کی جگہ ہی، وہ جینے سے بھر گیا
ٹھہرا جو آکے اونکا تصور، ٹھہر گیا

آ مرگِ ناگہاں! کہ ہے تیرا ہی انتظار
اب تاک ہیں دور مہر سے ذرّے نگاہ کے
اونکے خرامِ ناز کا آیا جو تذکرہ
ایما ہو موت کو کہ کرے اور گھر تلاش

رخصت ہو زندگی! کہ یہاں دل ہی مر گیا
میدان طے ہوا نہیں۔ عرصہ گزر گیا
آ کر زمینِ شعر کو پامال کر گیا
تم پر جو مر رہا تھا وہ بے موت مر گیا

حافظ کے بعد کاش یوں دیں سخن کی داد
کیا نام کر گیا کوئی، کیا کام کر گیا

ہے اجل کی نیند میٹھی بڑی خوشگوار سو جا
کہیں جاگ اوٹھے مقدر وہ دکھا دیں روئے انور
نہ رہا دل اب شکستہ نہ یہ غم کدھر ہے رستہ
مری قبر میں فرشتے جو جگا کے پوچھیں مذہب
رہے سوتے جاگتے میں اوسی نام کا وظیفہ
دلِ غافل! ایسی غفلت ترا فتنہ ہے قیامت
غمِ ہجرِ مصطفیٰؐ میں تجھے بیقرار پا کر
عبث اوٹھکے شب کو زاہد یہ عبادتِ ریائی
تنِ داغدار! اگر ہے تجھے ذوقِ نوکِ مژگاں

نہ ہو بار بار سونا فقط ایک بار سو جا
اری چشمِ شوق بس کر نہ کر انتظار سو جا
نہ چل آگے پائے خستہ یہ ہی کوئے یار سو جا
تو مرا جواب سُنکر کہیں کسکے پیار سو جا
یونہیں بار بار جاگ اوٹھ یونہیں بار بار سو جا
مرے سوتے! ہوش میں آ۔ مرے ہوشیار سو جا
شبِ ہجر خود پکاری مرے زندہ دار سو جا
ترے ایسے جاگنے پر ہو خدا کی مار سو جا
تو بچھا کے چادرِ گل سرِ فرشِ خار سو جا

ہو قضائے فجر کا ڈر تو قیامِ شب ہی بہتر
دمِ صبح جاگنے کا جو ہوا عتبار سو جا

جو امیدِ دید رویا کبھی بھولی بھٹکی آئی
یہ تھپک تھپک کے بولی مرے بیقرار سو جا

مرے بختِ خفتہ کو بھی ترس آگیا جو مجھپر
تو کہا کہ مجھسے لے لے ابھی نیند اودھار سو جا

شبِ ہجر تیرے آگے نہوا وسِ گرم کے پانی
مرے پیارے دیدۂ تر نہو اشکبار سو جا

مجھے یاد آکے بولی شبِ غم اذانِ کعبہ
کہ چھری کے نیچے دم ہے مرے جاں نثار سو جا

ہی زیارتِ نبی کی تجھے آرزو جو حافظ
تو درود پڑھکے منہ کر طرفِ مزار سو جا

حسرتوں سے خالی اونکے آتے ہی دل ہوگیا
اور سے کچھ اور ہی اب رنگِ محفل ہوگیا

کچھ سے کچھ دل ہوگیا جب اونکی منزل ہوگیا
خانۂ دل کا لقب کاشانۂ دل ہوگیا

خسکہ ہی مرتے ہی میں جنت میں داخل ہوگیا
جی بہلنا پھر بھی بے روضے کے مشکل ہوگیا

فیضِ پیری اس قدر قسمت سے حاصل ہوگیا
میں بڑھاپے کی بدولت شیخِ کامل ہوگیا

چھاتے چھاتے چھاگئی ایسی محبت آپکی
رفتہ رفتہ میرا ہر عضوِ بدن دل ہوگیا

رہکے روضے سے جدا جینا مجھے دشوار تھا
مل گیا روضہ تو مرنا اور مشکل ہوگیا

جیتے جی روضے میں تھا ہر وقت مرنے کا خطر
مرتے ہی جنت میں جینا سخت مشکل ہوگیا

ہونہ جاتی کیوں نہ امت کو جدائی آپ سے
ہوچکا تمامِ نعمت ۔ دین کامل ہوگیا

یوں بھی طیبہ منزلوں ہے، منزل اک دن کی ہے راہ
ضعف سے اک اک قدم ایک ایک منزل ہو گیا

مرغ دل کو ذبح کر ڈالا اذان کعبہ نے
سن لیا اللہ اکبر اور بسمل ہو گیا

غیر کوئی بھی تو اونکے بیچ میں حاجب نہ تھا
میں خود اک پردہ تھا غفلت کا کہ حائل ہو گیا

نور ہی چھایا ہوا نور خدا کے نام کا
قصر دل نام خدا اب نور منزل ہو گیا

آئے جبکی اوٹ میں مکے مدینے کے پہاڑ
وہ مرے دل کا سویدا۔ آنکھ کا تل ہو گیا

کیا کہوں کتنی ہے اونکے دل کو میرے دل سے راہ
صاف تو یہ ہے کہ دل کا آئنہ دل ہو گیا

اولجھنوں سے اور لذت عشق کی بڑھتی گئی
دل میں جو عقدہ پڑا وہ اک نیا دل ہو گیا

خواب میں بے پردہ بے کھٹکے چلے آئیں حضور
دونوں آنکھیں بند ہیں میں خوب غافل ہو گیا

معترض کہتے ہیں سب کچھ۔ تم نہیں دیتے جواب
میں تو اے حافظ تمہاری چپ کا قائل ہو گیا

پیری سے پیشتر جو کبھی تھا شباب سا
اب یاد رہ گیا ہے وہ پیری میں خواب سا

جب ہی مزہ محبت حسن برشتہ کا
سینہ جلا بھنا ہو، جگر ہو کباب سا

کس دل میں بود و باش پسند آئی آپ کو
گھر ہے شکستہ ریختہ خستہ خراب سا

لکھنا یہ ہے کہ سایۂ قد کا پتا نہیں
سادہ اوٹھا لیا ہے ورق آفتاب سا

ہے ظل حق نبی ہیں تو ظل نبی ہے نور
حق آفتاب سا ہے۔ نبی ماہتاب سا

پائی نہ جب شبیہ تو نہ چار رکھ دیا
چہرہ تو پھول سا ہی پسینا گلاب سا

پردے ہی نے یوں شبِ معراج طے کیے
کچھ شرم - کچھ حیا - کچھ ادب - کچھ حجاب سا

صدیق رض سا رفیق ہی مولے کا یارِ غار
بھائی اگر ملا تو ملا بوتراب رض سا

خوف و رجا مقابلے پر ہیں تنے ہوے
دل میں پڑا ہوا ہی جو ایک انقلاب سا

کچھ حیرتِ جمال تھی کچھ ہیبتِ جلال
اون کے حضورِ دل کو جو تھا انقلاب سا

ہیں لاکھ سے بھی لاکھ زیادہ نبی تو کیا
کوئی نہیں جنابِ رسالت مآب سا

بے پردہ اونکو دیکھکے غش کر گیا ہوں میں
پیشِ نظر ہیں اب بھی - غش آیا ہی خواب سا

سب کچھ ملا مجھے - کبھی پایا نہیں جواب
جو کچھ کیا سوال وہ تھا لاجواب سا

رحمت نے بے حساب کیا پاک سب حساب
تھا نامۂ عمل میں بہت کچھ حساب سا

دل کے پیالے میں ہی لبالب بھرا ہوا
جی بھر کے رند پیتے ہیں جو خونِ ناب سا

متوالے ہیں کسی کے - ہماری نہ پوچھیے
غش سا ہمارا خواب ہی مرنا ہی خواب سا

حافظ ہی اوسکا نام - بڑا پارسا ہی وہ
دیکھا ہو میکدے میں جو رندِ خراب سا

جس نے مرے محبوب کا جلوہ نہیں دیکھا
اللہ کی قدرت کا تماشا نہیں دیکھا

کیا کہیے اوسے جس نے وہ روضہ نہیں دیکھا
تھا دیکھنے کا ایک تماشا - نہیں دیکھا۔

آنکھوں کو یہ حسرت ہی کہ روضہ نہیں دیکھا / جس پردے میں رہتے ہو وہ پردہ نہیں دیکھا
خورشید کو کیا خاک ملا چوتھے فلک پہ / تجھکو نہیں دیکھا۔ ترا سایہ نہیں دیکھا
دن رات رہے شمس و قمر اس تگ و دو میں / تجھسا کہیں دیکھا۔ نہیں دیکھا۔ نہیں دیکھا
دیکھیں انہیں دیکھ آئے ہیں جو ذاتِ الٰہی / موسےٰ نے بجز نورِ تجلّا نہیں دیکھا
اک دیکھنے والے کا یہ ارمان ہی باقی / اللہ ترا دیکھنے والا نہیں دیکھا
جاں بخشیِ اموات تو کرتے ہیں مسیحا / تم کو مگر ای جانِ مسیحا نہیں دیکھا
موسےٰ! یدِ بیضا تو انہیں کا ہی تصدق / جن کی کفِ پا کا یدِ بیضا نہیں دیکھا
خورشید ہے بے پردہ مگر چہرہ تمھارا / پردے میں بھی دیکھا نہیں جاتا نہیں دیکھا
ہم راہ پڑے دیکھتے ہیں حکمِ طلب کی / کیا ہم نے ترے دیس کا رستا نہیں دیکھا
قطرہ بھی ہوں۔ ناچیز بھی دریا سے جدا بھی / کب قطرۂ ناچیز نے دریا نہیں دیکھا
بیکس ہیں۔ قیامت میں ہیں جتنے کس و ناکس / سب کے ہو تمھیں۔ کوئی کسیکا نہیں دیکھا
برسوں ہوے اک دیکھنے والے نے تمھارے / وہ روضہ وہ منبر وہ مصلّا نہیں دیکھا

حافظ پڑے سنتے ہو مزے بیخودیوں کے
باہر ہی کبھی آپ سے کیوں جا نہیں دیکھا

دیکھنے والوں سے چھپتے ہو یہ چھپنا کیسا / ہم تو اپنے ہیں پھر اپنوں سے یہ پردہ کیسا

اگلے پچھلوں سے تو پوچھو کہ ہے میلا کیسا
سب ہیں مشتاق کہ محشر کا ہے دولھا کیسا

بیزبانی نے کیا خلق میں رسوا کیسا
جب نہ ہو بات کی کچھ اصل تو چرچا کیسا

جانتا ہے اسے ایک ایک سرا طفلِ سرشک
کہ رلایا ہے ترے ہجر نے کیسا کیسا

دردِ دل۔ دردِ جگر۔ ایک نہیں دو ہیں گواہ
منھ کو آتا ہے ترے غم سے کلیجا کیسا

ایک نیچی نظر اوپر کو اوٹھا دی کس نے
ایک عالم کا ہے عالم تہ و بالا کیسا

کسی ہمسایے نے اتنا بھی نہ پوچھا آ کر
کہ پڑا ہے ترے غمخانے میں رونا کیسا

تیرہ بختانِ شبِ ہجر بنی کیا جانیں
کہ سحر ہوتی ہے کب۔ نور کا تڑکا کیسا

آتشیں آہ سے پوچھو مرے دل سے پوچھو
میں نے گھر پھونک کے دیکھا ہے تماشا کیسا

نظر آتے ہیں برے طور خدا خیر کرے
آج اشکوں میں کلیجے کا ہے ٹکڑا کیسا

اونکی پلکوں سے تصور میں یہ کہتا ہوں میں
تم سلامت ہو۔ مجھے حشر کا کھٹکا کیسا

وہی عاشق ہیں جو کہلاتے ہیں مرنے والے
ڈرے مرنے سے تو پھر عشق کا دعوے کیسا

امتی تیرے برے ہو کے بھی اچھے ٹھہرے
برے اچھے ہیں تو ہوگا کوئی اچھا کیسا

ہند کو جو چلے آئے ہیں عرب کے بن سے
کچھ خلل اون کے دماغوں میں ہے۔ سودا کیسا

رات اوس بزم کے اک گوشے میں تھا حافظ بھی
کچھ سنا بھی کہ ہوا زمزمہ پیرا کیسا

یوں خاک پر تڑپ کے ترا مبتلا گرا
اوٹھکر گرا اوٹھا۔ کبھی گر گر اوٹھا گرا

مفلس۔ غنی۔ سوار۔ پیادہ۔ قوی ضعیف
جو گور کے گڑھے ہیں گرا وہ مرا گرا

میرا علاج آپ کی ہے اک نگاہِ لطف
چہرہ تو زرد زرد ہے۔ دل ہی گرا گرا

کیا اصل اوسکے سامنے غم کے پہاڑ کی
تیرا مریضِ غم۔ نہیں ایسا پڑا گرا

عزت کی آن بان دھری کی دھری رہی
ٹھوکر لگی ہیں قعرِ مذلت میں جا گرا

کچھ اپنے مستِ عشق کی تم کو خبر بھی ہے
بیخود پکارتا ہے کہ لینا گرا گرا

وقتِ مدد ہے لغزشِ پا! دوڑ جلد تو
یہ درد ہی تو ہے۔ یہیں مجھکو گرا گرا

غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ناتوان پر
جزوِ ضعیف دیکھکے نزلہ بھی آ گرا

رکنے سے اب قدم نہیں اوٹھتے مرے ہیں پا
تو بھی یہیں مرے سرِ شوریدہ! آ گرا

اُف خونِ ریختہ کا بدل ضعف و بیدلی
کمبخت دل کا خون گرا خونبہا گرا

ہوگا وہ دردِ ہجر میں بھاری زمین پر
آنکھوں سے کوئی قطرہ اگر خون کا گرا

دربان کے ہاتھ سے۔ کبھی دربان کے پاؤں پر
تیرا گرا پڑا یونہیں اکثر اوٹھا گرا

ٹھوکر لگی کوئی تو کہا مُنھ سے یا علی
پستی گرا ہوا ہیں تو نعرہ سما گرا

ہو ضعف کا بُرا کہ مدینے کی راہ میں
گر گر گئے بارہا ہیں اوٹھا بارہا گرا

حافظ وہ گر کے دامنِ شہ پر مچل گیا

آنکھوں سے طفلِ اشک جو روتا ہوا گرا

وقتِ دعا جو اشکِ ندامت مرا گرا — وہ شرم کے پسینے میں ڈوبا ہوا گرا

دنیا سے چل کے جا نہ سکے اپنی گور تک — تیر اگر پڑا نہیں ایسا پڑا گرا

روضے کے اشتیاق میں - روضے کے قرب سے — لپٹی گرا فلک میں - زمیں میں سما گرا

آنکھوں کو رنج کا - مجھے رونا ہی ضعف کا — پھر مثلِ اشک اوٹھ نہ سکا جب گرا گرا

خود رحم کھا کے آئیں وہ - دامن کی ہیں ہوا — نعمت بڑی ملی مجھے غش کھا کے کیا گرا

کیا وجہ - کیوں نبی کی ولادت سے پیشتر — کسریٰ کے قصر کا نہ کوئی کنگرہ گرا

دیکھا کیے حضور تجلّا سے ذات کو — بیخود گرے کلیم - جو اک صاعقہ گرا

آنکھیں جھپک جھپک گئیں - آئی نہ تابِ دید — روضے کا پردہ سامنے اگر اوٹھا گرا

لوٹے پڑے پڑے بڑے آرام کے مزے — بے سایہ کی گلی ہیں میں سایہ سا جا گرا

بازو میں طیبہ کا کوئی نامہ بندھا نہ ہو — پر نور اُڑتا ہوا کوئی مرغِ ہوا گرا

ٹپکا نہ تھا جب اشک تو موتی کی آب تھی — ٹپکا جب آنکھ سے تو نظر سے رہا گرا

در پہ نبی کے - رشک کی حالت نہ پوچھیے — میں سامنے کھڑا تھا کہ سایہ مرا گرا

خستہ سا دل کا گوش محل قصرِ تن میں ہے — کیسی نئی ہل ہوئی یہ ابھی دھم سے کیا گرا

رسا

عارف سے ملتے - بھائی بھتیجے سے ملتے ہم — افسوس پہلی بھیت سے ہی دور آ گرا

محبوب کی نظر میں تو حافظ نہیں ہوں میں
مخلوق کی نظر سے گرا بھی تو کیا گرا

۲۲- ربیع الاول ۱۳۳۳ھ عرس شریف گنج مرادآباد کے موقع پر

دلِ پُر درد ہی پالا ہوا کس ناز و نعمت کا	ورود اوس پر بلاؤں کا، نزول اوس پر مصیبت کا
ترے ایذا طلب کو ہو گئی ایذا کی خو ایسی	کہ اب احساس بھی ہوتا نہیں دل کو اذیت کا
مزے سے سر کے بل چلتے ہیں جنکے پاؤں ٹوٹے ہیں	تمھاری راہ میں ہی ایک رتبہ رنج و راحت کا
نہ بھولا زندگی بھر وہ قیامت تک نہ بھولیگا	مزہ چکھا ہی جس نے آپکے دردِ محبت کا
کبھی کروٹ ادھر بدلی، کبھی کروٹ اودھر بدلی	نہ پایا رات بھر فرقت میں پہلو کوئی راحت کا
مصیبت جب نہ ہو کوئی تو دل آفت کرے برپا	مصیبت یہ ہی، پھر بھی سامنا ہی اک مصیبت کا
اگر کلفت سے الفت ہو تو پھر کلفت نہیں کلفت	اگر کلفت ہو کلفت سے تو کیوں لے نام الفت کا
مری تر دامنی پر پھوٹ کر رو دیں مری آنکھیں	مرے سر سے جو گزرا وہ پسینا تھا ندامت کا
وہاں وعدہ قیامت کا، یہاں شب بھر یہ رونا ہے کہ	کٹیگی کب شبِ غم، کب دن آئیگا قیامت کا
کہا تھا میں نے آہوں سے جلا دو پھونکدو دل کو	ادب نے دی صدا، ہاں ہاں، یہ گھر ہے خود بدولت کا

خدا کا گھر خدا کے دوست کا گھر بے تکلف ہے
مرے دل میں رہا کرتی ہے، گھر ہے تیری الفت کا

مرا دل غیر سے خالی ہے، تم خلوت نشیں ٹھہرے
مرے دل میں رہا کر کہ یہ گوشہ ہے خلوت کا

طلب کی جب سنی آواز بھاگ اوٹھی مری قسمت
لپیٹا آکے بیخوابی نے بسترِ خوابِ راحت کا

اوٹھا جب آب و دانہ، عذر معذوری کا کیا چلتا
مراد آباد کا تھا دانہ پانی میری قسمت کا

کٹی سو کوس کی منزل، کشش ہی کچھ ادھر کی تھی
کہ میں ڈنکے کی چوٹ آیا، بجا جب کوس رحلت کا

غبارِ راہ ہو لئے ہوں، یہی اوٹھا اوٹھکے کہتا ہوں
کہ اک چھینٹا بھی کافی ہے مجھے بارانِ رحمت کا

کلیجے میں جگہ زائر نے دی ہے، دل میں رکھا ہے
چبھا ہے پاؤں میں جب کوئی کانٹا راہِ غربت کا

ترے غصے کے صدقے میں حضوری کا شرف پایا
تری چینِ جبیں نے بل نکالا میری قسمت کا

جدھر چاہا ہو ادھر کھینچو، جہاں چاہا سو وہاں باندھو
غلاموں کا گلا ہے اور اک رشتہ اطاعت کا

کہیں ہو لئے! نہ یوں کہکر مجھے آزاد کر دینا
کہ یہ بندہ نکما ہے، نہیں ہے کام خدمت کا

دوا خود ایک علت ہے، بڑھینگی علتیں حافظ
علیل اچھے ہو، دیکھو! اگر نہ جائے حرفِ علت کا

جمیلوں سے پتا چلتا ہے تیرے حسنِ صنعت کا
بنایا ہے بشر کو تو نے یارب کس کی صورت کا

بھلے کو آسرا تھا فضلِ حسن کی زیارت کا
نہیں تو مر چکا ہوتا کوئی مہجور مدت کا

بلا میری کسی عامل سے تعویذوں کی طالب ہو
بلائیں ٹالتا ہے ایک تعویذ اونکی تربت کا

مزارِ پاک پر نالہ بڑی مشکل سے روکا ہی
نکلتے ہی مخل ہو گا کسی کے خوابِ راحت کا

اگر پھرنے نہیں دیتے مجھے گرد اپنے روضے کے
تو پروانہ بنا دو مجھکو اپنی شمعِ تربت کا

کہاں وہ شانِ وحدت کی کہاں رنگِ دوئی لیکن
دوئی کے خاکے میں بھرا ہی رنگ وحدت کا

تمھارے عہد میں بے وحدتوں کا رنگ پھیکا ہی
دوئی ہی لیکن اوس پہ بھی چڑھا ہی رنگ وحدت کا

جسے بھی ملنے والی ہو معرفت اوس نے لیا آکر
سبق تم سے شریعت کا طریقت کا حقیقت کا

تمھارے بزمِ اقدس کا ہی ایسا فیض یا مولے
کہ اک ساعت کی صحبت اجر ہی صد سالہ طاعت کا

بشر کیسا۔ اگر جن بھی تری مجلس میں آ بیٹھے
تری صحبت کے صدقے میں ہو پُتلا آدمیت کا

بچھی ہی آپکے حجرے میں اک کملی فقیری کی
جما ہی آپکے دروازے پر بستر کرامت کا

اگر لکھی ہی مٹّی ہند ہی کی میری قسمت میں
مراد آباد میں دیدو ٹھکانا ایک تربت کا

مراد آباد کے باہر جو گاڑا مجھ تڑپنے کو
تڑپنے سے اولٹ جائے نہ تختہ میری تربت کا

جمیل اللہ خود ہی اور پیارا ہی جمال اوسکو
جمالِ فضلِ رحمٰں ہی نمونہ شانِ قدرت کا

ترا دیدار کیا دیکھا تھا کوئی خواب دیکھا تھا
پلک تک بھی نہ جھپکی تھی کہ آیا وقت رخصت کا

پلا کر گھونٹ بھر ہمکو نکالا بزم سے ساقی
شرابِ وصل میں بھی کیا گھلا تھا زہر فرقت کا

کسی دن جا پڑینگے ناتواں دیوار کے نیچے
مزہ لوٹینگے سایہ بنکے اوس کوچے کی رحمت کا

وہ کوچہ ہی جہاں سے عزنی کا نام عزت ہی
وہ کوچہ ہی جہاں سے عزتی ہی نام عزت کا

گنہگارانِ امت کو نظر ہی فضلِ رحمٰں پہ
مرے احمد میاں کا چہرہ انور ہی آئینہ
بصیرت کی نظر پڑتی ہی جب اس پاک چہرے پہ
خدا رکھے ہمارے رحمت اللہ نعمت اللہ کو

سہارا ہی تو احمد کا، بھروسا ہی تو رحمت کا
اس آئینے میں نقشہ دیکھ لو مرشد کی صورت کا
نظر آتا ہی جلوہ فضلِ رحمٰں کی شباہت کا
کہ مجموعہ ہی یہ گھر اون سے رحمت اور نعمت کا

مدد کرتے ہو تم اوسکی جو پڑتا ہی مصیبت میں
نصیبوں سے پڑا ہی وقت حافظ پر مصیبت کا

نظم جو بارھویں سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ میں بتاریخ ۲۵-جمادی الآخر ۱۳۳۳ھ پڑھی گئی

سوتے میں صبحدم یہ ہوی گوش زد ندا
غفلت میں تو ہی، ذکر میں چڑیاں ہیں، شرم شرم
کیا شمع کیلئے پتنگے پڑے ہیں جلے بُجھے
پائی جو تو نے روح، وہ اللہ کی ہی دین
یاد اوسکی تجھسے ہو نہیں سکتی ہی پانچ وقت

حَیُّوا عَلَی الصَّلٰوۃ کہ ہی عام یہ صلا
مردِ خدا! خدا کے لیے کر خدا خدا
بچنا جو نار سے ہی تو مالک سے لو لگا
کھاتا ہی تو جو رزق، وہ اللہ کا دیا
جس نے حواس خمسہ کیے ہیں تجھے عطا

یہ سُنکے نیند اوڑ گئی، کافور ہو گئی
اوٹھکر وضو کے بعد فریضہ ادا کیا

دیکھا کہ چل رہی ہی ادا سے ابھی نسیم
چاہا کہ چکھیے کچھ مئے بیرنگ کا مزہ

پہلے لیا پیالہ لبریز ہاتھ میں
پھر یوں زبانِ حافظِ شیراز سے کہا

ما در پیالہ عکسِ رخِ یار دیدہ ایم
ای بیخبر ز لذّتِ شُربِ مدامِ ما

پینے کی ہی قسم تمھیں ای زاہدانِ خشک
تر دامنوں کو ہی یہ روا، تمکو نا روا

یعنی شرابِ عشق کہ جس میں نشہ نہیں
لیکن جو اس پینے سے رہتے نہیں بجا

کیا جانو تم کہ رند کسے کہتے ہیں شراب
کیا جانو تم کہ عشق میں ہوتا ہی کیا مزہ

کیا جانو تم کہ پاک ہی کیسی شرابِ عشق
چھو جائے جس کو وہ ہو جائے پارسا

تم جانتے ہو عشق اوسی نامراد کو
جسکا ہی ایک نام ہوس، دوسرا ہوا

تمکو تو یہ خبر بھی نہیں، چیز کیا ہی عشق
اوسکا مرض ہی نام، دوا اوسکی ہی قضا

تم تو یہی کہوگے کہ ہم لیکے کیا کریں
آئی ہو جسکی موت، وہ لے نام عشق کا

کس کام کا وہ عشق جو اک لا دوا ہی درد
جو درد موت ہی وہ ہی کس درد کی دوا

جب میں نے ایسے پھیکے، یہ روکھے سُنے جواب
دل میں کہا کہ ہائے میں کیوں انکے مُنھ لگا

ایسی بڑی خطا تو کوئی میں نے کی نہ تھی
دل دُکھ رہا تھا، اور بھی اوسکو دُکھا دیا

مجھکو تو اس میں بھی جو ملا لطف کیا کہوں
دوں میں دعا عشق کو کہ یہ صدقہ ہی عشق کا

ای عشق آفریں تجھے، ای عشق آفریں
جتنا تھا درد، میرے ہی اک دل میں بھر دیا

بیدرد کر رہے ہیں دوا دل کے درد کی
دل کی دعا یہ ہے کہ ہو درد اور بھی سوا

ہاں درد اوٹھ کہ سینے سے تجھکو لگاؤں میں
ہاں عشق آ کہ مجھکو ہے تو جان سے سوا

آئے جو ٹیس درد کی اوٹھنے کو اس طرف
نالے کے بدلے دل سے اوٹھے شور مرحبا

جس دن مصیبت آتی نہیں آسمان سے
کہتا ہے دل کہ یَا اَسَفَا وَ اُمصِیبَتَنَا

القصہ کہتے کہتے یہ افسانۂ الم
تھا میرے ہاتھ میں جو پیالہ وہ پی لیا

پینا تھا وہ پیالہ کہ آنکھیں سی کھل گئیں
دیکھا کہ میں جہاں ہوں وہ ہے ملک دوسرا

اوس ملک کا احاطۂ پنجاب نام ہے
شاداب۔ سبزہ زار ہے، دلکش ہے، دلکشا

پنجاب کے احاطے میں ضلعِ سیالکوٹ
ضلعِ سیالکوٹ میں قصبے ہیں جابجا

قصبے ہیں جتنے، سب میں قصبہ بہش زیب و زین
قصبوں میں ایک قصبہ ہے پسرور خوشنما

پسرور کے نواح میں قریے ہیں بیشمار
ہر قریہ دلفریب، دلاویز، دلربا

قریوں میں ایک قریۂ علی پور سیّداں
عشاق کی نگاہ میں ہے سیّد القُرٰی

نامِ علی کا ہے یہ علی پور میں اثر
مشکل کشا ہے، عقدہ کشا، بندِ دل کشا

پہنچا میں جس محل میں وہ اک خانقاہ ہے
رتبے میں شان میں ہے فلک سا، فلک نما

اوس قصر میں ہجومِ خلائق ہے بیشمار
کچھ اون میں اتقیا ہیں کچھ اون میں ہیں اولیا

پوچھا کسی سے میں نے یہ کیسا ہجوم ہے
چپکے سے اوس نے جھک کے مرے کان میں کہا

خدامِ صوفیہ کی ہے یہ پاک انجمن
ظاہر میں خاکسار ہیں، باطن میں ہے صفا

ارکان اسکے رکنِ رکینِ دینِ پاک کے
اعیان اسکے عینِ یقیں - عینِ اتقا

بوے ریا نہیں ہے، ریاضت میں ہے خلوص
فرش اونکا بوریا ہے مگر سب ہیں بے ریا

پیوندِ خرقہ میں ہیں خوارق چھپے ہوے
سب پارسا نہاد ہیں، سب جامہ پارسا

ہے نقشبندیوں میں بس اک نقشِ سادگی
گیسو بڑھے ہوے ہیں، نہ جامہ ہے گیروا

ہستی مٹی تو ہستیِ بے نیست مل گئی
ہے پردۂ فنا میں نہاں دائمی بقا

آج اوس گلی سے اوٹھ نہیں سکتا جو ناتواں
کل دیکھنا کہ خلد میں جائیگا وہ کھڑا

سُن لیتے ہیں جو شاہ جماعت علی کا نام
کہتے ہیں جاں نثار کہ روحی لہُ الفدا

ہاتھوں سے دل کو تھامے کوئی چیختا ہے یوں
لینا خدا کے واسطے، دل ہاتھ سے چلا

شرطِ نجات پیر کی الفت کو جو کہے
اس پیاری شرط کی اوسے اللہ دے جزا

جو عاملِ اسمِ پیر کے ہیں اون کو کیا خطر
آسیب کون بھوت ہے، سایہ ہے کیا بلا

ایمان دستبرد سے محفوظ کیوں نہ ہو
دو پاسبان جسکے ہیں، اک خوف اک رجا

ڈوبے ہوے گناہوں کے! رحمت کی تو سنو
جو شرم کے پسینے میں ڈوبا، اودھر چلا

دل میں کہا یہ میں نے کہ میرے زہے نصیب
ورنہ کہاں یہ بزم، کہاں مجھسا بینوا

لاکھوں، دیارِ دوست کے ہیں شیفتہ مگر — جس جس کا آب و دانہ اوٹھا، گھر سے چل دیا
غیبت کو چھوڑ حافظ! لکھ مدحتِ حضور — قسمت سے آج وقت ملا ہی حضور کا
مطلع ہوں اوتنے، حرف ہیں جتنے حضور میں — سنتے ہی اہل بزم کہیں دل سے واہ وا
مطلع ہوں ایک وزن کے، مطلب الگ الگ — صورت میں ایک سے ہوں، مزہ ہو جدا جدا

مطلع
دنیا کے غم کا غم ہو ترے غمزدوں کو کیا — تیرے بلاکشوں کو بلائیں ہیں کیا بلا

مطلع ۲
اچھا، برے بھلے مجھے کہ لیں برا بھلا — تیرا تو ہوں بھلے کو، بھلا ہوں کہ ہوں برا

مطلع ۳
ننگے کا پردہ دار ترا دامنِ حیا — مجرم کی عیب پوش تری فقر کی ردا

مطلع ۴
تجھ میں فنا مرید، تو اللہ میں فنا — جو تجھ سے آملا ہی وہ اللہ سے جا ملا

کیوں بہرِ شست وشو کریں دریا کی جستجو — تر دامنوں کو بس ہی تری موجِ بوریا
تو شاہ ہی وہ شاہ کہ شاہوں کا شاہ ہی — تیرا گدا ہیں، تیرے گداؤں کا ہیں گدا
دیوانے پر ترے کوئی صدمہ نہیں گراں — بھاری سا بھاری سنگ بھی ہلکا ہی پھول سا
منجدھار میں ہی ناؤ تو ہو، کس کو غم یہاں — پیارے ہو تم خدا کے، ہمارے ہو ناخدا
مجھکو عطا ہو بزم میں خلوت در انجمن — دل کو خلا ملا ہیں۔ خدا سے خلا ملا
اونکا یہی سبق ہی جو ہیں مبتدی مرید — جنت خبر ہی، آپ کی بیعت ہی مبتدا
صدقے میں درد ہی کے ملو کاش مجھکو تم — ہیں دردمند، تم ہو مرے درد کی دوا

جو دُکھ ہو لا علاج، تم اوسکا علاج ہو | جو درد لا دوا ہو، تم اوس درد کی دوا

میرا ہی درد سیکڑوں دردوں کا ایک درد | تیری دعا ہزار دواؤں کی اک دوا

لاکھوں بلاؤں کی ہی بلا اک بلا مری | لاکھوں علاجوں کا ہی علاج اک تری دعا

کیا سرگزشت اپنی کہوں، اِنچہ رفت رفت | کیا ماجرا ہیں عرض کروں ماجرے جرے

چوکھٹ تمھارے در کی، فقیروں کی تکیہ گاہ | کرسی تمھارے گھر کی۔ امیروں کا مُتّکا

کیا تیرے خوشہ چینوں کا اونچا دماغ ہی | پہنچا ثرے سے رکھیں ثریا کا مرتبہ

بیخود بنادو مجھکو پلا کر شرابِ عشق | نکلوں ہیں باہر آپ سے مانندِ مدعا

جامع ہو تم تو ظاہر و باطن کے علم کے | کردو ہمارے ظاہر و باطن کو ایک سا

گوش و زباں سے ہم نے خدا کے کیے قصور | کہ سُنکے بخشوا دو ہمارا کہا سُنا

ہم سبز باغ دیکھ چکے اب دکھائیے | قبّہ وہ سبز سبز، وہ روضہ ہرا بھرا

لائی ہوائے دل تو علی پور تک مجھے | اب لیچلے نجف کو علی پور کی ہوا

ظلِّ ہما سے ہوتے ہیں شاہ اور شاہ جی | تو ہی خدا کا سایہ، ترا سایہ ہی ہما

کہنے کی بات بھی نہیں، کہنے کی تاب بھی | ہاں شرحِ صدر ہو تو کروں شرحِ ماجرا

وہ بدنصیب دانہ ہوں میں جس کو رات دن | چرخ و زمیں کی پیستی رہتی ہی آسیا

میرے چمن کو کیسی خزاں کی نظر لگی | اب گل کا قہقہہ ہی نہ بلبل کا چہچہا

قسمت میں میری آہ جو آئی تو بے اثر
حصے میں مجھکو نالہ جو پہنچا تو نارسا

عشق اختیار کا ہی نہ دل اختیار میں
ہی عاشقی گناہ تو میری ہی کیا خطا

ای ضعف اثر ہو یا نہ ہو، اتنا تو ہو کہیں
دل سے نکل کے آئے دعا، لب سے ہو ادا

یَا غَافِرَ الذُّنُوْبِ وَیَا سَاتِرَ الْعُیُوْب
اِغْفِرْ لَنَا الذُّنُوب کہ پردہ رہے ڈھکا

میری خطا تو میری ہی، تیری عطا تری
اللہ! دیکھوں اپنی خطا یا تری عطا

تجھپر ہی آشکار، نہاں ہو کہ آشکار
تجھسے ڈھکا چھپا نہیں کوئی چھپا ڈھکا

تجھپر ہی آشکار جو میری ہی آرزو
اسکے سوا نہیں کہ نہ ہو دل میں ماسوا

دل میں نہ ہونے پائے ہوا و ہوس کا دخل
دل کو ہوس ہو کی - ہوس کی نہ ہو ہوا

ہو ایک ذکرِ عشق - ہوس سوز ہر نفس
انفاس کا ہو پاس، ہوا کا ہو دم ہوا

رسوا نہ ہوں میں حشر میں نیکوں کے سامنے
چھپکر کیے گناہ، نہ کھل جائیں برملا

تو درگزر کرے تو یہ رحمت کی شان ہی
قابل سزا کے ہیں مرے افعالِ ناسزا

تو ہی بڑا مجیب، یہ کرلے دعا قبول
دیتا ہوں تجھکو میں ترے پیاروں کا واسطہ

ہم نے جا کے روضے میں کیا بتائیں کیا دیکھا
نورِ مصطفےٰ دیکھا - جلوۂ خدا دیکھا

حق یہ ہی کہ تم حق ہو اور نورِ مطلق ہو
حق نے جس کو دیں آنکھیں تم کو حق نما دیکھا

تو نے دشمنوں کو بھی پیٹ بھر کے روزی دی
تجھکو تیرے اپنوں نے عالم آشنا دیکھا

پیچھے دامنوں والے آ گئے ہوا دینے
عشق میں جب کوئی بیکس خاک پر پڑا دیکھا

تھے سبھی بھرے بیٹھے دیر چھیڑنے کی تھی
سینہ چیر کر اک اک دل کا آبلہ دیکھا

با وفا کوئی تم سا خوبرو نہیں پیدا
سب سے دل لگا دیکھا ہم نے جی کھپا دیکھا

میں خطا کا پتلا ہوں مجھسے پھر خطا ہوگی
اوسکو آزمانا کیا جس کو آزما دیکھا

حضرتِ مسیحا بھی ہیں مجھی سے آزاری
دردِ دل سنا دیکھا زخمِ دل دکھا دیکھا

بات یہ نہیں کھلتی چھیڑ پہلے کس نے کی
حسن و عشق کا یارو طرفہ ماجرا دیکھا

عرش کے ادھر ہو لئے ذاتِ حق کو دیکھ آئے
طور پر کلیم اللہ! سچ بتاؤ کیا دیکھا

تجھکو صورِ محشر کا انتظار ہے شاید
عمر بھر اجل! تیرا ہم نے رستا دیکھا

گوشۂ خلا میں کیں تم نے دو بدو باتیں
تم نے سر کی آنکھوں سے رب کو برملا دیکھا

زائر اس قدر خوش ہے جیسے کچھ پڑا پایا
راہ چلتے جب چھالا پاؤں میں پڑا دیکھا

آئنہ بنایا تھا کیوں جمالِ حضرت کا
شاہدِ حقیقی نے آئنے میں کیا دیکھا

ظلِّ حق ہیں بے سایہ - سایہ ابر کا اُن پر
لو خدا کے سایے میں سایۂ خدا دیکھا

پردہ پوشِ الفت ہے فیضِ باطنی حافظ
دل سے دل ملا دیکھا - ظاہرا جدا دیکھا

بڑے داتا نے دیا ہے تجھے داتا! دینا
اپنے محتاج کو اک بھیک کا ٹکڑا دینا

تیرا محتاج کسی اور کا محتاج نہ ہو
اغنیا کی نہ ہو پروا - مجھے اتنا دینا

میں تولّا کا ہوں بھوکا - میں تولّائی ہوں
میرے والی! مجھے مولے کا تولّا دینا

کچھ ترس کھا کے کوئی جلوہ دکھا دینا تھا
یا ترستے ہوئے کو اور بھی ترسا دینا

تو نے بندوں کو سکھائی ہے دعا حسنات
دین دنیا میں مجھے - دین میں دنیا دینا

تیری ہی بھیک میں ملتا ہے گداؤں کو مزہ
ہاتھ پھیلائے کہے جاتے ہیں دینا دینا

مل گئے تم تو خدا آپ ہی مل جائیگا
کیوں کہوں میں کہ خدا تک مجھے پہنچا دینا

ہاتھ آیا وہ فیض قدرت سے عجب دستِ شفا
ہاتھ رکھکر دلِ بیتاب کو ٹھہرا دینا

پاتے ہی حکمِ طلب - دل سے یہ ٹھہراتا ہوں
کہ حضوری میں تڑپنے کی نہ ٹھہرا دینا

صبرِ مرحوم کی یاد آتی ہے رہ رہ کے مجھے
حسرتیں مر گئی ہیں، دل کو بھی پرسا دینا

جاگتا ہے مری قسمت میں اگر لکھا تھا
کاش ملتا ترے در پر مجھے پہرا دینا

میں نے جب درد بھرے دل سے دعا کی تو یہ کی
درد سے جو نہ بھرے - دل مجھے ایسا دینا

تجھسے پوشیدہ نہیں دل کی تمنا یارب
یہ تمنّا ہے کہ کوئی نہ تمنّا دینا

نام لیتا ہوں ترا - جان تجھی کو دونگا
کام آئیگا تو کیا آئیگا - لینا دینا

دل بھی مضطر ہے - تسلی بھی دل آسا ہے ضرور
دلِ مضطر کو ضروری ہے دلاسا دینا

مور و مار اوسکو برابر ہیں کہ ہی وہ رزاق
کوئی ہو۔ رزق مقدر اوسے پہنچا دینا

غم دیا۔ عیش دیا۔ دین دیا۔ دنیا دی
دیدیا میرے خدا نے جسے جو تھا دینا

پائینگے ظالم و مظلوم سزا اور جزا
اوس سے بدلا تجھے لینا۔ اسے بدلا دینا

اب تو حافظ میں ہیں اے عقل کچھ انداز جنوں
راہ چلتے کہیں مل جائیں تو سمجھا دینا

نکل کر جا نہیں سکتا کبھی دل سے خیال اونکا
یہ شیشے میں سمایا ہی پری بنکر جمال اونکا

خدا والوں کا پردہ یا خدا ہی سے وصال اونکا
فقط نقل مکان ظاہری ہی انتقال اونکا

نہیں کچھ تابع فرمان ابرو اک ہلال اونکا
مہ کامل کو دو ٹکڑے کیا۔ دیکھو کمال اونکا

ہی اونکے دیکھنے والوں کی قسمت دیکھنا باقی
دکھائیں اب تو جو چاہیں جمال اونکا جلال اونکا

رخ روشن ضرور آئینہ ہی۔ آگے خدا جانے
خدا نے اوس میں اپنا حسن دیکھا یا جمال اونکا

تصور نے کیا ہی دور سب دوری کے پردوں کو
نظر میں اب برابر ہی فراق اونکا وصال اونکا

وہ دیکھیں یا نہ دیکھیں۔ ہمنے دل کو صاف کر رکھا
اوسی کا آئنہ ہی۔ صورت اونکی ہی جمال اونکا

سیہ کاران امت پر نہ آئی آنچ محشر میں
بنی کے عشق گیسو میں بندھا تھا بال بال اونکا

یہ کس منھ سے کہوں ہیں جان و مال اور تن فدا کر دو
وہ ہیں مال کے مالک ہیں میری جان مال اونکا

ترے دیوانے جو بکتے ہیں اونکا حال کیا ہوگا
جو کچھ کہتے نہیں ہیں منھ سے حال اونکا ہی قال اونکا

سر اون قدموں کے صدقے ہو۔ اونھیں قدموں کا صدقہ ہی
قدم رکھنا نہیں فرشِ زمیں پر پایمال اونکا

نہ امت کو وہ بھولیں گے نہ امت اونکو بھولیگی
ہی امت کا خیال اونکو۔ ہی امت کو خیال اونکا

عجب کیا پاک ہو جائیں تری امت کے تردامن
پسینے میں اونھیں نہلا رہا ہی انفعال اونکا

پڑے ہیں پوچھنے کو سیکڑوں بیمار دنیا میں
جو ہیں بیمار مولے کے۔ نہ پوچھو کوئی حال اونکا

فراقِ مصطفے کے حسنِ تیغ سے مٹے تھے سب ستمگر
خدا سے ہو گیا واصل طلبگارِ وصال اونکا

حبش تک بجنے والا تھا مدینے والے کا ڈنکا
مدینے میں موذن تھا حبش والا بلال اونکا

اونھیں کی نذر کردی ہم نے ساری عمر اے حافظ
گھڑی اونکی ہی پل اونکا مہینا اونکا سال اونکا

منم و درد و آہ و زاری ہا
منم و جان و بیقراری ہا

دوستاں دشمنند دوست نما
طرفہ عیاریست یاری ہا

یک تو و شانِ بے نیازی تو
یک من و صد امیدواری ہا

پاسِ انفاس نیز چند نفس
چند، چند، از نفس شماری ہا

طینتت خاک و زینتت خاکست
خاک بر فرقِ تاجداری ہا

ذکرِ بیفکر، ہست بیکاری
فکرِ بے ذکر، شرمساری ہا

حافظ آں قصہ الست چہ بود

چہ شد آں عہد و استواری ہا

ردیف (ب)

اللہ ختم ہوگی شبِ انتظار کب
جیتا بچیگا عاشقِ شب زندہ دار کب

بیٹھیگا چین سے یہ دلِ بیقرار کب
دیکھونگا وہ گلی مرے پروردگار کب

قصدِ مدینہ کرکے میں ہونگا سوار کب
بدلیگا رنگ ابلقِ لیل و نہار کب

کہتا ہی دل ہی دل میں مرا غنچۂ مراد
میرے لیے چلیگی نسیمِ بہار کب

کُھجلا رہے ہیں شوق میں تلوے پڑے ہوے
لینگے خبر مدینے کے صحرا کے خار کب

مہجورِ خاکسار کو ہی کب سے انتظار
پُروائی لیکے جاے پچھاں کو غبار کب

کیا دوں جواب، دل کا تقاضا ہی باربار
کب دیکھنے کو اب وہ ملیگا مزار، کب

وہ سنگِ اسود اب ہی کہاں، ملتزم کہاں
اب کب ملیگی لذتِ بوس و کنار، کب

بہلاوں اپنے دل کو میں سو سو طرح مگر
آتا ہی میرے دل کو مرا اعتبار کب

جن وحشیوں کو ہی قدِ بے سایہ کی تلاش
درکار ہی انھیں شجرِ سایہ دار کب

رخصت کے وقت رہتے بھی قایم اگر حواس
تھا اختیار میں دلِ بے اختیار کب

پارے کو بھی سُنا ہی ٹھہرتے کبھی کبھی
اس بیقرار دل کو ملیگا قرار کب

اللہ کب اوڑینگے تب ہجر کے دھوئیں
نکلیگا ٹھنڈی آہ کے دل کا بخار کب

گن گن کے بخشتے جائینگے ہمسے گناہگار
ہم گن رہے ہیں دن کہ ہو روزِ شمار کب

حافظ نے جب کہا کہ مدینے کو جائینگے
کہنے لگا اوچھل کے دلِ بیقرار، کب

ردیف (ت)

زہے وہ روضہ، وہ اوسکی بہار کی صورت
نظر میں ہی ابھی نقش و نگار کی صورت

ہی سب سے تاج الگ ہے مرے تاج ولے کا
جدا ہی سب سے مرے تاجدار کی صورت

بڑھے یہ مشقِ تصور کہ دل ہو آئینہ
اوس آئینے میں نظر آے یار کی صورت

تجلیات کا پردہ مزار پر ہی پڑا
مزار میں ہی کسی پردہ دار کی صورت

بنی کی آنکھیں سفید و سیاہ کرتی ہیں
نہیں کچھ ابلقِ لیل و نہار کی صورت

حضور میں تو بُلاکر حضور اوسے دیکھیں
عجیب کچھ ہی دلِ بیقرار کی صورت

ملی ہیں چشمِ تصور کو مفت کی پلکیں
کُبھی ہی طیبہ کی ہر نوکِ خار کی صورت

گرے جو اشک، تو قطرے کے مثل بھی نہ رہی — نظر سے گر کے دُرِ آبدار کی صورت

بھلے نہ ٹھہرے کہیں ہمسے خاکسار غریب — اڑے نہ ہم سے نہ بیٹھے غبار کی صورت

قدم لوں آپکے، یا اوڑ کے پہنچوں دامن تک — کہاں یہ منہ ہے، یہ مُشتِ غبار کی صورت

بدل کے رنگ، دل اوسکو بھی کھوئے دیتا ہے — رہی سہی جو ہے کچھ اعتبار کی صورت

وصال بس میں نہیں، بے وصال چین نہیں — عجیب ہے دلِ بے اختیار کی صورت

فراقِ روضہ میں جو رات دن تڑپتا ہو — ہے ایک اوسکو خزان و بہار کی صورت

ارادہ حشر کے میدان کا کیا مجبور — نہ نکلی جب کوئی دیدارِ یار کی صورت

مدینے میں بھی نہ بیٹھے قرار سے حافظ
قرار دی تھی یہ دل میں فرار کی صورت

ردیف (ث)

چرخ سے برتر ہے شانِ فضلِ غوث — چرخ والے مدح خوانِ فضلِ غوث

جنّتی ہے اوس میں جو داخل ہوا — ہے تویں جنت مکانِ فضلِ غوث

سنگدل چھوئے تو دل ہو جائے موم — ہے وہ سنگِ آستانِ فضلِ غوث

آپ مہمانِ خدائے پاک ہیں
ایک عالم میہمانِ فضلِ غوث

ہوگیا وہ جس سے جو کچھ کہدیا
ہی وہ تاثیرِ زبانِ فضلِ غوث

شانِ والے شانِ والا کے مُفسر
ہی جدا شانوں سے شانِ فضلِ غوث

رازدارِ حق تعالےٰ اونکا دل
حق تعالےٰ رازدانِ فضلِ غوث

ہی مسلّم اَلوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیۡہ
ہیں محمد غوث جانِ فضلِ غوث

آپ ہی کی ذات سے زندہ ہی نام
آپ ہیں روحِ روانِ فضلِ غوث

آپ فضلِ غوث کے قائم مقام
آپ سے قائم نشانِ فضلِ غوث

یہ شرف کیا کم ہی ای حافظ تمہیں
کہتے ہیں سب مدح خوانِ فضلِ غوث

آپ ہی کی بڑی سرکار ہی یا حضرتِ غوث
آپ سے مجھکو سروکار ہی یا حضرتِ غوث

آپ ہی اوسکی دوا آپ ہی اوسکی ہیں شفا
دل کا آزار دل آزار ہی یا حضرتِ غوث

کیوں بنائے نہیں دل کو ہدفِ تیرِ نگاہ
دل میں اک حسرتِ دیدار ہی یا حضرتِ غوث

روح کا فیض ادھر بھیجو ادھر فیض کی روح
ابتو جینا مجھے دشوار ہی یا حضرتِ غوث

نرگسی آنکھ سے کوئی بھی اشارہ نہ ہوا
دل تو بیمار کا بیمار ہی یا حضرتِ غوث

قیدیِ سلسلہ کی لیجیے للہ خبر
کہ بلاؤں میں گرفتار ہی یا حضرتِ غوث

آپ ہی ہیں مرے والی مرے مولے آقا
کوئی یاور نہ مددگار ہی یا حضرتِ غوث

نقدِ دل قلب ہی - تم چاہو تو ہو جائے کھرا
قلب کا کون خریدار ہی یا حضرتِ غوث

حکمِ والا کے ہیں انسان بھی جن بھی تابع
مرجعِ عام یہ دربار ہی یا حضرتِ غوث

ہاں بُلا بھیجیے بغداد میں جی کی تو یہ ہی
ہند میں جینے سے بیزار ہی یا حضرتِ غوث

آپ اگر بات نہ پوچھیں تو خدائی بھر میں
کون حافظ کا مددگار ہی یا حضرتِ غوث

ردیف (ج)

نبی بہت ہیں، نبوت کا سب کے سر پہ تاج
وہ تاج والے ہیں، تم تاج والوں کے سرتاج

زہے شرف، جو فقیروں کا ہو سلام قبول
سلامی آپ کا ہر تاجدار ہی، ہر تاج

ملا کسی کو نہ آدم سے تا جنابِ مسیح
بنا تھا ختمِ نبوت کا بہرِ سرور تاج

جو تاجدارِ نبوت ہی ایک ایک نبی
تمھاری ذات گرامی ہی گوہرِ ہر تاج

خدا نے کھائی ہی جس خاک کی قسم بخدا
وہ خاکِ پائے مبارک ہی عرش کو سرتاج

تمھارے رتبۂ والا سے ہو گیا ثابت
کہ تاجِ ختمِ نبوت ہی سب سے برتر تاج

حضور کی ہی سخاوت، حضور کی ہی عطا
کیا جناب سلیماں کو شاہ، دیگر تاج

غرور تھا جنھیں دنیا میں تاج پر حافظ
ہیں پایمال وہ سر، کھا رہے ہیں ٹھوکر تاج

ردیف (ح)

تمہارے ابروؤں کو ہی ہلال پہ ترجیح
تمہارے چہرے کو ماہِ کمال پہ ترجیح

خدا کا مثل ہی کون، آپ کا نظیر کہاں
کسی مثال کو ہی اس مثال پہ ترجیح

خیالِ پاک تمہارا ہی صدرِ بزمِ خیال
نہیں کسی کو تمہارے خیال پہ ترجیح

تری نگاہ کے تیروں کا رُخ ادھر ہی رہے
نہ ہو کسی کو ترے خستہ حال پہ ترجیح

مقابل اونکے ہوں یوسف تو صاف کھل جائے
کہ کس جمال کو ہی کس جمال پہ ترجیح

زبانِ قال ہی گویا، زبانِ حال خموش
نصیب حال کو پھر بھی ہی قال پہ ترجیح

اگر وصال سے پہلے فراق سے ہو فراق
تو ہم فراق کو دینگے وصال پہ ترجیح

اگر ادھر سے ہو جذبہ، تو پھر رسائی کو
نگاہ پر ہو تقدم، خیال پہ ترجیح

عرب کے اہلِ زباں تھے فصیح ایک سے ایک
نہ تھی کسی کو اذانِ بلال پہ ترجیح

کہاں کے علت و معلول و راجح و مرجوح
ترے کمال کو ہی ہر کمال پہ ترجیح

فراقِ روضہ میں ہی ایک دن بھی ایک پہاڑ
کہ آن آن کو ہی ماہ و سال پہ ترجیح

صدا بھی منھ سے نہ نکلی کہ پالیا سب کچھ
جواب کو ہی گدا کے سوال پہ ترجیح

بڑھی ہوئی ہی طلب سے خوشی خوشی کی
وصال کو ہی نویدِ وصال پہ ترجیح

ہیں ایک دائرے میں خط ہزار، مرکز ایک
نہیں کسی کو کسی کے خیال پہ ترجیح

سبق ملا یہ درودِ نماز سے حافظ
نہیں کسی کو پیمبر کی آل پہ ترجیح

ردیف (خ)

کیا کہوں کیا ہی بارھویں تاریخ
دل کا ٹکڑا ہی بارھویں تاریخ

سُنّیوں کو ربیعِ اول کی
فرحت افزا ہی بارھویں تاریخ

دل کی ہی جان، جان کی ہی روح
واہ کیا کیا ہی بارھویں تاریخ

دیکھ سکتے نہیں اسے منکر
یدِ بیضا ہی بارھویں تاریخ

فخرِ میلادِ فخرِ عالم کا
تو نے پایا ہی بارھویں تاریخ

جمع حوریں بھی ہیں، فرشتے بھی
کیا تماشا ہی بارھویں تاریخ

دن سب اچھے ربیعِ اول کے
سب سے اعلےٰ ہی بارھویں تاریخ

فرش سے عرش تک ہی نور ہی نور
طرفہ جلوہ ہی بارھویں تاریخ

کس مسرت کے جوش سے گھر گھر
بزم برپا ہی بارھویں تاریخ

فیضِ ہوے ہر ایک محفل میں
جلوہ فرما ہی بارھویں تاریخ

قدسیوں کا تمام عالم میں
ایک میلا ہی بارھویں تاریخ

ابرِ رحمت امیدواروں پر
آکے چھایا ہی بارھویں تاریخ

شام سے چاند کی پچھانے کو
چاند نکلا ہی بارھویں تاریخ

یہ دوشنبہ کا روزِ جاں افروز
تیرا حصہ ہی بارھویں تاریخ

حافظِ مدح خوان و زمزمہ سنج
نغمہ پیرا ہی بارھویں تاریخ

ردیف (د)

ہوش کی لینگے خبر ہم ہوش میں آنے کے بعد
آپ کچھ رہ جائینگے اپنی خبر پانے کے بعد

خاک کا اک ڈھیر اندر، ایک باہر قبر پر
انتو اونکے دیکھنے کی آرزو ہی - دیکھیے
دیکھنے والوں کے دم کی ہو دمِ دیدار خیر
ابر ٹوٹے جھونپڑے پر سایہ تو کرتا ہی کیا
راہِ طیبہ میں کوئی ڈھونڈے نہ پائیگا مجھے
دیکھکر بے پردہ اونکو دنگ رہجائینگے ہم
بیحیائی تھی کہ تھوڑی دیر کی شرمِ گناہ
سوئے ایسے پاؤں پھیلائے شبِ گور امتی
اور وارث کون ہوگا، لختِ دل یا طفلِ اشک
فوجِ غم کی دوڑ آئی، کرگئی دل کو تباہ
پوچھتے ہیں کہیے کیسا تھا ترسنے کا مزہ
گھر میں بیٹھے بیٹھے دل وحشت سے گھبراتا ہی کیا
کہتے ہیں بیمار سے "دیکھو تو یہ کون آگیا"

اور ہی کچھ شکل بن جاتی ہی مٹ جانے کے بعد
کسکی ہو کر رہتی ہی دل سے نکل جانے کے بعد
آنہ جائے موت غش پر غش چلے آنے کے بعد
یا گرجنا یا برس پڑنا تھا چھا جانے کے بعد
بیخودی! تو کھو نہ دینا مجھکو پا جانے کے بعد
اور ہی کچھ رنگ ہوگا رنگ اوڑ جانے کے بعد
پانی پانی ہمکو ہو جانا تھا شرمانے کے بعد
صبحِ محشر تک بھی کروٹ لی نہ سو جانے کے بعد
رو دینگے دونوں کے دونوں دل کے مرجانے کے بعد
اب خدا والی ہی گھر کا، لوٹ پڑ جانے کے بعد
اب ترس آیا جو مجھپر مجھکو ترسانے کے بعد
راہ جنگل کی ابھی لینا ہی گھبرانے کے بعد
خود کھلے پرسش کے پردے میں چلے آنے کے بعد

ہم تو حافظ با شرط بد کر سوئینگے مردوں سے آج
یہ نہو وہ چونک جائیں خواب میں آنے کے بعد

مجھکو پہچانیں ذرا سا عذر فرمانے کے بعد
سامنے پہنچوں ذرا سا منہ نکل آنے کے بعد

اپنی صورت بھی نہ پہچانی وہ صورت دیکھکر
رنگ بھی فق ہو گیا تھا دنگ رہ جانے کے بعد

راہ چلنے ہو گیا ہمسے نکموں کا تو کام
کام کے ٹھہرے رہ ہوئے ہیں کام آنے کے بعد

محفلِ اقدس میں بھی نکلا نہ بیٹھا ایک دم
جی میں پچھتاتا ہوں میں دل کو یہاں لانے کے بعد

ہند میں۔ دل کی لگی ہی تو۔ مدینے کی طرف
ہی وہیں جانے کی دھن۔ دوبارہ ہو آنے کے بعد

ہم سے غم کہتا ہی مجھکو تھوڑا تھوڑا کھاؤ آج
اور کیا کھا کر جیونگا کل مجھے کھانے کے بعد

کسکی قسمت میں ہی خوش ہو ہو کے آنکھیں سینکنا
بجلیاں کس پر گرینگی میرے غمخانے کے بعد

مجھکو اوس سے ذرا ڈھلتے ہیں تو چلانے تو دیں
بیٹھ جائیگا گلا آخر کو چلانے کے بعد

سنگِ اسود کا قصور بند ھکے پُتلی بنگیا
ہو رہا آنکھوں کا آنکھوں میں سما جانے کے بعد

جیتے جی ہم خاک اور ادھر پتھر تھک مرے
لگ گئی مٹی ٹھکانے ڈھیر ہو جانے کے بعد

رکھیے اپنے آستانہ بیرونِ در سے باندھکر
وحشیوں کو زیورِ زنجیر پہنانے کے بعد

میری گلِ خاکِ شفا تھی جسکی تسبیحیں بنیں
دیکھیے اب کیا بنے تسبیح کے دانے کے بعد

شمع جلتی ہی جو بالینِ مزارِ پاک پر
کاش میرا نام لکھلے اپنے پروانے کے بعد

خاک بھی مجھ دل جلے کی کوئی چھو سکتا نہیں
آگ رکھی ہی دبا کر۔ ڈھیر ہو جانے کے بعد

ہی ادب سے دور حافظ کا تڑپنا چیخنا

کیا کرے بیچارہ اونکا روضہ یاد آنے کے بعد

میری تربت مستحق ہی میرے مرجانے کے بعد ‌‌ ہیچ ہے ٹھوکر اگر کوئی مرے کھانے کے بعد

خاک پھرتی ہی رہیگی بیچاری خدا جانے کہاں ‌‌ ہی خدا دیوانگی کا تیرے دیوانے کے بعد

عیش و غم کچھ بھی نہ چھوڑا دل میں ہائی یاس نے ‌‌ اب نہیں سناٹا ہی گھر میں گھر کے لٹ جانے کے بعد

دل تمھارا گھر ہی آنکھیں ہیں تمھاری جلوہ گاہ ‌‌ دل کے گوشے میں رہو آنکھوں سے چھپ جانے کے بعد

خوب روئیں پھوٹ کر آنکھیں حرم سے چھوٹ کر ‌‌ پھوٹی آنکھوں سے نظر آیا نہ کچھ آنے کے بعد

توبہ توبہ ایسے جینے سے کہ لے توبہ مریں ‌‌ توبہ توبہ ہمکو پھر جینا ہی مرجانے کے بعد

اپنے چہرے سے ہی پیارا اپنے چہرے کا وہ رنگ ‌‌ سبز گنبد تک پہنچ جائے جو اوڑ جانے کے بعد

مرنا جینا سب کو ہی لیکن کسی بیکس کا نام ‌‌ زیست کے خانے میں لکھدو موت کے خانے کے بعد

ہمکو جتنا غم کھلانا ہی کھلا دو جیتے جی ‌‌ کھا نہ ملینگے مرنے سے پہلے پھر نہیں کھانے کے بعد

ہم نے خلوت انجمن میں دیکھی آنکھیں کھول کر ‌‌ انجمن خلوت ہی میں آنکھیں بند ہو جانے کے بعد

موت کڑوی ہی مگر تلخی ہی اوسکی خوشگوار ‌‌ جسکو چکھنا ہو وہ چکھ لے اونکا غم کھانے کے بعد

اوس نگاہ کی قدر و قیمت دل سے پوچھ آنکھوں سے پوچھ ‌‌ دل میں چبھ جانے کے بعد آنکھوں میں کھب جانے کے بعد

جو نہیں مرتی کبھی - وہ بھوک ہی دیدار کی ‌‌ جو نہیں جیتا کبھی - وہ دل ہی مرجانے کے بعد

ہیں فقط گنتی کے سجدے اسقدر ذوق سجود ‌‌ سہو کے سجدے کرونگا بھول پڑ جانے کے بعد

ہاتھ سے دل کھو کے حافظ کو ہوئی کچھ دل کی قدر
دل سا دیوانہ نہ پایا دل سے دیوانے کے بعد

خونِ دل آنکھوں میں رکھا دل کے بھر آنے کے بعد
اور دو پیمانے پلائے ایک پیمانے کے بعد

بڑھ گئی آلودگی، جتنا پھرے دنیا میں ہم
اور بھی تر ہو گیا دامن ہوا کھانے کے بعد

کس مزے کا غم ہے، کیا لذت ہے، کیسا ذائقہ
جی نہیں بھرتا ہمارا پیٹ بھر کھانے کے بعد

مر رہا تھا آپ کا بیمار، مر ہی جائیگا
آپ کے آنے سے پہلے، آپ کے جانے کے بعد

زندگی میں شکر واجب ہے بقدرِ عافیت
ہوگی قدرِ عافیت معلوم مر جانے کے بعد

دل کو مسلونگا اگر کہنا نہ مانیگا مرا
دل سے سمجھونگا میں لیکن دل کو سمجھانے کے بعد

ابتو زنجیر سے اتنی بھی صدا آتی نہیں
کسکو پکڑا، کسکو جکڑا اونکے دیوانے کے بعد

ہمکو غش آیا، جو وہ جلوہ نظر آیا نہیں
طور والوں کو غش آیا کچھ نظر آنے کے بعد

مر نہ جاؤں اونکی صورت دیکھنے سے پیشتر
پردہ اوٹھنے کی کوئی صورت نظر آنے کے بعد

ہاتھ پھیلائے کی تھی جو شرم، اونکے ہاتھ تھی
غور سے دیکھا جو میں نے ہاتھ پھیلانے کے بعد

پھر تڑپنے کو ہے دل، پھر ضعف کا ہے یہ کلام
دم ذرا لینے کے بعد، اک لحظہ سستانے کے بعد

آنکھ میں پھرنے لگیں موجیں مئے بیرنگ کی
رنگ لائیگی طبیعت اور لہرانے کے بعد

تھے جو مرنے والے، مر جانے سے پہلے مر چکے
موت سے پوچھو، کسے آئی ہے مر جانے کے بعد

میری آمد رشد مدینے کی، رہے مثلِ نفس	جا کے آنا ہو تو پھر جانا بھی ہو آنے کے بعد

کر کے آنکھیں بند حافظ چین سے لیٹیں تو آپ
خواب میں آئینگے وہ آنکھوں میں خواب آنے کے بعد

پہلے آیا رزق، پھر ہم رزق کے آنے کے بعد	پہلے دانہ اوڑھ گیا، پھر ہم اوٹھے ڈالنے کے بعد
جیتے جی ہم مر گئے تو مر کے جیتوں میں پڑے	یہ وہ مطلب تھا جو نکلا فوت ہو جانے کے بعد
سوتی تھی تقدیر، میں بیدار، کیا تھی شکلِ دید	جاگ اوٹھی تقدیر میری، میرے سو جانے کے بعد
یہ بگڑنا تھا کہ بننا تھا، اونھیں رحم آگیا	بن گئی بیمار کے دم پر، بگڑ جانے کے بعد
المدد ای لغزشِ پا، یہ وہی کوچہ تو ہی	اب کے اوٹھونگا تو دنیا ہی سے اوٹھ جانے کے بعد
آرزوئیں جس قدر مرتی گئیں ہم خوش ہوے	پھول کھلتے ہیں یہاں کلیوں کے مرجھانے کے بعد
آئے ہیں دنیا میں ہم دنیا سے جانے کے لیے	خیر تو یہ ہی کہ پھر آنا نہیں جانے کے بعد
پائی بیداری سے آنکھوں میں نہ تل بھر بھی جگہ	میٹھی نیند آئی مگر کڑوی ہی آنے کے بعد
ایک پردہ جب اوٹھا اونکے رخِ پر نور سے	آٹھواں پردہ بنا آنکھوں کا اوٹھ جانے کے بعد
گوشہ تربت کہاں، وہ نور کی صورت کہاں	کھل گئیں آنکھیں سی آنکھیں بند ہو جانے کے بعد
واہ منھ سے، آہ دل سے، کچھ نکلنا ہی ضرور	اونکی ٹھوکر ہاضم ہو سکتی نہیں کھانے کے بعد
کھولکر آنکھیں جدھر دیکھا، اودھر تھا تو ہی تو	ایک ہی دھیانوں میں تیرا دھیان بندھ جانے کے بعد

وہ ہوئی تکلیف توبہ سے کہ توبہ ہی بھلی
چین آیا نفس کو توبہ سے باز آنے کے بعد

کاش آنکھوں کا اوجالا بنکے آنکھوں میں رہے
اونکی صورت چاند سی آنکھوں میں پھر جانے کے بعد

پہلے حافظ کو گناہِ عشق کی لذت ملی
اب سزا کا پڑ گیا چسکا سزا پانے کے بعد

ناخنِ غم گھس گیا جب سینہ کھجلانے کے بعد
سینہ کھجلاتا رہا ناخن کے گھس جانے کے بعد

تخمِ الفت کو بنایا حق نے دل کا آبلہ
پہلے دانہ دیدیا، پانی دیا دانے کے بعد

گر یہی اچھا چشم بند و گوش بند و لب ببند
یہ بھی کب، اونکا تصور دل میں آجانے کے بعد

ایک ٹھوکر کی توقع میں پڑا ہے پاؤں سے
اونکے گھر پہنچا ہوں کتنی ٹھوکریں کھانے کے بعد

جی اوٹھے ٹھوکر ہی سے ہم، رہگیا یہ اشتیاق
قُم باذنِ اللہ فرمائینگے ٹھکرانے کے بعد

بھر کے دیدے پیمانہ ساقی عمر بھر میں ایک بار
مجھکو پھر جینا نہیں پیمانہ بھر جانے کے بعد

سنگِ اسود کے نظارے کا تھا آگے انتظار
ابتو پتھر پڑ گئے آنکھوں کے پتھرانے کے بعد

وہ پرایا ہوں کہ جسکا کوئی بھی اپنا نہیں
وہ یگانہ ہوں جو پوچھا جائے بیگانے کے بعد

ہوش آیا بھی۔ گیا بھی، ہوگیا آیا گیا
رفتہ رفتہ گم ہوا جانے کے بعد۔ آنے کے بعد

زخمِ دل کا، چوٹ دل کی۔ غم کوئی۔ ٹھوکر کوئی،
بس انھیں چیزوں کا رہتا ہے مزہ کھانے کے بعد

پردہ رہنے دیں ڈھکا، میرا لفافہ کھل نہ جائے
مُنھ نہ دیکھیں کھولکر احباب کفنانے کے بعد

دم نہ لینے دیگی وحشت اک جگہ بے دم لیے / چین سے بیٹھینگے ہم دنیا سے اوٹھ جانے کے بعد

سجدۂ شکرانہ کی توفیق کا شکرانہ ہو / سجدۂ شکرانہ کر سجدے سے شکرانے کے بعد

کوششِ تعمیر میں کی عمر بھر مٹی خراب / خود ہوں تعمیرِ خرابی ڈھیر ہو جانے کے بعد

خود فراموشی نے حافظ کو پڑھایا یہ سبق / جو بھلا دے سب کو، وہ ہی اونکی یاد آنے کے بعد

ہم گئے دنیا سے، لیکن ہچکیاں آنے کے بعد / دوست تک پہنچے مگر جھٹکے کئی کھانے کے بعد

پہلے کعبہ بتکدہ تھا، کعبے سے بتخانہ ہوا / ہو گیا کعبے کا کعبہ پھر وہ بتخانے کے بعد

زندگی کا غم نہیں، یہ زندگی ہی نام کی / زندہ رہنا نام کا، جینا ہی مر جانے کے بعد

جائینگے ہم دل بکف، پھر سر بکف، پھر جاں بکف / اور وہ نذرانے دینگے ایک نذرانے کے بعد

کہتے ہیں "ہم آگئے" "کیا مانگتا ہے مانگ لے" / مانگتے کچھ بن نہیں پڑتی اونھیں پانے کے بعد

مرنے والے صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں تو کیا / مر مٹوں میں نام لکھا جائیگا مٹ جانے کے بعد

دیکھنا اعجاز، آنکھیں ہیں جہاں نظریں وہیں / پھرتے ہیں آنکھوں میں وہ نظروں سے چھپ جانے کے بعد

پڑگئی جب اوس گل پر، آبداری بڑھ گئی / اوس سی گل پر پڑی اک پھول پڑ جانے کے بعد

کشمکش باہم ہی، ٹوٹے پڑتے ہیں دیدار پر / دیدہ و دل کا خدا ہی پھوٹ پڑ جانے کے بعد

سر کو سب کہتے تھے سودائی رہِ محبوب میں / سر ہی آخر کام آیا پاؤں بچانے کے بعد

جب کھلی دل کی گرہ تو دل گرہ بھر بڑھ گیا
رازِ عقدے کا کھلا عقدے کے کھل جانے کے بعد

شربتِ دیدار میں تاثیر یہ دیکھی نئی
پیاس دونی ہو گئی آنکھوں میں پی جانے کے بعد

خواب میں بھی جو نہ دیکھا تھا، وہ دیکھا خواب میں
آنکھ سے کچھ بھی نہ دیکھا آنکھ کھل جانے کے بعد

تھا حجابِ روح میرا جسمِ خاکی جیتے جی
خود حجاب اپنا ہوا ہوں ڈھیر ہو جانے کے بعد

کاش بیداری میں حافظ کو نہ ترساتے حضور
عالمِ غفلت میں بے پردہ نظر آنے کے بعد

نے امانت نہ بیانے کہ زبانے دارد
بے زباں بہ ز زبانے کہ زبانے دارد

چوں ننالد بغمِ دوریِ تو چوں سازد
دردمندیکہ دلے دارد و جانے دارد

جان سپردن چہ بود، یافتنِ جانِ دگر
بے نشاں بودنِ ما نیز نشانے دارد

در فنِ عشق ز حافظ سبق آموختہ ایم
بندۂ طلعتِ آنیم کہ آنے دارد

جا گزین ہست بہ پہلوے دلِ خستۂ ما
اللہ اللہ چہ مکینے چہ مکانے دارد

لبِ گفتار، مبادا کہ شود پردہ کشا
دلِ نازے نہ تو رازے بیانے دارد

ہست پرستاں! من و یزداں کہ نیازم بہ بتے
نازہا دارد و جانے و زبانے دارد

پیرِ خم گشتہ کہ دارد بلب آہ سردے
ناتوانیست کہ تیرے کمانے دارد

حاش للہ کہ ہر سحر تواں گفت حرام
خاصہ آں سحرِ حلالیکہ بیانے دارد

من بصد مرحله ودست ندارم زفغان
کو زصد مرحله گوشئه لفغانے دارد

من بحسرت نگراں در رہِ آں شاہسوار
کو دلم در کف و دستے بعنانے دارد

پارہ گوشت کہ خلقش دلِ حافظ گویند
صبر دارد بعیاں، درد نہانے دارد

ردیف (ذ)

کوئی انجھر ہی نہ جنتر ہی نہ منتر تعویذ
ہر بلا کے لیے ہی نام پیمبر تعویذ

نقشِ حُب ڈھونڈے حسینانِ جہاں کا طالب
مجھسے دلدادہ کو ہی حُبّ پیمبر تعویذ

اونکے دیوانے کے بازو جو چڑھے ہیں تھے
کیسے جامے سے ہوئے جاتے ہیں باہر تعویذ

ہاتھ پر باندھکے اوڑ جاؤں عرب کو سیدھا
دیدے عامل کوئی ایسا مجھے لکھکر تعویذ

نقشِ حُب دل میں رہے، ہار گلے کا ہو عشق
اس سے بڑھکر نہیں گنڈا، نہیں بہتر تعویذ

اونکے ابرو کا جوا بجا ہے توجہ پائیں
طاق پر رکھدیں ادب سے ہم اوٹھا کر تعویذ

نقشِ دل حُبّ پیمبر ہو تو اوسکے آگے
ہاتھ باندھے ہوئے عامل کا رہے ہر تعویذ

قبر میں ہونگے دلی جاتی رہی چھاتی پر
اور معمار بنایا کیے باہر تعویذ

کیا پیے گھول کے یا شہد لگا کر چاٹے
نام مولےٰ کا جو لکھا ہو کسی پُرزے پر

کیا کرے تشنۂ دید آپ کا لیکر تعویذ
رکھیے حرزِ دلِ بیمار بنا کر تعویذ

آج یہ دیکھ کے حافظ نے کہ خالی ہے ردیف
پوری کر دی یہ غزل چھوٹی سی بھر کر تعویذ

ردیف (ر)

اک ہم کہ خطائیں کریں سَو ایک عطا پر
اک وہ کہ عطائیں کریں سَو ایک خطا پر

بیمارِ محبت کو نظر کب ہے دوا پر
بیٹھا ہے فقط آپ ہی کے دستِ دعا پر

آ جائیگی تصور میں نظر صورتِ مولےٰ
آنکھوں کو کیے بند، نظر رکھیے خدا پر

مجھسے تو مری خاک ہی اچھی رہی آخر
جاتی ہے مدینے کی طرف دوشِ صبا پر

خیر اپنی ادھر مانگی، اودھر چرخ کی مانگی
دیکھا جو مرے ضبط نے آہوں کو ہوا پر

شاہی بھی گدائی کی نظر میں نہ سمائے
پڑ جائے اگر اک نظرِ لطف گدا پر

لیجائے مدینے کی طرف کون عریضہ
قاصد، نہ کبوتر، نہ کبوتر کا ملا پر

کانٹے رہِ طیبہ کے سلامت رہیں یا رب
کھائے ہوئے ہیں خار ہماری کفِ پا پر

اک جان ادھر اور ادھر سو ہیں ادائیں
سو جان سے قربان میں ایک ایک ادا پر

کر لوں میں بلا پر بھی اگر صبر بلا سے
ڈرتا ہوں کہیں صبر نہ پڑ جائے بلا پر

یہ رنگ ہی دنیا کے محبوں سے نرالا
محبوب ہیں جو مرتے ہیں محبوب خدا پر

عشق الہی خطا ہی کہ جزا اوسکی ہی جنت
موقوف خطا کی ہی جزا روز جزا پر

ای عشق کٹی مرتی ہیں فردوس کی حوریں
جوبن ہی نئے رنگ کا تیرے شہدا پر

توشہ نہیں مشتاق زیارت کی کمر میں
ہمت کی کمر ٹوٹی ہی تکیہ ہی خدا پر

سجدہ وہ خدا کا ہو خدا کے لیے سجدہ
سجدہ جو کروں آپ کے نقش کف پا پر

پہنچی نہ فلک تک بھی فلک دور بھی کچھ تھا
حافظ ابھی تھیں ناز اسی آہ رسا پر

کسکو حیرت ہو نہ اونکا حسن کامل دیکھکر
دل تو دیوانہ تھا دیوانہ ہو عاقل دیکھکر

پاؤں پھیلائے تو ہیں مرقد کی منزل دیکھکر
خوف کی منزل ہی سوتا مرد غافل دیکھکر

نور واجب شمع ہی پروانے اوسکے ممکنات
میں ابھی تو آرہا ہوں اونکی محفل دیکھکر

ضبط کرتے ہم جو ہوتی حد بھی کوئی درد کی
درد دونا تھا کلیجا دیکھکر دل دیکھکر

پیٹ پہ پتھر بندھے ہیں پاس دینے کو نہیں
جی بھرا آتا ہی خالی دست سائل دیکھکر

میں بھی دیوانہ ہوں دل بھی مجھکو دیوانہ ملا
مجھکو قسمت نے دیا دل میرے قابل دیکھکر

دل کو سمجھایا اشارے سے سرورِ یارِ عام
بات کرتے ہیں ادب سے رنگِ محفل دیکھکر

بارِ عصیاں جسکے سر، خستہ برہنہ جسکے پاؤں
اوسکو دی تقدیر نے بھاری سی منزل دیکھکر

میرے پردہ کرنے والے! تیرے پردے کے نثار
خواب میں بے پردہ آجا مجھکو غافل دیکھکر

تو ہی کہدے۔ تیری صورت کا مقابل ہے کوئی
آئینے میں اپنی صورت کو مقابل دیکھکر

وہ خدائی بھر کے جلوے، یہ ذرا سی جلوہ گاہ
مجھکو خود حیرت ہے اپنی آنکھ کا تل دیکھکر

راستے میں توڑ بیٹھے پاؤں تیرے ناتواں
تھک گئے بیچارے آخر راہِ منزل دیکھکر

تیری محفل دیکھ لی، کیا تھوڑی محشر خیز ہے
کیا کرینگے ہم صفِ محشر کی محفل دیکھکر

قیس! تجھکو کیا بتاؤں کیا ملا رونے میں لطف
اپنے دل سے پوچھ لے لیلےٰ کا محمل دیکھکر

ذاتِ واجب حق ہے، تم ہو مظہرِ حق، تم حق نما
ہم پہنچنے والے پہنچے ذات تک۔ ظل دیکھکر

امتی پہچانکر سب بخشوائے آپ نے
کر دیا ایک ایک کو جنت میں داخل دیکھکر

کیا کہوں کیسا ترس آیا اونھیں بیمار پر
پوچھکر احوال سنکر، حالتِ دل دیکھکر

ہم تڑپنے بھی ہیں، دل والوں کو تڑپاتے بھی ہیں
سیکھ لے ہمسے تڑپنا مرغِ بسمل دیکھکر

آج تو حافظ قلم برداشتہ لکھی غزل
دیکھیں کیا کہتے ہیں اوستادانِ کامل دیکھکر

کھو رہا ہے جان کو دوری کا پلّا دیکھکر
رو رہا ہے دور سے دریا کو قطرہ دیکھکر

اونکو حیرت، حیرتی کا اپنے سکتہ دیکھکر
خود تماشا بنگیا ہوں میں تماشا دیکھکر

خستگی پر، زخم کی، آنکھیں تو روتی ہیں لہو
ہنس رہا ہے زخمِ دل، آنکھوں کا رونا دیکھکر

بیکسی کس کی ہے، میں کسکا ہوں، دونوں کا ہے کون
بیکسی آئی اکیلی، مجھکو تنہا دیکھکر

دیکھنے کہتے ہیں دل کا حال، دل پر رکھکے ہاتھ
دیکھیے کہتے ہیں کیا، دل کی تمنا دیکھکر

منھ سے کہنے کا نہیں ہے، کیا کہوں کیا لطف اوٹھا
جاگتے ہیں، بند آنکھوں سے تماشا دیکھکر

اوسکو ہم سمجھینگے دیدارِ الٰہی کا شگون
صبحِ محشر جب اوٹھینگے منھ نبی کا دیکھکر

حسن قدرت کا تماشا ہے، میں اوسکا محو ہوں
اونکو حیرت ہے مجھے محوِ تماشا دیکھکر

یا خدایا مصطفےٰ میرا کہاں کا ہے خمیر
ہند کو دوبارہ پھر آیا مدینہ دیکھکر

مَنْ رَّاٰنِیْ قَدْ رَاَی الحق کے ہوے معنی عیاں
صاف آئینہ جمالِ مصطفےٰ کا دیکھکر

رحم کھاتے ساتھ لیتے ساتھ دیتے ہیں حضور
کوئی بے بس کوئی بیکس کوئی تنہا دیکھکر

خواب میں بھی حسنِ کامل آپکا دیکھا نہیں
بھول جاتی حسن یوسف کو زلیخا دیکھکر

ہے تمناؤں سے خالی بھی کوئی تل بھر جگہ
رک نہ جائیں وہ مرادِ دستِ تمنا دیکھکر

ہاے، میری خستگی نے رحم کو تکلیف دی
ٹپکے آنسو اونکے، شیشہ دل کا ٹوٹا دیکھکر

ایک دنیا ہمنے دیکھی، دین اوس میں بیشمار
لے لیا اک دین ہمنے ایک دنیا دیکھکر

کیا کروں حافظ، نہیں پڑھنے کے قابل یہ غزل

منہ نہیں کھلتا ہی مجمع قابلوں کا دیکھکر

کیا بتائیں آئے ہم طیبہ سے کیا کیا دیکھکر
آنکھیں پھوٹیں کچھ بھی دیکھا ہو جو روضہ دیکھکر

تھی دلِ خستہ کو امّید تسلّی صبر سے
صبر دم بھر بھی نہ ٹھہرا گھر کو ٹوٹا دیکھکر

وہ سخی ہیں میری صورت صورتِ سائل سوال
دل بھر آیا ہاتھ میں خالی پیالہ دیکھکر

دُکھ مرا بے پوچھے بے دیکھے اونہیں معلوم ہی
جانتے ہیں اور سب یا پوچھکر یا دیکھکر

بحساب اونکا کرم ہی مجھکو بخشیں بحساب
کیا کرینگے نامۂ اعمال میرا دیکھکر

انتظارِ موت ہمکو موت سے بھی سخت تھا
زندگی کے دن بھرے مرنے کا رستا دیکھکر

مجھکو اک عالم نے پہچانا ہی ای ربِّ جمیل
تیرے پیارے کا جمالِ عالم آرا دیکھکر

شوقِ دیدار ایک جانب تابِ دیدار اک طرف
دیکھنے والے کی جانب دیکھنا تھا دیکھکر

آبلوں کی نیّت اونکی راہ میں ثابت رہے
منھ میں پانی بھر آئے کوئی کانٹا دیکھکر

جانِ جاناں کے لبِ جاں بخش کا ہوں میں شہید
دم نکلتا ہی جسکو اعجازِ مسیحا دیکھکر

عمر بھر امّی رہے لکھا پڑھا کچھ بھی نہیں
صاف پڑھ لیتے ہیں وہ قسمت کا لکھا دیکھکر

آبلے کی آنکھ میں کانٹے پڑے کھٹکا کیے
ہاتھ ملتے رہگئے تلوے وہ صحرا دیکھکر

میرے دل کو جو پلا تھا عشق کا کھا گئے غم
کھا لیا غم نے ملا غم سا نوالہ دیکھکر

ای تجلّی کچھ کہا بھی تو کلیم اللہ نے
طور کو تو نے جلا ڈالا خطا کیا دیکھکر

کیا کہیں ایمن سے حافظ، کیا بتائیں طور کو
ہم نے کیا دیکھا عرب کے کوہ و صحرا دیکھکر

آگیا موسیٰ کو غش نورِ تجلّی دیکھکر
گر پڑے ہم اونکی دیواروں کا سایہ دیکھکر

ہاں درود ای دل، تصور میں وہ روضہ دیکھکر
ہاں سجود ای سر، وہ محراب و مصلّا دیکھکر

جنتیں بیکار ہیں لیکن ہیں کب اس نوک کی
کہدے رضواں میری آنکھوں سے وہ روضہ دیکھکر

مرتے ہوں جو خلد پر، وہ مر کے جائیں خلد کو
ہمتو جیتے جاگتے پھر آئے روضہ دیکھکر

ہے تمھارا ہی تو پردہ، تم ہو جسکی آڑ میں
دل کو بہلا لینگے ہم پردہ تمھارا دیکھکر

رشک کیوں دل کو نہ آئے، دل کوئی پتھر نہیں
دل ہیں پتھر کے ترا نقشِ کفِ پا دیکھکر

ہائے میرا منھ کہاں، آئینۂ وحدت کہاں
اپنے منھ کو دیکھتا ہوں اونکا چہرہ دیکھکر

بیٹھے بالیں سے مسیحا بھی اجل بھی یا نصیب
اوٹھ گئے دونوں مجھے بیمار تیرا دیکھکر

سر کی آنکھیں تکتی ہیں ایک ایک کا منھ بار بار
دل کی آنکھوں میں کسیکو جلوہ آرا دیکھکر

تم اسے کہتے ہو اچھا، حال جسکا ہو برا
چھانٹ لو بیمار خود اچھے سے اچھا دیکھکر

زندگی بیمار کی ہے حسرتِ دیدار پر
دیکھکر دینا دوا اے میرے مسیحا دیکھکر

ہے ادب بھی، شوق بھی، کانٹے بھی ہیں چھالے بھی ہیں
ہوش والے، دیکھکر رکھنا کفِ پا دیکھکر

سچ اگر پوچھو تو وہ حسرت زدہ ہے کیا برا
رہگیا جو حشر کے دن منھ تمھارا دیکھکر

سامنے آؤ تو بے پردہ، بتا دینگے ابھی
دیکھنے والے ہوئے ہیں حیرتی کیا دیکھکر

شاہراہِ طیبہ کو حافظ ہے کسکا انتظار
ٹھوکریں سر پھوڑتی ہیں کسکا رستہ دیکھکر

اتنا تو ہو للہ کرم حضرتِ صابر
آنکھوں سے لگانے دو قدم حضرتِ صابر

بیکس کا ہے کون اور انیسِ شبِ ہجراں
ایک آپ ہیں، ایک آپکا غم حضرتِ صابر

ابدال کہ اوتاد جو ہیں صابریوں میں
ہیں آپ ہی کے خیل و خدم حضرتِ صابر

دنیا میں نہیں اور کوئی آپ سا داتا
کیوں مانگیں کسی اور سے ہم حضرتِ صابر

محتاج ہوں، رہ جائے نہ خالی مری جھولی
للہ ادھر دستِ کرم حضرتِ صابر

مفلس کا ہو دل، آپکے ہوں داغِ محبت
کافی ہیں یہ دینار و درم حضرتِ صابر

قطرے کو جدائی کی مصیبت سے چھڑا دو
تم یم ہو، میں اک قطرۂ یم حضرتِ صابر

ہستی سے مری ہستیِ فانی کو ملا دو
اول عدم آخر ہے عدم حضرتِ صابر

میرا سر شوریدہ ہو، سودا ہو تمھارا
ٹھہریں سر و سودا جو بہم حضرتِ صابر

سرسبز جو کردے مری سوکھی ہوئی کھیتی
ہے آپ ہی کا ابرِ کرم حضرتِ صابر

دیدوگے اگر تم مجھے اک قطرۂ عرفاں
دریا تو نہ ہو جائیگا کم حضرتِ صابر

ٹوٹا ہوا لایا ہوں گدائی کا پیالہ
تم چاہو تو ہو ساغرِ جم حضرتِ صابر

بیچارے مریض آپ کے بے موت نہ مرجائیں
دیدیجیے اپنے درِ دولت کی گدائی

ای چارہ گرِ درد و الم حضرتِ صابر
درکار نہیں مال و حشم حضرتِ صابر

مدّاح تمھارا ہو تو ہو خامۂ قدرت
حافظ کرے کیا مدح رقم حضرتِ صابر

ہیں اشک ابھی طفل پلے آنکھ میں رہ کر
پہنچینگے خدا جانے کہاں آنکھ سے بہ کر

روضے سے پلٹ کر نہ لیا دم بھی صبا نے
آئی تو ہوا ہو گئی کچھ کان میں کہ کر

کانٹا نہ نکل کر بھی تو بیکار ہی نکلا
سوزن نہ بنا کیوں دلِ صد چاک میں رہ کر

سینے میں ہوا دیتی ہوی نالے کو ای آہ
ای نالے چلا چل دلِ مولے میں جگہ کر

تفریح کو ارمان کسی دن تو نکلتے
یہ کیا کہ پڑے سینے میں گھٹتے رہے رہ کر

کہدے سے مرے دل ا تھا تری رحمت کا بھروسا
بدتر جو گنہ سے نہ ہو وہ عذرِ گنہ کر

دل ہی تو ہیں عشّاق کے، ٹوٹینگے نہ کب تک
شیشے سے تو پتھر ہوے صدمے ترے سہکر

تدبیر سے مرنے ہی کو مل جاے مدینہ
تقدیر سے جینا ہی اگر ہند میں رہ کر

صحرا ابھی ہے، چادر بھی ہے صحراے عرب کی
کر پاؤں سے طے اور سکو اسے ہاتھ سے تہ کر

موسے کا لکھا غیرِ خدا کوئی نہ پڑھ لے
ہاں نامہ سیہ ! نامے کو تو اور سیہ کر

لبریز تمناے تماشا ہیں نگاہیں
لبریز تماشا کبھی دامانِ نگہ کر

تو ساقیِ سرشار، ہیں اک رندِ تبہ کار — ہاں چشم توجہ طرفِ حالِ تبہ کر
یارب! ہو تصور میں نظارے کی رسائی — یا تار نگہ کو مرے تو جادۂ رہ کر
یا کھودے قیامت میں گناہوں کی گھٹا کو — یا دھوپ میں رحمت کا اسے ابرِ سیہ کر

تھا خاک اوڑانا تو عرب ہی میں اوڑاتا
حافظ! تجھے کیا خاک ملا ہند میں رہکر

بنی ہے نامِ خدا کیا بہار کی چادر — چمن نے پھولوں کی جس پر نثار کی چادر
کوئی ولیِ خدا ہو تو قدر پہچانے — یہ ہے ولیِّ خدا کے مزار کی چادر
سدا بہار ہیں جو اوسکے پھول بوٹے ہیں — ہے اس سے ہارتی پھولوں کے ہار کی چادر
ریاضِ خلد کے پھولوں میں بسکے آئی ہے — ولیِ حضرتِ پروردگار کی چادر
یہ ڈھانک لیتی ہے پردہ گناہگاروں کا — یہ ہے خدا کے بڑے رازدار کی چادر
نفس نفس ہیں وہ انفاس قابلِ تحسیں — بنا کے لائے ہیں جو اپنے تار کی چادر
اسے لگاتے ہیں آنکھوں سے۔ رکھتے ہیں سر پہ — یہ ہے جنابِ ولایت مدار کی چادر
مزار پہ کوئی کردے نہ جا کے جان نثار — ابھی تو جاتی ہے اک جاں نثار کی چادر
بنی ہے نور کی یہ جیتی جاگتی تصویر — ہے چاندنی مہِ شب زندہ دار کی چادر
کہو کہ لیکے چلیں شب کو عابد و زاہد — خدا کے عابدِ شب زندہ دار کی چادر

یہ جانتے ہو کہ وہ جسکا مزار ہی کون — یہ تابدار ہی جسکے مزار کی چادر
مرید شیر خدا استاد جی محمد شیر — یہ جا رہی ہی اوسی نامدار کی چادر
چڑھائی جائیگی ننھے میاں کے ہاتھوں سے — کہ ہی یہ مرشد عالی وقار کی چادر
گھٹاتے جاؤ مگر پھر رہینگے چار کے چار — عجیب رکھتی ہی صنعت یہ چار کی چادر

کہاں سے لاؤں میں چادر چڑھانے کو حافظ
نثار ہیں۔ مرے اشکوں کے تار کی چادر

واہ کس شان سے آئی چادر — شان والوں نے اوٹھائی چادر
جبکہ پھولی نہ سمائی چادر — ہوی روضے کی فدائی چادر
آنکھ کی راہ سے دل میں اوتری — واہ رے تیری صفائی چادر
حور و غلماں نے چڑھانے کے لیے — تار گیسو سے بنائی چادر
ہی سبکدوش گنہ سے جس نے — دوش پر اپنے اوٹھائی چادر
حبذا گنبد اطہر کی بہار — ملکے پھولوں نے چڑھائی چادر
چاندنی! واہ ترا کیا کہنا — راہ چادر میں بچھائی چادر
چاند کو جب نظر آیا قبہ — چاندنی لیکے چڑھائی چادر
کچھ تو تسکین ہو۔ آنسو پچھ جائیں — ہم نے آنکھوں سے لگائی چادر

سمجھیں آنکھیں کہ یہ ہی چادرِ نور
دور سے جب نظر آئی چادر

تو چھپا لیگی ہزاروں کے گناہ
تجھ میں ہی اتنی سمائی چادر

بڑی درگاہ کو تو جاتی ہی
کیا کروں تیری بڑائی چادر

سر کو تھا پہلے ہی سودائے مزار
تونے آگ اور لگائی چادر

خوان میں لائے لگاکر قدسی
پاک بندوں نے اوٹھائی چادر

چاندنی بنکے زیارت میں گئی
بام و در سے اوتر آئی چادر

خامہ ہی مدح سرا پردے میں
پردۂ مدح سرائی چادر

پڑھنے والوں نے سنا ہی شب کو
پڑھ کے حافظ کی سنائی چادر

کرلو مقبول جو سرکار ہماری چادر
جو ہماری ہی وہ ہوجاے تمھاری چادر

دوش پر لیکے چلی بادِ بہاری چادر
کیوں نہ ہو۔ چادرِ گل پر بھی ہی بھاری چادر

پیار سے لے چلے اللہ کے پیارے ملکر
پیارے اللہ کے پیارے کی ہی پیاری چادر

ماننے والے کی منت رہی پوری ہوکر
لیکے آئی سندِ کار برآری چادر

اب یہ جاتی ہی زیارت کو۔ زیارت کرلو
ابھی چادر ہی۔ ابھی ہوگی فراری چادر

اسکے سایے میں پہنچ جاتے ہیں مطلب کو مرید
ہی مریدوں کے لیے رحمتِ باری چادر

اسکی خوشبو سے نہ کیوں مہکے مشامِ دل و جاں
کہ بسی عنبرِ سارا میں ہی ساری چادر

ترا مدفن کا نہ کھلا ہی نہ کھلیگا پردہ
تم سلامت ہو۔ سلامت ہی تمھاری چادر

زرق برق اس میں ہی سورج کی کرن سے بڑھکر
ساتھ رکھتی ہی نہ گوٹا نہ کناری چادر

ہیں تو ہوں فیض کا محتاج۔ مگر تیرا دامن
تو ہی فیاض۔ ترا فیض ہی جاری چادر

اپنے گوشے میں چھپا لے۔ مرا پردہ رکھ لے
میں جو ہلکا ہوں۔ تو پلّا ترا بھاری چادر

اپنے پلّے سے عجب کیا مرے آنسو پونچھے
سُنکے آئی ہی یہاں۔ گریہ وزاری چادر

آج پوری ہوی وہ مُنھ سے جو مانگی تھی مراد
دے رہی ہی خبرِ شکر گزاری چادر

ابھی مرہم ابھی پٹّی ابھی پھاہا بن جاے
دیکھ پائے جو مری سینہ فگاری چادر

مدح خوانوں کو بھی اک نقل نہ دیدو حافظ
کہ شرفیاب حضوری ہو تمھاری چادر

بقا ملنے کو مل جاتی ہی پامالِ فنا ہوکر
ہی مٹنے کا مزہ اونکی گلی میں نقشِ پا ہوکر

سرِ شوریدہ چھوڑ آ آخر اوس در سے جدا ہوکر
جو ہونا تھا مری قسمت میں۔ وہ ہو کر رہا ہوکر

مدینہ بھی ترا دیکھا ہی۔ رستا بھی مدینے کا
وہیں جانا وہیں۔ ای جانِ قالب سے جدا ہوکر

نہ نکلا ہی نہ نکلیگا جو دل کا مدعا کوئی
تمھیں کیوں رہ نہ جاؤ دل میں دل کا مدعا ہوکر

حدیثِ مَن رَآنِی فَقَد رَاَی الحق سچ ہی برحق ہی
بجا ہی جو کہیں وہ مظہرِ ذاتِ خدا ہوکر

وہیں سب جل مرے قسمت کے اچھے تھے جو پروانے
مجھے جلنا پڑا ہی شمعِ محفل سے جدا ہو کر

ہزاروں دل شہیدِ کربلا کے غم کے ہیں کشتے
ہزاروں سینے ہیں جو رہ گئے ہیں کربلا ہو کر

چھپا کر اس لیے ارمان کو سینے میں رکھا ہی
کہ مرتے دم وہ نا نکلے منھ سے کلمہ آپ کا ہو کر

ہمیں پامال کرنے کے عوض رکھیں سر آنکھوں پر
جو اوس کوچے میں جا کر پڑ رہیں ہم نقشِ پا ہو کر

نہ چھوٹیں خاکساری کی ادائیں خاک ہو کر بھی
مٹے ہم نقشِ پا ہو کر - اوٹھے گردِ فنا ہو کر

کسی کی شوخیِ رفتار دیکھیں کب نظر آئے
کھُلی رکھی ہی چشمِ شوق ہم نے نقشِ پا ہو کر

مصیبت کچھ تو گھٹ جاتی - ذرا آنسو تو پچھ جاتے
بلا سے پھوٹتی تقدیر دل کا آبلہ ہو کر

کسی تیرِ نگہ کی کچھ تو آنکھوں کو مروت تھی
جو دل میں آہ تھی وہ لب سے نکلی مرحبا ہو کر

خدا کو کچھ ہمارے درد کا پردہ ہی رکھنا تھا
شکستِ دل بھی جو ہم کو ملی وہ بے صدا ہو کر

تری چلتی ہوی رفتار کی شوخی تھی ادنےٰ سی
کیا تھا جس نے گھر تجھکے دل میں نقشِ پا ہو کر

گناہ عشق کا محشر میں کافی ہی جواب اتنا
کہ تو نے بھی تو چاہا اپنے بندے کو خدا ہو کر

یہ کہتا ہند میں بیچارہ حافظ خاک اوڑاتا ہی
مدینے کی طرف نکلے اگر تو اے صبا ہو کر

نہیں ملتے وہ اِس عالم میں عالم آشنا ہو کر
وہ ملتے ہیں ملے جو دونوں عالم سے جدا ہو کر

فقیروں کو اونکے در پر عرضِ حاجت کی نہیں حاجت
کسے محتاج رہنے دینگے وہ حاجت روا ہو کر

خدا کے بندے کتنے ہیں کہ سب بندے خدا کے ہیں
خدا کا بندہ ہونا ہی غلامِ مصطفےٰ ہوکر

تمنا جیتے جی رضے کی تھی۔ مرکر ملی جنت
کدھر تیرِ دعا پھینکا۔ کدھر پہنچا خطا ہوکر

تمھارے روگیوں کو ایک دن مرنا مسلم ہی
تمھیں مل جاؤ اون کو کاش دردِ لا دوا ہوکر

تری شانِ غیوری کب روا رکھیگی ای مولے
گرفتارِ بلا ہو کوئی تیرا مبتلا ہوکر

سلامت مرغِ جاں۔ غم کیا رہِ طیبہ میں تھکنے کا
چلا جائیگا اوڑتا۔ رنگ میرے چہرے کا ہوکر

دمِ دیدار ہی تھی بیخودی کمبخت آنے کو
ہرا ہونا نہ ہونا رہگیا کچھ ایک سا ہوکر

نہ پوچھو اونکی جو بے موت مرجاتے ہیں جیتے جی
بشر سے اور کچھ ہو جاتے ہیں نذرِ فنا ہوکر

یہ باتیں ہنسنے والے رندوں کو واعظ اونکی حالت پر
کہاں دھوتے پھرینگے دامنِ تر پارسا ہوکر

زمینِ کوچۂ محبوب کچھ ایسی پکڑ لی ہی
کہ ممکن ہی نہیں ہلنا قدم کو نقشِ پا ہوکر

خدا کی شان۔ میرے خواب میں آئے وہ بے پردہ
تصور میں بھی آتے تھے جو تصویرِ حیا ہوکر

یہ ہم سب بیوفا ہیں جو بنے ہیں نام کے عاشق
وہ اک تم ہو کہ ہو معشوق سب کے باوفا ہوکر

خوشی سے مول لے لیکر کیا آزاد بندوں کو
نہ کر دینا کہیں آزاد بندے کو خفا ہوکر

ہیں گھر بیٹھے نظر میں اونکی۔ جتنے صاف باطن ہیں
ہمارے دل نے دیکھی اون کی صورت آئنہ ہوکر

ہی رحمت اوسکی گاہک جو بدوں میں سب سے بدتر ہو
زمانے بھر سے اچھا ہوں نہ ماننے سے بُرا ہوکر

قیامت دیکھنے کی ہی۔ مگر ہی کس قدر مشکل
خدا کے سامنے جانا۔ گنہگارِ خدا ہوکر

حضوری کا شرف پاکر میں خوش تھا یہ نہ سمجھا تھا
کہ مجھ سے پھیر لی جائیگی یہ نعمت۔ عطا ہو کر

جہنم سے نکلکر خلد میں پہنچا تو میں سمجھا
خطا کی تھی سزا پائی۔ عطا پائی سزا ہو کر

خدا کا شکر۔ مجبوبِ خدا کا ہو رہا حافظ
خدائی سے بُرا ہو کر۔ خدائی کا بُرا ہو کر

ردیف (ز)

ہائے بیتابیِ دل ہائے تمنائے حجاز
دل بیتاب سے آتی ہے صدا، ہائے حجاز

نور آنکھوں میں ہے جلووں کا ظہور آنکھوں میں
دیکھ آیا ہوں میں آنکھوں سے تجلائے حجاز

کھینچکر دیکھ لے کوئی مرے دل کی تصویر
ہو بہو ہو گی وہ تصویر۔ سراپائے حجاز

پاس عاشق کے ہی کیا، درد بھرا اک سینہ
اور سینے میں ہے کیا، اک دلِ شیدائے حجاز

سرِ شوریدہ کو پھوڑوں بھی تو یہ ڈرتا ہوں
کہ نکل جائے نہ سر سے کہیں سودائے حجاز

بھولنے کا نہیں ای حضرتِ موسے ہرگز
آپ کو وادیٔ ایمن، مجھے صحرائے حجاز

میرے دل کا ہے سویدا جو عرب کا ہے سواد
میری آنکھوں کی ہے پُتلی شبِ یلدائے حجاز

تاب اُٹھنے کی نہیں، کون چلے، کون پھرے
کاش گھر بیٹھے۔ نظر میں مری پھر جائے حجاز

قدرتِ حق نظر آئی اوسے جس نے دیکھا
قدرتِ حق کا تماشا ہی تماشائے حجاز

سینۂ خستہ کے اک گوشے میں ہی اک پہلو
اور پہلو میں ہی دل، دل میں تمنائے حجاز

تابِ رفتار کہاں تھی، یہ ہی احسانِ جنوں
پائے خستہ کو کیا بادیہ پیمائے حجاز

کاش میرے ہی تڑپنے سے چھلک جائے کبھی
ساغرِ دل کہ ہی لبریز تمنائے حجاز

آفریں دیدۂ دل، چشمِ تصور شاباش
سر کی آنکھیں ہوں مُندی اور نظر آئے حجاز

سر کو ہوتے ہی تو سجدے درِ مولےٰ کے نصیب
پاؤں ہوتے نہ اگر بادیہ پیمائے حجاز

حافظِ ہیچ سرا رو تجھے ہی میں کیوں نہ رہے
ہی بلبل نہ سہی ای چمن آرائے حجاز

ردیف (س)

روضے والے! دور کر دوری، مجھے بلوا کے پاس
قبر بھر دیدے ٹھکانا روضۂ والا کے پاس

جو غنی گر ہی، گیا اپنے بڑے داتا کے پاس
جسکی پروا سب کو ہی، پہنچا وہ بے پروا کے پاس

موجِ غفلت لیکے پہنچی ہی ڈبونے کو کہاں
بارھا پڑ دریا میں سوتا ہوں اُٹھا دریا کے پاس

حکم دیں وہ کاش سنکر دور سے فریاد کو
تجھکو ہی جو عرض کرنا، عرض کر پاس آکے پاس

رستے میں مدہوش سے کہتا ہوں، روضہ دور ہے
ساتھ میرا چھوڑنا، لیکن مجھے پہنچا کے پاس

دیکھنے والوں کا منھ تکتا ہوں بزم دید میں
میری محرومی کہ پیاسا رہ گیا دریا کے پاس

بزم تک پہنچا تو ہوں، لیکن کنارے بزم کے
بنکے ساحل، رہ گیا میں خشک لب دریا کے پاس

ایک ذرہ سامنے نیر کے ہوں نیر سے دور
ایک قطرہ ہوں میں اور دریا سے جدا دریا کے پاس

کیسے کیسے آپ کے صدقے کے روشن ہیں ثبوت
اک ید بیضا سی دستاویز ہے موسیٰ کے پاس

رخ ہے مصحف حاشیہ خط، اوس میں خوشخط رسم خط
اوسکے پڑھنے کی ہے عینک دیدۂ بینا کے پاس

جب سواد طیبہ دیکھا مٹ گئی دل کی خلش
یہ وہ کانٹا تھا جو نکلا جا کے اوس صحرا کے پاس

پشت مرکب ہوگئی بار مسرت سے دوتا
راکب یکتا چلا جب داور یکتا کے پاس

کیا بلا آسیب ہے جو ٹھہرے اونکے سامنے
سایہ بھٹکا بھی نہ آکر قامت زیبا کے پاس

میری بیماری کی جڑ ہے روضے والے کا فراق
میری بیماری کی بوٹی روضہ والا کے پاس

مال کا بھوکا سہی، دیدار کا بھوکا سہی
کھائے غم اوسکی بلا، جاتا ہو جو داتا کے پاس

جنکے دل زندہ ہیں، یوں جاتے ہیں مردے کے حضور
جاتے ہیں احیا ادب سے جس طرح احیا کے پاس

بندہ پروردہ ہوں، روپوش ہوں بھاگا ہوا
جاؤں کیا منھ لیکے ای حافظ میں اپنے لا کے پاس

تمہید نظم جلسہ سالانہ انجمن خدام الصوفیہ

علی پور شریف ۲۵ جمادی الاخرے ۱۳۳۲ھ

ساقی اک جام، کہ ہی وقتِ اخیرِ مجلس | آج ہی پیرِ مغاں زیبِ سریرِ مجلس
کرمِ عام کی جاگیریں عطا ہوتی ہیں | کرمِ خاصِ الٰہی ہی دبیرِ مجلس
خوب چلتا ہی درستی سے نظامِ دینی | جب سے ہیں علم و عمل شاہ و وزیرِ مجلس
آئی ہی چھائی ہی - لائی ہی چھڑکنے کو گلاب | بنکے رحمت کی گھٹا ابرِ مطیرِ مجلس
ہی کہیں شکلِ عرق - اور کہیں صورتِ مشک | آج چھایا ہی یہ فیضِ ہمہ گیرِ مجلس
بارھواں جلسۂ سالانہ ہی ماشاءاللہ | خیر سے آج ہیں پھر جمع مشیرِ مجلس
بارھواں سال ہی یا چودھویں کا چاند ہی یہ | چاندنی سے نہیں کم فرشِ منیرِ مجلس
ہی خبر سب کو ید اللہ جماعت پر ہی | پیر اک پیاری جماعت کا ہی پیرِ مجلس
حمد کی لی ہی ادھر، نعت کی تانیں ہیں ادھر | ساز دونوں سے کیے ہیں بم و زیرِ مجلس
آج ہی ختمِ شریف - آج کی مجلس ہی اخیر | حضرتِ ختمِ رُسُل آج ہیں میرِ مجلس

کاش ہو نعت کے لکھنے میں قبول اے حافظ

آخری نظم مری - وقتِ اخیرِ مجلس

ردیف (ش)

حشر میں ہی سب کو جنت کی تلاش
مصطفیٰ کو اپنی امت کی تلاش

حشر کے دن کیوں قیامت کی ہی دھوپ
ہم کو ہی بے سایہ قامت کی تلاش

نار سے امت کو لائے ڈھونڈھ کر
اللہ اللہ اونکی رحمت کی تلاش

دیکھتے ہیں اوٹ میں تل کی پہاڑ
کیجیے کثرت میں وحدت کی تلاش

ہی تلاش اوسکی حقیقت کی اگر
پہلے کر اپنی حقیقت کی تلاش

میرے دل میں پیاری آنکھیں دیکھ لیں
ہی اگر اپنی محبت کی تلاش

ہی مصیبت آپ اونکی تاک میں
جنکو رہتی ہی مصیبت کی تلاش

مجھکو جتنی ہی اذیّت ناگوار
دل کو اوتنی درد و کلفت کی تلاش

گھر سے نکلے تیرے دیوانے غریب
کر چکے جب گھر میں غربت کی تلاش

گوشۂ مرقد میں ہم آکر پڑے
کرتے کرتے کُنجِ وحدت کی تلاش

صبر کر صبر اے دلِ راحت طلب
خود مشقت ہوگی راحت کی تلاش

ہے ندامت مغفرت کی منتظر
مغفرت کو ہے ندامت کی تلاش

ملگئے وہ حشر کے میدان میں
دور پہنچی میری وحشت کی تلاش

زاہد و امیر! تمھارا ساتھ کیا
مجھکو طیبہ، تمکو جنت کی تلاش

جا پڑو حافظ! بقیعِ پاک میں
زندگی میں کرلو تربت کی تلاش

ردیف (ص)

کام قسمت سے دے گیا اخلاص
ورنہ میں کیا ہوں، کیا مرا اخلاص

بزمِ میلاد میں سب آئے ہیں
باادب، باخلوص، بااخلاص

یادِ حق کے لیے بنا ہے دل
اور دل کے لیے بنا اخلاص

لِیْ مَعَ اللہ پردہ ہے گہرا
کیا ہے راز و نیاز کیا اخلاص

سو دلوں سے کھرا ہے وہ اک دل
جس میں ہو پاک بے ریا اخلاص

کون میزانِ حشر میں تولے
کہ ہے میرا اچنچا تُلا اخلاص

نذر کرنے کو لیکے آیا ہے
اک تہیدستِ بے نوا اخلاص

چُپکے چُپکے، خبر نہیں کب سے — درد و دل میں بڑھا کیا اخلاص

کون ساتھی ہی، بیکسی یا دل — دل میں کیا ہی، نیاز یا اخلاص

صفحۂ دل میں ہی محبت متن — اوسکا باریک حاشیہ اخلاص

مجھکو دنیا سے، دل کو مولے سے — کس کو کم ہی، کسے سوا اخلاص

درد سے دل کی بڑھگئی ہمت — درد کا دل سے بڑھگیا اخلاص

دلِ شیدا کی آنکھ کا تارا — اک محبت ہی دوسرا اخلاص

لا بیاں درد کی دوا خود درد — لا دوا درد کی دوا اخلاص

جو کوئی آئے گورِ حافظ پر
بخش دے پڑھکے فاتحہ اخلاص

ردیف (ض)

میرے دل کو ہی خیالِ رُخِ زیبا سے غرض — میری آنکھوں کو تری نرگسِ شہلا سے غرض

میرے مولے ہو تمہیں، مالکِ دارین تمہیں — مجھکو مطلب ہی نہ دنیا سے نہ عقبےٰ سے غرض

پیروی دین کی دنیاے دنی میں کرنا — دین کا بندہ ہی بندہ، نہیں دنیا سے غرض

کرچکی دل کو جو ویران تو بولی وحشت — اب یہیں ہم تو رہینگے کہ ہی صحرا سے غرض
وہی کانٹا رہِ طیبہ میں کھٹکتا ہی مجھے — نہیں رکھتا جو مرے آبلۂ پا سے غرض
کیا کریں لیکے وہ طوبٰے کا بڑا سا سایہ — رکھتے ہیں جو قدِ بے سایۂ مولٰے سے غرض
مدعا تجھسے ہی ملنا نہ کہ موتی بننا — ہی ترے قطرۂ ناچیز کو دریا سے غرض
نہ کرو وعدۂ دیدار، دکھا دو دیدار — مجھکو امروز سے مطلب ہی نہ فردا سے غرض
میرے دامن کے لیے دستِ جنوں نے لتّے — پائے وحشت کو ہی دامنِ صحرا سے غرض
پہوں دھو دھو کے ملوں آنکھوں سے چوموں چاٹوں — ہی غرض در غرض اوس نقشِ کفِ پا سے غرض
رنج ہو جسکی غذا اوسکو خوشی سے مطلب — درد ہو جسکی دوا اوسکو مداوا سے غرض
تیرے بھوکے ترے دیدار کے بھوکے ہیں فقط — شربتِ دید سے رکھتے ہیں ترے پیاسے غرض
سرمہ یا کحلِ جواہر ہو ترا ہو پامال — غرض آنکھوں کو تری خاکِ کفِ پا سے غرض
دل میں آنکھوں میں تصور میں کہیں آئیں نظر — اونکے مشتاق کو ہی بزمِ تماشا سے غرض
خارجی بھاڑ میں چولھے میں نصیری جائے — مجھکو مولٰے سے ہی مولٰے کے تولّا سے غرض
اوسکا داغ اوسکو مبارک نہ تکے اور کا داغ — ماہ کو کیا ہی ترے ناصیہ فرسا سے غرض
میری آنکھیں ہوں تجلّی ہو ترے روضے کی — ہی چشمِ موسےٰ سے غرض برقِ تجلّا سے غرض
یوں تو کانٹوں سے نہیں ہی کوئی صحرا خالی — میرے تلوؤں کو تو ہی تیرے ہی صحرا سے غرض

طرح اچھی کہ بُری ہو، نہیں مطلب حافظ
مدحت اچھی ہی مجھے مدحتِ مولیٰ سے غرض

ردیف (ط)

پہنچے نبی کے انتوں کو، گوہر کی کیا بساط
گوہر کی کیا بساط ہی، اختر کی کیا بساط

اک نقدِ دل ہی نذر، جسے قلب کہتے ہیں
مولیٰ ہی تیرے بندۂ بے زر کی کیا بساط

مشکل ہی رکھ رکھاو، کوئی ٹھیس لگ نہ جائے
شیشے کا ہی بنا۔ دلِ مضطر کی کیا بساط

دل میں بھڑک رہی ہی جو عشقِ نبی کی آگ
اوسکو بجھا سکیگا، سمندر کی کیا بساط

کس مُنھ سے میں کہوں، دلِ خستہ میں آئیے
میں کیا ہوں، میرے ٹوٹے ہوے گھر کی کیا بساط

طیبہ کے دیکھنے کو تڑپتا ہی دل مرا
خود اوڑ کے جائے، طائرِ بے پر کی کیا بساط

زورِ بشر کجا و قضا و قدر کجا
آبِ حیات پی لے، سکندر کی کیا بساط

دامن میں اپنے مجھکو چھپا لیں اگر حضور
مجھکو ستائے، گرمیِ محشر کی کیا بساط

ہی روزِ حشر کون کسی کا شریکِ حال
مادر کی کیا ہی تاب، برادر کی کیا بساط

تڑپا بھی ہجر میں تو جہاں تھا وہیں رہا
تجھ تک پہنچ سکے، ترے مضطر کی کیا بساط

انگلی کے ایک اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا
کرتا مقابلہ، مہِ انور کی کیا بساط

جاں بخش اونکے لب ہیں، نزاکت میں فرد ہیں
تشبیہ دوں میں لعل کو، پتھر کی کیا بساط

اعجاز کے حریف نہیں آ کے سامنے
جادو کی کیا مجال ہی، منتر کی کیا بساط

امید بھی ہی ڈر بھی، برابر کی چوٹ ہی
امید کو پچھاڑ سکے، ڈر کی کیا بساط

حافظ ہی جسکا نام، سخنور سہی مگر
لکھے نبی کی مدح، سخنور کی کیا بساط

ردیف (ظ)

حق تعالے ہی غلامانِ نبی کا حافظ
ہم ہیں محفوظ کہ حافظ ہی ہمارا حافظ

میں تو دنیا میں ہوں قرآنِ مبیں کا حافظ
اور قرآنِ مبیں حشر میں میرا حافظ

مصحفِ پاک ہی اک دفترِ نعتِ نبوی
میں ہوں اس دفترِ نعتِ نبوی کا حافظ

ننگِ امت ہوں، بلاؤں سے بچالے مجھکو
حافظِ امتِ مرحومہ ہی تو یا حافظ

تیسوں پاروں کا تجھے واسطہ دے غم سے نجات
تیسوں پاروں کا ہی یہ غمزدہ بندہ حافظ

مجھکو کیا فکر اگر تو ہی نگہباں میرا
مجھکو کیا غم ہی اگر فضل ہی تیرا حافظ

دلِ ذاکر کو ستانے نہیں پاتیں فکریں
مطمئن دل ہے مرا ذکر ہے تیرا حافظ

متوکل متوسل متفکر کیا ہو
متوکل کو ہے ایک اونکا وسیلہ حافظ

عاشقوں پہ تو کبھی آنچ نہ آئی ہے نہ آئے
آتشِ عشقِ پیمبر کا ہے صدقہ حافظ

امتی اونکے گناہوں میں ہیں ڈوبے لیکن
ڈوبنے والوں کو رحمت کا ہے دریا حافظ

سُن لے ہندی کی مدینے میں مدینے والے
کون ہندی وہی مہجور و شیدا حافظ

ردیف (ع)

کیا کرے دردِ محبت کو ہو صحت مانع
کہ دوا کے لیے ہے دردِ محبت مانع

گھر سے نکلا نہیں جاتا کہ ہے طاقت معدوم
گھر میں بیٹھا نہیں جاتا کہ ہے وحشت مانع

روضۂ پاک کی جالی سے لڑاتے آنکھیں
تھا ادب آڑے گو ہوئے چشمِ مروت مانع

شکر ہے یہ میں مصیبت کے تو قابل ٹھہرا
شکر کرنے کی نہیں کوئی مصیبت مانع

جو مزے چکھے ہیں چکھنے کو نہ ملتے صد شکر
کہ نمک کی تو نہیں دل کی جراحت مانع

یہ تو سو جینے کا جینا ہے کہ ہو جائے وصال
جیتے رہنے کو نہیں جان کی رخصت مانع

سفرِ طیبہ کا ساماں ہو کس طرح درست
کہ درستی کی ہے ٹوٹی ہوئی ہمت مانع

شوخیِ طبع کا ہے رنگ نہ پسندِ احباب
اور شوخی ہو مرا رنگِ طبیعت مانع

گھر سے دوڑے گئے، کر آئے طوافِ کعبہ
گر پڑی سر سے، جو تھی گردشِ قسمت مانع

آخری عمر ہے جلدی سے زیارت ہو جائے
دیر تک جینے کی ہے تنگیِ فرصت مانع

چاہتا ہوں میں کہ دربار میں پہنچوں حافظ
پہنچوں کیونکر کہ ہے مولےٰ کی مشیت مانع

ردیف (غ)

اللہ ہزار روز مرے سینے کو دے داغ
تختہ یہ چمن کا ہے، رہیں پھولے پھلے داغ

اول تو مرے سینے میں گنتی ہی کے تھے داغ
داغوں کا یہ ہے فیض کہ بے گنتی پڑے داغ

سینے میں ہے دیدے کے جو رونق۔ تو اسی کی
مٹ جائے اگر دل بھی تو دل کا نہ مٹے داغ

لگنے کا ہو ارمان، مدینے کی تمنا
اک دل میں رہے۔ ایک کلیجے میں رہے داغ

رہتا ہے تصور میں جو وہ گنبدِ اخضر
ہوتے ہی نہیں خشک مرے دل کے ہرے داغ

روضے کی جدائی سے جو گزری ہے نہ پوچھو
اللہ کسی کو بھی جدائی کا نہ دے داغ

پھنک جائے وہ دل جس میں محبت کی نہ ہو آگ
جل جائے جھلس جائے وہ سینہ جو ہو بے داغ

ہے داغ کو کیا فکر، سلامت رہے سینہ
سینے میں سلامت رہے اللہ کرے داغ

رہ رہ کے جلاتا ہے غمِ شہ میں جو دل کو
جل جل کے میں کہتا ہوں کہ ٹھنڈا نہ رہے داغ

لالے کو کوئی داغ ملا، کوئی قمر کو
وہ چار جو میرے جگر و دل سے بچے داغ

جل جل گئے، مر مر گئے، مٹ مٹ گئے عاشق
جیسے تھے چمکتے ہوئے ویسے ہی رہے داغ

ہونٹوں کی محبت کا ہے بندہ دلِ زخمی
ہونٹوں کے تبسم کے نمکخوار مرے داغ

اشکوں کی بساط اتنی کہاں ہے کہ بجھائیں
جب داغ سے سینہ جلے سینے سے جلے داغ

ہاں درد پہ تم بھی کہ دونا ہو اجالا
جلنے کے لیے دل ہے، جلانے کے لیے داغ

حافظ! ہے یہی مشقِ سخن اور صفائی
لکھا نہ گیا آپ سے اک شعر بھی بے داغ

ردیف (ف)

ہاں وحشتِ دل لے چل سوئے نجفِ اشرف
میں دیکھ لوں آنکھوں سے کوئے نجفِ اشرف

روئے نجفِ اشرف آئینہ ہو سینے کا
آئینے میں سینے کے رہے روئے نجفِ اشرف

اے جان نکل باہر کیوں گھٹتی ہے تو اندر
آئی ہے صبا لیکر بوے نجفِ اشرف

ہاں شوق اُڑائے اور اُچل، قدموں کو بڑھائے چل
سوئے نجفِ اشرف، سوئے نجفِ اشرف

پھولوں کا کھلا تختہ ہے سینے کے داغوں میں
پھولوں کے دماغوں میں ہے بوے نجفِ اشرف

بڑھ چڑھ کے بھی سیلِ اشک، کچھ پاسِ ادب رکھنا
اوٹی نہ بہا دینا جوے نجفِ اشرف

بیہوش جو پاتی ہے یوں ہوش میں لاتی ہے
لاتی ہے صبا جاکر بوے نجفِ اشرف

بھٹی ہے وہ سمجھ والی تو ساتھ نکیوں ہولی
گزری تھی صبا لیکر بوے نجفِ اشرف

نامِ نجفِ اشرف سنتے ہی جنوں اوٹھا
دیوانے کو اک بس ہے ہوے نجفِ اشرف

دل تھا، نہ کوئی پتھر تھا شیشے سے نازک تر
نکلا نہ کبھی ٹکر کے سوے نجفِ اشرف

رہے نجفِ اشرف سوے دلِ حافظ ہو
رہے دلِ حافظ ہو سوے نجفِ اشرف

ردیف (ق)

جانِ جہاں ہے حسن تو ہے جہاں نثارِ عشق
امیدگاہ حسن ہے، امیدوارِ عشق

ہے ہو چھپے تو حسن ہے معشوقِ پردہ دار
معشوقِ پردہ دار کا ہے اشتہارِ عشق

پردے میں شوخیاں ہوں یہ ہی کام حسن کا
پردے سے باہر آکے ہوا بیقرار عشق

جس ہی پڑھا ہوا ہی نہ چھوڑیگا جیتے جی
شاید ٹلے تو لیکے ٹلے جانِ زار عشق

راحت کسی کا کام ہی جراحت کسی کے نام
سرمستِ خوابِ حسن ہی شب زندہ دار عشق

ہی حسن کو کمال تو ہی عشق بے زوال
ہی تابدار حسن تو ہی پایدار عشق

دولت سرائے حسن سے ہی سایلِ زکوٰۃ
گو سکّہ ہائے داغ سے ہی مایہ دار عشق

مطلب تو ہی یہی کہ بڑھیں بیقراریاں
کیوں بیقرار دل میں نہ پکڑے قرار عشق

جب دیکھو تو لگی ہوی ہی حسن کی طرف
دیوانہ اپنے کام میں ہی ہوشیار عشق

بے عشق کام چل نہیں سکتا ہی حسن کا
ہاں حسن خود نما ہی تو آئینہ دار عشق

اس میل جول پر بھی ہی قسمت جدا جدا
نرمی میں گل ہی حسن کھٹکتے ہیں خار عشق

روشن کریگا اپنے شہیدوں کے نام کو
جلتا رہیگا بنکے چراغِ مزار عشق

جب عشق ہی تو مجھکو غم بیکسی نہیں
رکھتا ہی اپنے ساتھ غمِ روزگار عشق

رکھا گیا ہی عشق و ہوس میں یہ امتیاز
دو دن کی ہی ہوس تو ہمیشہ بہار عشق

حافظ کو دیدے واسطہ اپنے حبیب کا
اپنے حبیب کا مرے پروردگار عشق

ردیف (ک)

جانِ ستم رسیدہ کا تیرا ہی غم شریک
غم کا شریک ہی وہ مگر ہی ستم شریک

ہجرِ نبی میں کون ہی میرا شریکِ حال
اک بیکسی شریک ہی، اک دل کا غم شریک

ہستی تو ہی وہ ہی جسے ممکن نہیں عدم
ہستی ہماری کیا کہ ہی جسکا عدم شریک

رحم و غضب کو دیکھکے بولے امید و بیم
ہم دونوں حصہ دار، برابر کے ہم شریک

منقولیوں کو یاد ہی تسلیم کا سبق
معقولیوں کی بحث میں لا و نعم شریک

قدرت یہ کس کو ہی کہ ہمارا لکھا مٹائے
قدرت کے جس میں ٹھہرے دوات و قلم شریک

حسرت سے دیکھتا ہوں دمِ واپسیں کو میں
آخر میں رہگیا ہی یہی ایک دم شریک

اللہ آپ ہوگا ہمارا شریکِ حال
اللہ کا جو کوئی نہ ٹھہرائیں ہم شریک

آہیں بھی ساتھ دیتی ہیں نالے بھی درد میں
جسکا اثر ہی نام وہ ہوتا ہی کم شریک

میں اور ہجرِ شاہ میں بیکس، نہیں نہیں
دل کا ہی غم شریک، جگر کا الم شریک

تھا عشق میزبان، مہیا تھے اشک و غم
کھانے میں ہم شریک تھے پینے میں ہم شریک

دربارِ حشر میں تری امت کو خوف کیا
تیرا کرم شریک، خدا کا کرم شریک

مدِ نظر خدا کو اک ارشادِ پاک تھا
کی پہلے خاکِ پاکِ نبی کی قسم شریک

پتھر میں اور شیشۂ دل میں پڑی ہے بحث
ہو فیصلے کو آپ کا نقشِ قدم شریک

صلِّ علیٰ حضور کی بیکس نوازیاں
جسکا کوئی شریک نہ ہو اوسکے ہم شریک

حافظ ہزار حیف کہ ابکے رجب میں بھی
تھے سب شریکِ بزم، نہ تھے ایک ہم شریک

ردیف (ل)

شکرِ خدا، نمود ہوا عید کا ہلال
نذرانہ عید کا ہے کہ ہے رونما ہلال

تعظیمِ عیدِ فطر کا اللہ رے اہتمام
تسلیم کے لیے ہے سراپا جھکا ہلال

کیوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھیں نہ روزہ دار
اُنتیس کا ہلال ہے اُنتیس کا ہلال

اُنتیس روزے رکھنے کا پورا ہوا اثر
ہمزے کی طرح لاغر و باریک تھا ہلال

ڈوبا ہوا پڑا تھا اوسے کون اوچھالتا
آہی تھا ناو، آپ ہی تھا ناخدا ہلال

روزے اوٹھا کے رکھنے لگا طاقِ چرخ پر
پاکر اشارہ ابروِ محبوب کا ہلال

ایسا تنزّل، ایسی ترقی، خدا کی شان
بڑھکر بنا جو بدر، تو گھٹ کر ہوا ہلال

غصہ بقدرِ ضعف، ہے قدرت کا مقتضا
دُبلا ہوا تو اور بھی ٹیڑھا ہوا ہلال

تھا رو بقبلہ صرفِ رکوعِ نمازِ شام — پھر جھکتے جھکتے سجدے میں جا کر گرا ہلال

انگلی جھکا کے اپنی طرف، یہ اشارہ ہے — دیکھو شہورِ حج کا یہ پہلا ہوا ہلال

چھریوں کے جوہر۔ اور نکیتی کے ہاتھ میں — بانکا بنا دکھانے کو بانکی ادا ہلال

روزہ معاف مفت میں ہو جائے تیسواں — ناخن سے ہو جو عقدہ لاحل کشا ہلال

انگلی سے ہاتھ کی ہے یہ نیم مہ دو نیم — ناخن کسی کے پاوں کا ترشا ہوا ہلال

بالا بنا رہا تھا غلاموں کو آپ کے — نکلا پرانا حلقہ بگوش آپ کا ہلال

تارے چمک دمک میں ہیں لاکھوں بڑھے چڑھے — پلّہ ترا زیادہ ہی جھکتا ہوا ہلال

پستی میں کس عروج سے پھینکا تھا چرخ نے — ہمت ہی کیا بلند کہ پھر بڑھ چلا ہلال

اپنا ہی چہرہ مہرہ ہے، اپنا ہی آئینہ — کنٹھا بنا خود اپنے گریبان کا ہلال

ابرو کہاں رسولِ معظم کے۔ تو کہاں — تو ہی ہزار بار کا دیکھا ہوا ہلال

حافظ! سنا بھی کچھ کہ پہنچکر مدینے میں
خدّامِ بارگہ کا سلامی ہوا ہلال

آئی ہے دنیا میں جھم جھم عیدِ میلادِ رسول — کھو گئی دنیا کے سب غم عیدِ میلادِ رسول

ہاں صلائے عام ہے بُشریٰ لکُم بُشریٰ لکُم — لو منا لو مل کے باہم عیدِ میلادِ رسول

ایک پلے میں وہ دونوں ایک پلّے میں یہ ایک — دونوں عیدوں سے نہیں کم عیدِ میلادِ رسول

سال بھر بعد آئی ہی پڑھتی رسولِ پاک پر
آج صلّی اللہ و سلّم عیدِ میلادِ رسول

تیسرا اسکا مہینا، اونکا دسواں بارھواں
دونوں عیدوں پر مقدم عیدِ میلادِ رسول

جھومتا ہی ابرِ رحمت، لائی ہی تقسیم کو
بادۂ عیش دما دم عیدِ میلادِ رسول

آئی ہی آج اہلِ عالم کو دکھانے کے لیے
قوتِ تسخیرِ عالم عیدِ میلادِ رسول

دو مہینے سے برابر شہرِ غم کا تھا عمل
کرنے آئی شاد و خرم عیدِ میلادِ رسول

جانِ تازہ کی ہوس میں تیرے فدائی کیا کریں
ایک ترا دم ہی کیا کم عیدِ میلادِ رسول

آج تیرا ہی عمل، اوتر ترا، دکھن ترا
ترا پورب، ترا پچھم، عیدِ میلادِ رسول

کیا بدخشان و بخارا، کیا حجاز و مصر و شام
ہر جگہ ٹھہری مسلّم عیدِ میلادِ رسول

اہلِ سنت پھرتے ہیں خوش خوش کہ ہی شہر السرور
منکروں کو ہی محرّم عیدِ میلادِ رسول

یہ تمنا ہی، منائیں ایکے آکر میرے گھر
میرے مونس میرے ہمدم، عیدِ میلادِ رسول

مجھکو بھی عزّ و شرف دیں آپ بھی لوٹیں ثواب
یوں کریں میرے مکرم عیدِ میلادِ رسول

حافظ اور احبابِ حافظ عمر بھر کرتے رہیں
ملکے باہم شاد و خرم عیدِ میلادِ رسول

روز آجاتا ہی اونکے قدِ بالا کا خیال
روز کر آتا ہی سیرِ عالمِ بالا خیال

میں کہاں روضہ کہاں ہی خواب ہی یہ خیال
ہند سے بے بال و پر اوڑتا ہوا پہنچا خیال

اب بھی دل پیارا نہ ہو کیوں مجھکو اپنی جان سے
دل میں اک اللہ کے پیارے کا ہی پیارا خیال

باپ کو اولاد بھی ہوتی نہیں اتنی عزیز
آپ کو ہی جس قدر ہر فردِ امت کا خیال

خوابِ غفلت میں گنہگارانِ امت ہیں پڑے
خواب میں اونکو گنہگارانِ امت کا خیال

میں وہ سودائی نہیں جو مول لوں سودے ہزار
ایک سر کے واسطے کافی ہے اک تیرا خیال

شکر کر اے دل غنیمت جان کیا کم ہے یہ بات
میں نہ پہنچا اونکے روضے تک مرا پہنچا خیال

روضہ والا کا قبہ جب سے دیکھ آیا ہوں میں
چرخ سے اونچی نظر ہے عرش سے اونچا خیال

نظم ہے معراج کی ـ یا نظم کی معراج ہے
لامکاں سے ڈھونڈ کر مضمون لے آیا خیال

کچھ لیے اشکوں کے دھاگے کچھ بٹے تارِ نفس
ہم نے ڈورے ڈالکر سرکار کا باندھا خیال

شعر گوئی کا اگر حافظ تجھے ہوتا شعور
ہوتی اچھی فکر، اچھی بول چال، اچھا خیال

ردیف (م)

تم غوثِ عالم یا غوثِ اعظم
یا غوثِ اعظم یا غوثِ اعظم

یکس تمنائے یک سینے
وہ تم ہو یہ ہم یا غوثِ اعظم

کیوں کوئی دل کا دُکھڑا سُنیگا
کس سے کہیں ہم یا غوثِ اعظم

تعظیم دینا کام اولیا کا
تم ہو معظم یا غوثِ اعظم

عاشق کو تیرا اسمِ مبارک
ہی اسمِ اعظم یا غوثِ اعظم

تیری دعا نے ٹالا قضا کو
ٹلتی گو وہ مبرم یا غوثِ اعظم

جنّ و بشر کے فریاد رس ہو
غوثِ دو عالم یا غوثِ اعظم

تم مایہ دارِ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ
فقرِ مجسّم یا غوثِ اعظم

بھر دو اگر تم کاسہ گدا کا
ہو ساغرِ جم یا غوثِ اعظم

حسرت مٹا دو، صورت دکھا دو
اب دم چلا دم یا غوثِ اعظم

حافظ کو ہو گی کب باریابی
وَاللّٰہُ اَعْلَمْ یا غوثِ اعظم

ای صَلِّ عَلٰے صَلِّ عَلٰے رحمتِ عالم
ہو رحمتِ حق نامِ خدا رحمتِ عالم

ہو نورِ نظر - نورِ خدا رحمتِ عالم
آنکھوں کی ضیا - دل کی جِلا رحمتِ عالم

تم کو تو خطا پوش عطا پوش سُنا ہی
کیا دیکھتے ہو میری خطا رحمتِ عالم

اللہ کی ہی شان تری شانِ جمالی
محبوب کیا اور کہا رحمتِ عالم

دن رات ہی عالم میں تمھارا ہی اوجالا
ہو شمسِ ضحےٰ بدرِ دُجےٰ رحمتِ عالم

عالم کو اگر ہی تو ہی رحمت کا سہارا
ہو رحمتِ عالم تمھیں یا رحمتِ عالم

عالم کی نظر آپ کی رحمت کی طرف ہی
رحمت کی نظر کیجیے یا رحمتِ عالم

عالم اونھیں کیوں نہ سمجھے نہ اللہ کی رحمت
اللہ نے لقب جن کو دیا رحمتِ عالم

رحمت تو چھُڑا دیتی ہی عالم کو بلا سے
ڈرتی ہی بلاؤں سے بلا رحمتِ عالم

خود نور ہو۔ خود سایہ۔ تمھارا انھیں سایہ
ای نورِ خدا ظلِّ خدا۔ رحمتِ عالم

ڈرتا ہوں نہ کھل جا مرے جرم کا پردہ
ہاں دامنِ رحمت میں چھپا رحمتِ عالم

رحمت بھی ترے مُنھ کی طرف دیکھ رہی ہی
مُنھ کس کا تکوں تیرے سوا رحمتِ عالم

ہوں میں تو خطاوار خطاؤں کا مقر ہوں
دیکھ اپنی تو رحمت کو ذرا رحمتِ عالم

مانا کہ گنہ میرے پہاڑوں سے بڑے ہیں
ہی رحم ترا سب سے بڑا رحمتِ عالم

رحمت کی نظر ہو دمِ آخر سوِ حافظ
ہر شعر کے آخر میں لکھا رحمتِ عالم

خالق کے دوات اور قلم رحمتِ عالم
دونوں ہیں ترے طبل و علم رحمتِ عالم

جھونکا کوئی آتا نہیں طیبہ کی ہوا کا
ہی ناک میں دم۔ ناک میں دم رحمتِ عالم

دل یا کوئی پتھر ہی۔ نہ کیوں شک سے دیکھے
پتھر میں ترا نقشِ قدم رحمتِ عالم

میرا سرِ شوریدہ ہو۔ ٹھوکر ہو تمھاری
ان دونوں کو رہنے دو بہم رحمتِ عالم

بڑھ بڑھ کے خطائیں کیے جاتے ہیں خطا کار
رحمت تری ہوتی نہیں کم رحمتِ عالم

ہاں ایک نظر چشمِ کرم سے ہو ادھر بھی
ہے تجھ سے ہمیں چشمِ کرم رحمتِ عالم

میں اور مری جان تری شان کے صدقے
اے شانِ کرم۔ جانِ کرم رحمتِ عالم

میں ہوں وہ گدا جس کی یہی ایک صدا ہے
للہ ادھر چشمِ کرم رحمتِ عالم

میں قطرۂ ناچیز ہوں اک حادث و فانی
تم گوہرِ دریائے قدم رحمتِ عالم

عصیاں سے یہاں دم کوئی خالی نہیں جاتا
رحمت تری لیتی نہیں دم رحمتِ عالم

ہاں ٹوٹے ہوئے ٹھیکرے میں بھیکِ ذرا سی
دیدو کہ بنے ساغرِ جم رحمتِ عالم

دیدار کے پیاسے کو جھلک آکے دکھا دو
بیمار کا آنکھوں میں ہے دم رحمتِ عالم

رحمت ہے سلامت تو مری فردِ گنہ کا
ہے ایک وجود اور عدم رحمتِ عالم

واللہ تری خاکِ قدم ایسی ہے جس کی
اللہ نے کھائی ہے قسم رحمتِ عالم

حافظ کے گناہوں کے چھپانے کو تو کافی
ہے آپ کا دامانِ کرم رحمتِ عالم

وارثِ احمدِ مختار امامِ اعظم
نائبِ سیدِ ابرار امامِ اعظم

اولیا کے بھی ہیں سردار امامِ اعظم
عالمِ عالمِ اسرار امامِ اعظم

ہیں امام اور بھی آپ اور اماموں سے بڑے
آپ کی ہے بڑی سرکار امامِ اعظم

فقہا جنکے ہیں پیرو علما جنکے میاں ۔ ہیں وہ سالار وہ سردار امامِ اعظم

ہیں وہ سرتاجِ ائمہ وہ سراج الامہ ۔ تیرگی پردہ ضیا بار امامِ اعظم

فخر سچے علما کو ہی تمھارا جوٹھا ۔ سب تمھارے ہیں اُلُش خوار امامِ اعظم

برکت والوں نے پائے ہیں اونھیں سے برکات ۔ عظمت والوں کے سردار امامِ اعظم

نہ کرے منھ بھی کبھی جسکی طرف بادِ خزاں ۔ فقہ اکبر کا ہی گلزار امامِ اعظم

آپکے سنتے ہیں اوصاف تو جل جاتے ہیں ۔ ہیں عدو آپکے فی النار امامِ اعظم

تم نے دیکھا ہی اوسے جسنے نبی کو دیکھا ۔ ہی خداداد یہ دیدار امامِ اعظم

حق جو دائر ہی وہ اکثر ہی تمھاری ہی طرف ۔ حق تمھارا ہی طرفدار امامِ اعظم

آپ کا سینہ ہی گنجینہ قرآن و حدیث ۔ آپ ہیں مخزنِ انوار امامِ اعظم

علما کے فضلا کے صلحا کے سب کے ۔ مقتدا قافلہ سالار امامِ اعظم

برزباں وردِ زباں نوکِ زباں ہی تمکو ۔ ہوں احادیث کہ آثار امامِ اعظم

دجلۂ غم کا نہیں غم کہ حمایت کے لیے ۔ وار ہیں غوث تو ہیں پار امامِ اعظم

منکروں میں ہی وہی منکرِ اعظم جسکو ۔ تیری عظمت کا ہی انکار امامِ اعظم

آپ کا مدح سرا حافظ بے برگ و نوا
نذر کرتا ہی یہ اشعار امامِ اعظم

خوشم که ناخن غم دارم و دلے دارم
دلے ز درد گرے سخت مشکلے دارم

نفس نفس دم آبے که خواهم از ساقی
زبان زبان تب تشنه تابے گدو دلے دارم

غریق ورطهٔ حرمان چو من مباد کسے
بجسر تکیه نگاهے بساحلے دارم

کجاست صور قیامت که کار خویش کند
فغان فغان که دلے سخت غافلے دارم

ز طرز نجان سپهر، روش می لرزد
نهفته سحر حلالے بیابلے دارم

توانم اینکه بگیرم ز خامه کار کیا
که من زمین غزل سیر حاصلے دارم

چه از فراق تو یارے که می کشم هر شب
چه از غم تو غبارے که بر دلے دارم

نه از تو دور صبورم نه بخطر بحضور
کجا برم بکه گویم عجب دلے دارم

همم که بسته بروی ره گشود و گشاد
چه مشکلے که ندارم چه مشکلے دارم

چو من گرفته دلے خسته مباد کسے
که دست بر دلم و پاے در گلے دارم

به بیکمالی خود چون ننازم ای حافظ
باین که ناقصم استاد کاملے دارم

یاد ایامے که من در سر هوائے داشتم
داشتم دانش و سودائے داشتم

روزها با پیکر حسن تو می بستم خیال
هم شبها با خیال التجائے داشتم

عسرتم عشرت نمود و سهل تر هر مشکلے
مصطفائے داشتم مشکلکشائے داشتم

آشکارا شادمان و در نہاں فریاد خواں ... سینہ ریش و دلِ خونیں نوائے داشتم

جستم و بگسستم از اغیار و دل بستم بدوست ... ماجرا ہا در نوشتم ماجرائے داشتم

شوقِ دل بودہ است خضرِ راہ بس دور و دراز ... منکہ رہ بردم بمنزل، رہنمائے داشتم

من بعمرے سر فرو ناوردہ پیشِ چوں خودے ... مر خدا را بندہ بودم، من خدائے داشتم

دستِ من بودہ تہی از مایۂ بے مایگی ... داشتم دردے و دل درد آشنائے داشتم

نازشِ من اینقدر بس بود کاندر کوے او ... خاک بر سر داشتم، سر زیر پائے داشتم

بودہ ام از ضبطِ فغاں خود پردہ دارِ خویشتن ... و اندرونِ دل شکستِ بے صدائے داشتم

چند گفتی - مدعا در دل چہ داری باز گو ... منکہ ناکامم دلِ بے مدعائے داشتم

تو نہ بینی بر خطا کاراں در بخشایشے ... من خطائے داشتم - چشمِ عطائے داشتم

می کشیدم انتظارِ مرگ پیش از مرگِ خویش ... مرگ پیش آمد کہ مرگے در قفائے داشتم

در رہش چنداں دویدم - پایم از رفتن بماند ... تا بپائے سر رسیدم - سر زپائے داشتم

شاہِ خوباں در ہجومِ حشر ما را دید و گفت
آں توئی حافظ کہ من بر در گدائے داشتم

ردیف (ن)

۱۷- جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ عرس شریف بدایوں

سب بدحواس تابشِ روزِ جزا میں ہیں / ہم لوگ ظلِ فضلِ رسولِ خدا میں ہیں

ہم خالی ہاتھ بھی طلبِ مدعا میں ہیں / امیدواریاں کفِ دستِ دعا میں ہیں

تھا روزِ حشر ہم کو مصیبت کا سامنا / ہے خیر یہ کہ امتِ خیرالوریٰ میں ہیں

ایمان کہہ رہا ہے یہ کھل کر پکار کر / محفوظ ہم تو قلعۂ خوف و رجا میں ہیں

جن نیچے دامنوں میں کریمی کی شان ہے / دستِ گدا میں ہیں وہ کفِ بینوا میں ہیں

منہ سے نکل بھی جانے دے اے انتہائے ضعف / دو ایک ہی تو حرف ہماری دعا میں ہیں

مجھ دردمند کا نہیں کوئی شریکِ درد / بیہودہ ہیں وہ دوست جو فکرِ دوا میں ہیں

پستی سے اوٹھکے گنبدِ اخضر کو چوم آئے / یہ حوصلے کہاں نگہِ نارسا میں ہیں

میرے عرق نے لپکے سوئے روضہ اوڑ چلے / روکا کرے صبا یہ کچھ تو ہوا میں ہیں

وہ اول رسل ہیں وہ ہیں خاتم رسل
وہ سب کے ابتدا میں ہیں وہ انتہا میں ہیں

آنکھیں ہیں اون کے دل کی ہو کیا جانے چشم سر
پردے ترے ظہور میں جلوے خفا میں ہیں

گم کردہ راہ ہیں وہ، جنھیں بیخودی نہیں
کھوئے ہوئے جو ہیں وہی راہ خدا میں ہیں

آئینگے دل میں عرش سے مضمون مدح کے
اوترینگی شیشے ہی میں جو پریاں ہوا میں ہیں

لیکر گئی گئی نہ گئی روضے کو صبا
اللہ جانے آہیں مری کس ہوا میں ہیں

دیوانوں کو کسی نے بھی پوچھا نہ حشر میں
عاقل ہی دار و گیر جزا و سزا میں ہیں

پہنچی نہیں دعا تو ابھی آسمان پر
ہم ہیں کہ انتظار قبول دعا میں ہیں

ہم جانیں اور آپ، جو پر لطف لذتیں
ہمکو خطا میں، آپ کو عفو خطا میں ہیں

تر دامنوں میں ہیں مگر اک تار تر نہیں
ڈوبے ہوئے جو آپکے بحر عطا میں ہیں

بیٹھا ہوا ہے سکہ اونھیں کا بہشت پر
نقش و نگار جو تری دولتسرا میں ہیں

روضے کو بل ہماری بھی قسمت کا لے نہ جائے
آخر ہزاروں بل ہی تو موج صبا میں ہیں

کرتے ہیں بند مدح سراؤں کا ناطقہ
گویا جو سنگریزے کف مصطفیٰ میں ہیں

بے سایہ اونکی ذات ہے، وہ خود ہیں ظل حق
ہم اونکے سایے میں ہیں وہ ظل خدا میں ہیں

حافظ ہیں چند شعر سنانے کو اور بھی
جو مدح غوث و منقبت مرتضیٰ میں ہیں

دنیا کی دولتیں تری دولتسرا میں ہیں
عقبیٰ کی نعمتیں ترے دستِ عطا میں ہیں

اللہ کی ہے خلق یہ اللہ کی مرید
ہاتھ اون مریدوں کے کفِ دستِ خدا میں ہیں

للہ مجھکو ناخنِ تدبیر رکھ معاف
سب مشکلیں مری کفِ مشکلکشا میں ہیں

یارب گناہگاروں کا پردہ نہ کھولنا
دبکے چھپے جو دامنِ آلِ عبا میں ہیں

قادر ہے تو، قدیر ہے تو، مقتدر ہے تو
قدرت کے تیری جلوے ترے اولیا میں ہیں

مرنے کے لطف سب ہیں تمھارے ہی عشق میں
جینے کے جو مزے ہیں تمھاری رضا میں ہیں

ہم قادری فقیر ہیں اک لکیر کے
پیاری لکیریں جو کفِ دستِ خدا میں ہیں

سرکار! اپنے وقت کے مولا علی ہو تم
مولا علی کے وصف جو ہیں ھل اتیٰ میں ہیں

مولا علی کے پیارے، نبی کے ہیں لاڈلے
محبوبِ رب ہیں، غوث ہیں، آلِ عبا میں ہیں

ساقی! خدا کے واسطے اتنا تو پوچھ لے
جو مست ہیں الست کے وہ کس بلا میں ہیں

تم پر سب آشکار ہیں، تم سے چھپے نہیں
جو مدعا نہاں دلِ بیمدعا میں ہیں

مرنے سے کیوں ڈرے جسے جینا عزیز ہو
دارِ فنا سے جو گئے دارِ بقا میں ہیں

رختِ برہنگی کو مشجر بنا ئینگی
لہریں گنی چنی جو صفِ بوریا میں ہیں

سرکارِ غوث پاک ہے تفسیرِ ھل اتیٰ
اوصافِ مرتضیٰ خلفِ مرتضیٰ میں ہیں

ولیوں کے وہ امام ہیں ولی اونکے مقتدی
سب سے بڑھے ہوئے وہ صفِ اولیا میں ہیں

دکھیں تو اپنے حسن کے جلوے کی سیر آپ
آئینہ خانے سینۂ اہلِ صفا میں ہیں

قادر ہو تم، جدھر کو جسے چاہو پھیر دو
ہونے تمہارے ہاتھ دلوں کی لگا میں ہیں

اب ڈوبی ناؤ، بندہ قادر! دوہائی ہے
یا ناخدا جو کہتے ہیں یادِ خدا میں ہیں

داتا تمہارے ہاتھ بس اب اونکی لاج ہے
پھیلے ہوئے جو ہاتھ امیدِ عطا میں ہیں

یا خُلق یا عتاب کو لائینگے کھینچکر
فقرے جو چڑھے گلۂ ناروا میں ہیں

جنکو لکیریں جانتے ہیں آپکے مریض
نسخے دوا کے آپکے دستِ شفا میں ہیں

غلمان و حور قادریوں کے ہیں منتظر
تیرے غلام صرفِ بیع و شرے میں ہیں

اُفتادگانِ خاک کے ہاتھ آئینگے کبھی
دامن جو نیچے نیچے کسیکی عبا میں ہیں

عشقِ نبی و حُبِّ علی و ولائے غوث
شرطیں نجات کی یہی روزِ جزا میں ہیں

کس روز کام آئیگا دجلہ حضور کا
دھبے ہزار ہا مری فردِ خطا میں ہیں

آنکھوں کے سات پردوں میں ہیں وہ نظر فروز
یوں کہنے کو حجابِ ورا الورا میں ہیں

حافظ سمجھے ہیں جو دنیا کو اپنا گھر
ٹھہرے ہوئے غریب مسافر سرا میں ہیں

فکرِ دوری حضوری کچھ بھی بات دل میں نہیں
اونکی محفل دل میں ہے دل اونکی محفل میں ہیں

صبر کر لیتے سہارے پر امیدِ مرگ کے
موت یہ ہے جان اتنی حسرتِ دل میں نہیں

منھ سے کہنے کی نہیں - دل میں ہیں جو حسرتیں — یہ بھی کس سے کہوں حسرت کوئی دل میں نہیں

نوکِ مژگاں نے نکالا خوب کھٹکا حشر کا — دل میں جو کانٹا کھٹکتا تھا وہ اب دل میں نہیں

جسکا دل زندہ نہ ہو - زندوں میں وہ کیا دم بھرے — جانِ جاں میں دل پڑا ہی - جان اب دل میں نہیں

جز فنائی اللہ ہی - اوسکو بقا باللہ ہی — اب تو جھگڑا کوئی باقی حق و باطل میں نہیں

تیرے طالب ڈھونڈتے پھرتے ہیں تجھکو جابجا — گھر ترا اللہ - کس دل میں ہی کس دل میں نہیں

چاریاری کو ہو - چاروں سے برابر دوستی — دل ہی کیا ہی جب حسابِ دوستاں دل میں نہیں

جز گدائی کچھ مقدر میں نہیں ہی - تو نہ ہو — بھیک کا ٹکڑا ابھی کیا تقدیرِ سائل میں نہیں

اور کچھ دل میں نہ ہو تیری تمنا کے سوا — کچھ تمنا - اس تمنا کے سوا - دل میں نہیں

گھر کیے بیٹھا ہی گیسوے نبی کا بال بال — کیسے کس منھ سے کہ بال آئینۂ دل میں نہیں

نورِ وحدت ہی یہاں، نورِ نبوت ہی یہاں — نام ظلمت کا حریم کعبۂ دل میں نہیں

آپ جب دل میں تھے - آنکھیں تھیں کیسی اشکبار — آپ آنکھوں میں نہیں، صبر و سکوں دل میں نہیں

دردِ دل سننے سنانے ہی کے قابل ہی، مگر — سانس لینے کی بھی طاقت تیرے بیدل میں نہیں

آپ کیوں پردہ کریں، ہم جاگیں یا سویا کریں — حسرت آنکھوں کو نہیں، یا آرزو دل میں نہیں

ضعف نے مانگی دعا - یارب کہیں آجاے صبر — نالۂ بیتاب چلایا - جگہ دل میں نہیں

حافظ ہو کسے ڈھونڈنے کو کس لیے جاؤں کہیں

آنکھ کے تل میں نہیں وہ یا مرے دل میں نہیں

ایک میرا دل ہی ہے - جو اونکی محفل میں نہیں
اک مسرت کا ٹھکانا - جو مرے دل میں نہیں

کبھی بیٹھا طالبِ دیدار ٹوٹے دل کو بھی
بھیک کا بھی ٹھیکرا اب دستِ سائل میں نہیں

نالہ کہتا ہے - مجھے دن رات کھینچے جایئے
میں یہ کہتا ہوں - کہ اب طاقت مرے دل میں نہیں

کیسا نالہ، کیسا پردہ تجھکو کیا سودا ہی تھیں
کیسی لیلیٰ ہے - جو تیرے دل کے محمل میں نہیں

سب جلنے کو شمعیں بھی ہیں پروانے بھی ہیں
اپنے گھر جلتے ہیں وہ جو اونکی محفل میں نہیں

اونکا جلوہ دل میں ہے - آنکھوں میں یہ چاہیے نہ ہو
ماہ کا جلوہ ہے جو آنکھوں میں ہے - دل میں نہیں

حسرتیں دل سے جو نکلیں بھی - تو کب چین آئیگا
پھر یہ حسرت ہو گی، اب حسرت کوئی دل میں نہیں

ختم آنسو ہو چکے آنکھیں لہو رونے کو ہیں
بوند بھر بھی اب لہو باقی مرے دل میں نہیں

کیا جمالِ پاک کے بے پردہ جلوے کی ضیا
دل میں آئینے کے ہے؟ آئینہ دل میں نہیں

چوٹ کس دل پر نہیں - اللہ! اونکے عشق کی
چوٹ اونکے عشق کی - اللہ کس دل میں نہیں

اونکے در کی جبہہ سائی - صبر کر لینے کی تاب
پھوٹی قسمت میں نہیں، ٹوٹے ہوئے دل میں نہیں

جو سویدا دل میں ہے - وہ کسکے غم کا داغ ہے
گو یہ سچ ہے - ظاہر نقطہ کوئی دل میں نہیں

حلِ مشکل کام لے ہو کا ہے، دل مشکل پسند
کوئی آسانی نہیں - جو دل کی مشکل میں نہیں

خارِ حسرت کی خلش ہے اوس مژہ کی یاد میں
دل میں جن کا کانٹا کھٹکتا ہے - مہی دل میں نہیں

خلوت اوس محفل سے اچھی ہی جہاں خلوت نہو
کیا کریں ہم لیکے وہ خلوت جو محفل میں نہیں

دل کو کیا غم - وہ تو میں - ناکام ہوں ناشاد ہوں
اونکی محفل دل میں ہی - یا دل اونکی محفل میں نہیں

ابتو حافظ! قطرے کو ترستا ہوں بڑا
آبلہ - جو پھوٹ جائے - وہ مرے دل میں نہیں

جلوۂ دیدار اب تاک آنکھ کے تل میں نہیں
خالی - اونکے درد سے - تل بھر جگہ دل میں نہیں

قیس! مجھسے منھ چھپائے جاتی ہی لیلی تری
کیا تری آنکھوں کا پردہ کوئی محمل میں نہیں

گھر کیے بیٹھا ہی دل میں ناوکِ تیرِ نگاہ
دیکھنا - روزن تو کوئی خانۂ دل میں نہیں

ڈھونڈتی پھرتی ہی وہ نگہ - یوں پوچھتی ہی بار بار
کھا گیا کیا کوئی میرا تیر، جو دل میں نہیں

تجھکو بتاتی ہی ای دل! یہ ادب کا ہی مقام
اونکی محفل میں نہیں، ہاں اونکی محفل میں نہیں

کنجِ مرقد کے اندھیرے سے ڈرے میری بلا
کیا ترے دردِ محبت کی چمک دل میں نہیں

ہی محبت جسکی - قاتل - خود وہ اوسکا خونبہا
اور پھر جھگڑا بھی کچھ مقتول و قاتل میں نہیں

شمع بنکر جل بجھوں، پروانہ بنکر ہوں فدا
کیا مرا اتنا بھی حصہ تیری محفل میں نہیں

محفل آرا دل میں ہی وہ، دل ہی باہر آپ سے
دل کی محفل میں ہی وہ، دل اپنی محفل میں نہیں

چاک تک آئی درستی جھانک کر اولٹی پھری
بال بھر خالی جگہ ٹوٹے ہوے دل میں نہیں

عاشقوں کا اپنے - عاشق ہو - وہ معشوق آپ ہی
کون سا دلدادہ ہی - جو آپکے دل میں نہیں

آنکھ میں پتلی ہے پتلی میں ہے تل تل میں ہے نور — نور کا پتلا تو کوئی آنکھ کے تل میں نہیں

دل کی امیدیں وہ بر لانے کو آئے کب کہ جب — کچھ ہجوم ناامیدی کے سوا دل میں نہیں

سچ تو یہ ہے کارساز ما بفکر کار ما — اونکے لب پر وہ دعا ہے جو مرے دل میں نہیں

شوق طالب ضعف غالب دور طیبہ ہائے ہائے — طاقت پرواز باقی طائر دل میں نہیں

حکم رخصت روضے پر سنکر میں کہتا بھی تو کیا — بندگی بیچارگی لب پر تھی لب دل میں نہیں

کوئی حافظ سا نہ ہو دنیا میں بیخود بدنصیب
اونکی محفل میں پہنچکر اونکی محفل میں نہیں

کعبے میں جا کے جو دنیا سے گزر جاتے ہیں — گھر سے اللہ کے، اللہ کے گھر جاتے ہیں

مرنے والے جو ترے عشق میں مر جاتے ہیں — عشق کے نام کو بدنام تو کر جاتے ہیں

خوش ہیں وہ جنھیں اللہ کا گھر ہے محبوب — ہم تو اللہ کے محبوب کے گھر جاتے ہیں

کیسی ہوتی ہے چھپے چوری گنہ کی لذت — وہی آتے ہیں نظر، ہم تو جدھر جاتے ہیں

تار رونے کا جو بندھتا ہے تو ہوتی ہے بہار — اشک جو گرتے ہیں، موتی سے بکھر جاتے ہیں

ایسے زخموں کا تو ہونے سے نہ ہونا اچھا — چارہ گر، جو تری تدبیر سے بھر جاتے ہیں

خاک پر اور پڑا رہنے دے اے ضعف مجھے — وہ کہیں جائیں کیے نیچی نظر جاتے ہیں

راہ طیبہ میں مجھے ٹھوکریں کھانے کو بہت — اور سب گھر سے لیے زاد سفر جاتے ہیں

اک نظر دیکھنے روضہ، جو ہے منظور خدا
ہم اکیلے ہیں، خدا پر ہی نظر جاتے ہیں

ایک ہم ایک دل اک شوق ہے اک جذبہ ہے
اور کچھ بھی نہیں سامان سفر جاتے ہیں

یہ بگڑنا نہیں، بننا ہے کہ رحم آئے اونھیں
جب بنے کام بگڑتے ہیں، سنور جاتے ہیں

دھوپ کی تاب نہیں یہ کہ سکھا دے اوسکو
لیکے ہم حشر میں وہ دامن تر جاتے ہیں

دل ہوا خوش کہ اب آئی مرے بننے کی گھڑی
جب سنا اونکا یہ ارشاد کہ گھر جاتے ہیں

مرنے والے ترے، ہوتے نہیں منت کش غیر
موت آنے نہیں پاتی ہے کہ مرجاتے ہیں

تم جو پوچھو تو برے کیا ہیں تمھارے بیمار
اور پردے ہیں بگڑنے کے سنور جاتے ہیں

زائروں کا رہ طیبہ میں لگا ہے تانتا
غول کے غول ادھر آتے ہیں اودھر جاتے ہیں

پاؤں میں آبلے ہیں، سر میں ہوا طیبہ
شوق میں برہنہ پا، برہنہ سر جاتے ہیں

جس قدر جلوہ دکھانا ہو، دکھا دو اک بار
ہوش پھر کر نہیں آتے ہیں، اگر جاتے ہیں

ہمنشیں دیتے ہیں پردے میں تسلی کے فریب
مجھسے کچھ کہتے ہیں پھر کہکے مکر جاتے ہیں

اونکے زائر ہوئے یا شمع کے پروانے ہوئے
صدقے ہوجاتے ہیں، جل جاتے ہیں، مرجاتے ہیں

دل میں روضے کا تصور اگر آجاتا ہے
نقشے جنت کے بھی نظروں سے اوتر جاتے ہیں

ہم نے سیکھا ہے پتنگوں سے مدینے جانا
شمع روشن ہو جدھر اوڑکے اودھر جاتے ہیں

دیکھنا رکھیے قدم عشق کی ہے راہ وہ راہ
جس میں گھر جاتے ہیں، در جاتے ہیں، سر جاتے ہیں

ضعف ہے، ٹھوکریں ہیں، در راہِ عرب ہے حافظ
غیر کے پاؤں سے جاتے ہیں اگر جاتے ہیں

دم عیسیٰ سے قُمِ عیسیٰ کا طلبگار کہاں
پوچھتے کیا ہو گیا آج وہ بیمار کہاں
ہائے اک ہندیِ مہجور کی شوریدہ سری
دھوپ میں صحنِ حرم ہی کی پڑا جلنے دو
کیا کرینگے ترے بیمارِ غم اچھے ہوکر
لے چلا شوق کہ جالی سے لگا دو آنکھیں
تاکنے کے لیے کیا دل ہی رہا تھا ای عشق
غم ترا، تیر ادا، تیرے سوا کون بتائے
اک سرا فرشِ زمیں، ایک سرا عرشِ بریں
بول، اوٹھا دل جو چلا دل سے تصور اونکا
مر گئے پر ہی نیا بلبلِ جاں کا یہ راگ
تم ٹھکانے سے لگا دو تو لگا دو مجھکو
خلد کی بھیڑ میں ہمت کو ہے تکلیفِ تلاش

ٹھوکریں کھائے ترا کشتۂ رفتار کہاں
اب وہ بیکس جو پڑا تھا پسِ دیوار کہاں
سر بھی پھوڑے تو نہ اور تری دیوار کہاں
قصرِ جنت کے تو قابل یہ گنہگار کہاں
اور ہی ایسے مرے کا کوئی آزار کہاں
رعب نے آنکھیں دکھائیں کہ خبردار کہاں
تیر مارا بھی تو بیدرد ستمگار کہاں
کہ سوا تیرے ملیگا کوئی غمخوار کہاں
پہنچے اک پل میں کہاں سے مرے سرکار کہاں
کسطرف قصد کیا، خیر ہے، سرکار، کہاں
ہائے جنت میں مدینے کا وہ گلزار کہاں
بے ٹھکانوں کا ٹھکانا مرے سرکار کہاں
ہیں گنہگار بہت ہم سے سیہکار کہاں

قسمت اوسکی جسے یوں حشر میں پوچھے رحمت
وہ گنہگار کہاں ہی وہ سیہ کار کہاں

مجھسے تم خوش ہو تو جنت ہی جو ناخوش ہو تو نار
مجھکو کیا کام کہ جنت ہی کدھر نار کہاں

نہ دکھاؤ وہ تجلی تو نہیں صبر کی تاب
نظر آئیں تو یہاں طاقت دیدار کہاں

مول لے لینگے قیامت کا وہ سارا بازار
اوسکو سودا ہی جو کہتا ہی خریدار کہاں

تم اگر سامنے آنکھوں کے چلے جاؤ گے
میری نظروں سے کہ چلی جائیگی رفتار کہاں

دیدہ تر سے سوا چشم تصور ہی عزیز
یہ نہ ہوگی تو پھر ہوگی تری رفتار کہاں

نہ کریں صور جدا منہ سے ابھی اسرافیل
ابھی ہشیار ہوے ہیں ترے میخوار کہاں

صورت نقش قدم ہل نہیں سکتا حافظ
اونکا وارفتۂ رفتار رہی رفتار کہاں

وہ ہی کیا جو تونے دیا نہیں ترے دست جود میں کیا نہیں
ترے در کا کون گدا نہیں ترے گھر سے کون پلا نہیں

نہ میں پھول ہوں نہ میں باغ ہوں نہیں زخم ہوں نہ میں داغ ہوں
میں اندھیرے گھر کا چراغ ہوں جو کسی ہوا سے بجھا نہیں

نہ میں آب ہوں نہ میں آگ ہوں نہ میں خاک ہوں نہ میں باد ہوں
میں اک امر رب عباد ہوں مجھے بھید اپنا ملا نہیں

نہیں راہزن ہوں نہ راہبر نہیں رہنما ہوں نہ رہ سپر
جو وہ آپ لائے نہ راہ پر تو کوئی بھی راہنما نہیں

جسے کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ وہ تین ملکے ہوا ہی ایک
وہ خدا نہیں وہ خدا نہیں وہ خدا نہیں وہ خدا نہیں

میں چلا عدم سے وجود کو تو سند ملی نہ مجھے سرنوشت
میں کہا کیا اسے رہنے دو میں لکھا نہیں میں پڑھا نہیں

میں تلاشِ دوست میں گم ہوا نہ مجھے بے تلاش وہ مل گیا
یہی لا الٰہ میں بھید تھا کہ بقا بغیرِ فنا نہیں

جسے نَحْنُ اَقْرَبُ یاد ہی اُسے حاصل اپنی مراد ہی
وہ وصالِ دوست ہے تا دہی کوئی لحظہ اوس سے جدا نہیں

پھرے پانی اس مرے اشک پر لگے آگ اس مری آہ کو
وہ مریضِ خستہ و زار ہوں کوئی راس آب و ہوا نہیں

جو مرض ہو درد ہو لا دوا تو وہ سُن کے کہتے ہیں برملا
وہ مرض وہ درد ہی کون سا مرے پاس جسکی دوا نہیں

یہ کلام، حافظِ بینوا کرے پیش کیا کہ ہی سادہ سا

یہ طعام ہی کہ نمک نہیں جو نمک نہیں تو مزہ نہیں

شکل محبوب کی ہی سینے میں
پیاری تصویر ہی آئینے میں

زلفِ محبوب سے دل خستہ ہوا
بال سے پڑ گئے آئینے میں

گنبدِ سبز کی جاتی نہیں یاد
ہی یہی زخم ہرا سینے میں

درہم داغ کہ درہم کے ہوں داغ
کیا نہیں سینے کے گنجینے میں

غم کی تصویر ہی اک پیشِ نظر
دوسری سینے کے آئینے میں

ہمکو مرنے میں ہی جینے کا مزہ
نہیں مرنے کا مزہ جینے میں

خونِ دل۔ خونِ جگر۔ خونیں اشک
یہ بھی پینا ہی کوئی پینے میں

دل میں ہی پرتوِ روے روشن
اور آئینہ ہی آئینے میں

جی گئے۔ مرتے ہی اونکے مہجور
کیا وہ جینا تھا کوئی جینے میں

دل کے آئینے سے دعواے صفا
مُنھ تو دیکھ آئنے آئینے میں

چشمِ تر میں تھیں رہنا ہی پسند
یا مرے درد بھرے سینے میں

دولتِ زر ہو کہ ہو دولتِ فقر
کیا نہیں آپ کے گنجینے میں

جس میں فرماتے ہیں مولے آرام
وہ مدینہ ہی مرے سینے میں

رنگ تو دیکھنے میں اچھا ہی
تلخ ہی خونِ جگر پینے میں

مدح کے لاکھوں جواہر حافظ
ابھی محفوظ ہیں گنجینے میں

کون سے گھر میں مہ جلوہ نہیں کس دل میں نہیں
ہالۂ کامل فقط اک میری ہی منزل میں نہیں

ہیں یہ کس منہ سے کہوں داغ کوئی دل میں نہیں
داغ تو ایسے ہیں جیسے مہ کامل میں نہیں

اوسکے پرتو کی ضیا کونسی منزل میں نہیں
مہر تاباں میں نہیں یا مہ کامل میں نہیں

شمع تو سامنے ہی پھر بھی کھڑی جلتی ہے
اور بھی جلتے ہیں جو آپ کی محفل میں نہیں

درد و غم کتنے ہی آجائیں سمائی ہے بہت
اک حسرت کی جگہ ہے کہ مرے دل میں نہیں

آنکھ میں چھپکے پھرو آنکھ کی پتلی کی طرح
رہکے پردے میں بھی جو پردۂ حائل میں نہیں

بیدلی کی یہ نئی چھیڑ نرالا ہی سوال
کچھ تمنا کوئی حسرت تو ترے دل میں نہیں

زائرو! تم ابھی دیکھ آئے ہو دشت طیبہ
کوئی ایسا بھی ہے کانٹا جو مرے دل میں نہیں

صبر کڑوا ہی مگر صبر کا پھل میٹھا ہے
صبر کرنے کی بھی طاقت ترے بیدل میں نہیں

درد کے ساتھ اوٹھے اوٹھکے گرے آہ بھرے
جان اتنی بھی تو باقی ترے بیدل میں نہیں

شوق کہتا ہے کہ دن رات چلے ہی جاؤ
جو مدینے میں ہے راحت کسی منزل میں نہیں

صبر اچھا ہے مگر صبر کو ٹھہراؤں کہاں
کہ ٹھکانا ہی مرے درد بھرے دل میں نہیں

عقل بولی مہ کامل میں ہے پرتو اونکا
دل پکارا کہ وہ جلوہ مہ کامل میں نہیں

لیجیے حضرتِ دل! عقل کے ناخن پہلے
عقل کا دخل مرے عقدۂ مشکل میں نہیں

ہائے شمعیں بھی شرفیاب ہیں پروانے بھی
وائے تقدیر کہ اک میں تری محفل میں نہیں

ای گلِ لالہ تو اتنا عبث اتراتا ہی
کون سا داغ ہی تجھ میں۔ جو مرے دل میں نہیں

درِ دل گرم ہی دربار، ادب کا ہی مقام
تجھکو اوٹھنا ہی تو ہاں بھری محفل میں نہیں

بہتری چاہتے ہیں میری وہ مجھسے بہتر
اونکے لب پر وہ دعا ہی جو مرے دل میں نہیں

وہ اوٹھاتے نہیں پردہ تو ہی کیا غم حافظ
میری آنکھوں میں نہیں ہیں کہ مرے دل میں نہیں

دل کا ایمان تمہاری آنکھیں
جان کی جان یہ پیاری آنکھیں

آپ کی آنکھیں، ہماری حسرت
آپ کی دید، ہماری آنکھیں

دیکھیے، اور دکھائیں کیا کیا
ہیں سلامت جو ہماری آنکھیں

کیوں نہ ہو دل ہدفِ تیرِ نگاہ
اُف، شکاری کی شکاری آنکھیں

دل کی ہو خیر، کلیجے کی ہو خیر
تیر پلکیں ہیں، کٹاری آنکھیں

آپ تشریف بھی کب لائے کہ جب
ہوگئیں بند ہماری آنکھیں

دیکھتے دیکھتے اونکا رستا
ہوگئیں بند ہماری آنکھیں

ہائے آنکھیں غمِ امت میں ہوں تر
اور آنکھیں بھی وہ پیاری آنکھیں

اونکے رستے ہیں بچھا دیتی ہے — نکہتِ بادِ بہاری آنکھیں

ہوگئیں روضے کی جالی کے طفیل — گردِ شکر گزاری آنکھیں

باغِ طیبہ کے لیے روتی ہیں — دیکھکر ابرِ بہاری آنکھیں

آپ کا تیرِ نگہ - تیرِ قضا — مظہرِ جلوۂ باری آنکھیں

درد اونکا ہی رولانے والا — اور بدنام ہماری آنکھیں

حاصلِ دید نظارہ اون کا — سائلِ دید ہماری آنکھیں

روتی ہیں اپنے لکھے کو حافظ
غم واندوہ کی ماری آنکھیں

تم سے ہیں چار ہماری آنکھیں — آنکھیں تکتی ہیں تمھاری آنکھیں

کھولے دیتی ہیں خود اپنا پردہ — بادہ خواروں کی خماری آنکھیں

جانِ بسمل ہوی صدقے قربان — کرگئیں کام تمھاری آنکھیں

تیری آنکھوں کا مراول پیارا — میرے دل کی تری پیاری آنکھیں

نظرِ لطف کفیلِ امت — ضامنِ کار برآری آنکھیں

جلوہ بے پردہ ہوا بھی تو کیا — دیکھنے سے ہوئیں عاری آنکھیں

تم اگر سامنے آنکھوں کے رہو — کیوں کریں گریہ وزاری آنکھیں

کرتی ہیں جانبِ سنگِ اسود
سجدۂ شکر گزاری آنکھیں

نظر آیا نہیں کچھ اون کے سوا
جب ہوئیں بند ہماری آنکھیں

لال لال آنکھوں کے ڈوروں کے لیے
خون روتی ہیں ہماری آنکھیں

وہ نگاہوں میں رہے اور رہیں
بند کی بند ہماری آنکھیں

راہِ محبوب میں بچھنے کو چلیں
لیکے پلکوں کو ہماری آنکھیں

دل کو دیکھو کہ نہ دیکھو ہیں کون
دل تمھارا ہے، تمھاری آنکھیں

جیتے جی ہم کو دکھایا روضہ
اب تو جی سے بھی ہیں پیاری آنکھیں

کسکی آمد کی خوشی ہے حافظ
بچھی جاتی ہیں ہماری آنکھیں

کس سے جھپکینگی ہماری آنکھیں
ہم نے دیکھی ہیں تمھاری آنکھیں

مانِع راہروی گرد نہیں
مثلِ عینک ہیں غباری آنکھیں

دل میں روضے کی ہے پیاری جالی
اوسکے روزن مری پیاری آنکھیں

آئیں روضے کی بلائیں لیکر
صدقے نظروں کے ہماری آنکھیں

نہرِ طیبہ کا تصور جو بندھا
ہوگئیں چشمۂ جاری آنکھیں

پتلیوں میں رُخِ انور کا ہے عکس
کرتی ہیں آئنہ داری آنکھیں

چھوڑ کر طور کو کرتی ہیں تلاش
سرمۂ گردِ سواری آنکھیں

کعبۂ دل ہی وہ طاقِ ابرو
قبلۂ جاں ہیں وہ پیاری آنکھیں

خواب میں آئے ہو پردہ کیسا
اب تو ہیں بند ہماری آنکھیں

یوں دکھا دیجیے بے پردہ جمال
کھُلی رہ جائیں ہماری آنکھیں

دید کی عید ہی اون کا جلوہ
دیکھ لیں عید ہماری آنکھیں

دیکھ آئیں جو وہ پیارا روضہ
ہو گئیں اور بھی پیاری آنکھیں

آپ صانع نے کیے ہیں دو صاد
جب بنائی ہیں تمھاری آنکھیں

اوس کا حصہ ہی خدا کا دیدار
جس نے دیکھی ہیں تمھاری آنکھیں

رقّتِ دل سے ہوی ہیں حافظ
چشمۂ رحمتِ باری آنکھیں

ہم کو اپنے درد کا احساس بھی حاصل نہیں
ہاے پہلو میں ہی اک پتھر کا ٹکڑا - دل نہیں

یا خوشی کے چہچہے تھے یا ہنسی یا قہقہے
اب تو غم چھایا ہوا ہی کوئی بھی خوشدل نہیں

اک ہمارے پیشرو تھے فردِ اکمل ایک ایک
ایک ہم ہیں جن میں کوئی جوہرِ قابل نہیں

کاہلی ہمت کی پستی بے مذاقی علم کی
وہ بلا ہی کونسی جو قوم پر نازل نہیں

ظلمتِ بے امتیازی چھا گئی ہی قوم پر
فرقِ صدق و کذب و تمیزِ حق و باطل نہیں

نظمِ رندانہ میں کتب تک کھپائے جاؤ گے — یہ تو ہی تحصیلِ حاصل - اس سے کچھ حاصل نہیں

غمزے عشوے کی ادا ہیں - لذتِ بوس و کنار — قابلیت میں کچھ ایسی شاعری داخل نہیں

اس کتب خانے کا اسلامی کتب خانہ ہی نام — جس کتب خانے میں اسلامی کتب داخل نہیں

انجمن بیشک ہی - لیکن نام کی ہی انجمن — اس میں اہلِ علم جتنے چاہیے شامل نہیں

اس میں شامل ہو جیے - اسکو کتابیں دیجیے — کم سے کم چندے سے بھی امداد کچھ مشکل نہیں

اسکو اسلامی و اخلاقی کتب درکار ہیں — جھوٹے افسانے ڈرامے نسے تکے ناول نہیں

ایک اسلامی کتب خانہ ہی اتنے اہلِ شہر — تھوڑی ہمت صرف کرنا اس میں کچھ مشکل نہیں

شہر والے مقدرت والے ہیں - تاریخی ہی شہر — ہمتوں کی پوچھیے تو اس طرف مائل نہیں

عید کے دن ہی بدایوں شہر میں بزمِ سخن — جائے اس موسان میں - گھر سے کوئی فاضل نہیں

یا خدا بزمِ سخن میں کہدے اتنا ہی کوئی
اور تو سب ہیں شریک اک حافظ بیدل نہیں

رسول تم کو رسالت مآب کہتے ہیں — جو منتخب ہیں تمھیں انتخاب کہتے ہیں

ستارے شب کو اگر ماہتاب کہتے ہیں — تو ذرّے دن کو تمھیں آفتاب کہتے ہیں

مزے ہیں یا ترے کلفت پسند کلفت سے — جلے بھنے ہوئے دل کو کباب کہتے ہیں

ہیں جتنے قطرے تمھیں جانتے ہیں وہ دریا — ہیں جتنے ذرے تمھیں آفتاب کہتے ہیں

بتائیں کیا کہ ہیں کیا آپکے لبِ نازک
سمجھنے کے لیے برگِ گلاب کہتے ہیں

محبت اور جدائی ہیں لازم و ملزوم
اوسے گناہ تو اس کو عذاب کہتے ہیں

وہ ٹوٹے دل ہیں جو آئے تو ہنسکے فرمایا
اسی کو عرشِ بریں کا جواب کہتے ہیں

ملا ہی قرب سے حبل الورید کا ڈورا
مگر ہم آپ کو مالک رقاب کہتے ہیں

چمک رہے ہیں جو صحرا میں ریگ کے ذرّے
وہ تم کو ذرّہ نواز آفتاب کہتے ہیں

سرِ نیاز یہ کہتا ہی جاکے سجدے میں
کسی کے ناز کا مجھکو جواب کہتے ہیں

شراب ہاتھ نہ آئی تو دل کا خون ہوا
وہ خونِ دل ہی جسے ہم شراب کہتے ہیں

لکھی پڑھی جو کتابیں تھیں - کوئی یاد نہیں
جو یاد ہی - اوسے غم کی کتاب کہتے ہیں

سنّا نہ ہوگا کہیں امتحانِ صبر ایسا
ہمارے صبر کو وہ اضطراب کہتے ہیں

نہ سوئیں اور رہیں خوابِ مرگ سے غافل
ہم ایسے جاگتے رہنے کو خواب کہتے ہیں

ہی پاک صاف عرق میں مرے لعیں - پھر تم کون
اسی کو محتسبو! احتساب کہتے ہیں

کھلا ہے درِ میخانہ چند روز ای کاش
ہی بند ہونے کو توبہ کا باب، کہتے ہیں

احد کا مظہرِ کامل ہی کون - احمد ہی
اوسی کا میم ہی جس کو نقاب کہتے ہیں

مرے حساب میں ہی روزِ وعدۂ دیدار
لکھے پڑھے جسے روزِ حساب کہتے ہیں

تمھیں ہو باعثِ لوح و قلم - تمھیں امّی
تمھیں کو صاحبِ امّ الکتاب کہتے ہیں

کیا پسند جو رحمت نے کوئی قطرۂ اشک
کہا اسی کو تو دُرِّ خوش آب کہتے ہیں

غزل کے پردے میں نالے سُنا دیے حافظ
حریف میری غزل کا جواب کہتے ہیں

وہ رستا پھر رہا ہی چشمِ تر میں
اُڑے تھے ہم جہاں گردِ سفر ہیں

ید طولے ہی دل کو شور و شر میں
تھیں لیے ہو مگر رکھنا نظر میں

جو راحت پائی طیبہ کے سفر میں
وہ یاد آتی ہی رہ رہ کر حضر میں

نظر نے خاک جس بستی کی چھانی
وہ بستی پھر رہی ہی اب نظر میں

بتاؤں کیا۔ مری نظروں کی نیت
پڑی رہتی ہی کس کے بام و در میں

وہ دل میں ہیں۔ پڑا ہی دشت میں دل
وہ اپنے گھر ہیں۔ اونکا گھر سفر میں

نظر آنا نہیں منظور اون کو
ہی اس پردے کی تہ میری نظر میں

زیارت کا شرف جس دن ملا تھا
وہی اک دن ملا تھا عمر بھر میں

ذرا تم بھی تو دیکھو ہاتھ رکھکر
کہ دل میں درد ہی ٹیسیں جگر میں

دوا دیتا ہی دیوانے کو تیرے
خلل ہی کچھ دماغِ چارہ گر میں

وہ دولت زر کی ہو یا دولتِ فقر
کمی کس شی کی ہی مولے کے گھر میں

ہماری خاک اوس کوچے سے اوڑکر
کہاں جائیگی بیٹھیگی ادھر میں

وہ چکر جس سے دوڑا کر تھکایا | وہ پہلے پاؤں میں تھا اب ہی سر میں
بڑی مدت میں آپہنچا ہی زائر | پڑے ہیں پیوندیاں رختِ سفر میں
دوہائی کھینچے دامن والے کی ہی | گرایا ضعف نے اوس رہگذر میں
حقیقت میں خدا جانے وہ کیا ہیں | بظاہر ہیں وہ ملبوسِ بشر میں
بشر ہی تیری صنعت کا نمونہ | تری قدرت کے جلوے ہیں بشر میں
جدا ہیں دل کی آنکھیں چشمِ سر سے | تفاوت ہی بصیرت میں بصر میں
ہمارے دردِ دل کا کام ہوگا | تمھارے ایک ہی تیرِ نظر میں
بلاکش اوٹھا لے لینگے بلائیں | بلائیں خیر سے اوتریں تو گھر میں
بنی ساتوں فلک کے پار ہو آے | پڑے ہیں فلسفی حدِّ نظر میں
نہ بھولوں حشر کے دن شان اونکا | لگا رکھوں گرہ دامانِ تر میں
ہی اک شب درمیاں دیدارِ فردا | قیامت ہو نہ برپا رات بھر میں
نظر کو دیں وہ کیوں اوٹھنے کی تکلیف | بھرا ہی سب کچھ اک نیچی نظر میں
طوافِ کعبہ کا سودا ہو تو دیکھو | کہ سر چکر میں ہی - چکمہ ہی سر میں
لبوں پر مہر ہو، دل بولتا ہو | ہو آنکھیں بند، سب کچھ ہو نظر میں
بنی کے دامِ گیسو میں اولجھکر | پڑی ہیں گتھیاں تارِ نظر میں

عمل میرے نہ تولے جائیں ای کاش
نہیں جچتے جو میری ہی نظر میں

کرم سے حضرتِ احسن کے حافظ
حضر کا لطف آیا اس سفر میں

فغان کہ روزیِ دل کردہ اند افسردن
بخوانِ نعمتِ من نیست جز جگر خوردن

ز دستِ ہر کہ رسد گدیہ ات بگیر و بنوش
مجوز پاے سکندر سکندری خوردن

بدستِ بستہ بکنجے نشستن آسان نیست
بپاے خستہ بدشتے تواں بسر بردن

بوَد ز دست بناچار نقدِ جان دادن
متاعِ دل را در دستِ غیر بسپردن

بہارِ عمر گزشت و پیامِ مرگ رسید
نصیبِ کیست ز باغِ مدینہ بر خوردن

نوالہ بہ کہ نہی در دہانِ گرسنہ
از انکہ در دہانِ خویشتن فرو بردن

ز آبِ اشک بشو دامنیکہ تر داری
کہ روزِ فردا نتواں بر آتش افسردن

یکیست ہر دو، چہ مردن چہ زیستن بے تو
حذر حذر ز چناں زیستن چنیں مردن

ز دولتِ رفتِ جوانی و ریختن دندانت
چہ پشتِ دست گزیدن چہ حسرتے خوردن

چہ بر فرازِ سریرے چہ بر فراشِ حصیر
مباش غافل و بشناس خفتن از مردن

مخور زیادہ غمِ جان و تن بمردن دہ
کہ باقیست دگر زیستن پس از مردن

کنونکہ دست نداری بمرگ ای حافظ

برو بمیر چو نے مرگ بینوایاں مردن

ردیف (و)

۲۲-ربیع الاول ۱۳۵۱ھ کو عرس شریف گنج مراد آباد کے موقع پر

نمک سے نے مزہ کیسا چکھایا زخمِ خنداں کو
دہانِ زخمِ خنداں نے دعائیں دیں نمکداں کو

دلِ بیتاب کے ہاتھوں سے جینا ہو گیا مشکل
کہاں لیجا کے پھینکوں یا خدا اس آفتِ جاں کو

نمایاں ہو کے پنہاں اوسکو داغوں کی ہو کیا پروا
چھپایا داغِ پنہاں کا کیے داغِ نمایاں کو

جنوں کے ہاتھ ٹوٹیں ہائے کس حسرت سے تکتا ہے
گریباں میرے دامن کو، مرا دامن گریباں کو

غمِ ہجراں کو برسوں ہو گئے خونِ جگر کھاتے
الٰہی کس طرح ٹالوں میں اس ناخواندہ مہماں کو

چلا دیوانہ صحرا کو پڑے ہیں پا و دل میں چھالے
بشارت یہ سنا دیتا کوئی خارِ بیاباں کو

طبیبوں نے محبت تکلیف کی تشخیص کی خاطر
نہیں پہچان سکتا کوئی میرے دردِ پنہاں کو

تکلف بر طرف، دستِ جنوں تو کیوں جھجکتا ہے — ابھی پھٹ پھٹ کے بننا ہے مرا دامن گریباں کو

خدا جانے تو پردہ درد کا کھلنے نہ پائیگا — کہ آتا ہے ہنسی ہی میں ٹال دینا زخمِ خنداں کو

نہ اتنا گدگدانا تھا کہ ہنستے کو رولا چھوڑا — نہ اتنا چھیڑنا تھا نوکِ مژگاں زخمِ خنداں کو

وہی ہیں ہم، وہی وحشت، نہ چادر ہے، نہ بستر ہے — کوئی اوڑھے بچھائے لیکے دامانِ بیاباں کو

کبھی زخموں کو آتی تھی ہنسی آنکھوں کے رونے پر — اب آنکھیں ہیں کہ بیٹھی رو رہی ہیں زخمِ خنداں کو

کلیجے میں کسی کا درد ہے یا جان کی حسرت — کلیجے سے لگا لوں آ کے اس درد، اس حسرتِ جاں کو

مرے سینے میں ہیں کانٹوں سے بدتر پھول داغوں کے — الٰہی! پھول پڑ پڑ کر لگے آگ اس گلستاں کو

پھٹے پھولوں کے جامے اور یہ ثابت کا ثابت ہے — سمجھتا ہوں گلے کا ہار میں اپنے گریباں کو

غریبوں کی قناعت کو سپاہی کی طرح وردی — جو دیکھا بیکسی نے دور سے شامِ غریباں کو

خدا کی شان، حافظ اور میخانے کا دروازہ — خدا کے واسطے سمجھاؤ اس مردِ مسلماں کو

ترا دیوانہ جاتا تھا یہیں سیرِ بیاباں کو — اسے پکڑے ہوئے ناحق لیے جاتے ہیں زنداں کو

بہارِ عرس ہے، جوشِ جنوں ٹھنڈا نہ ہو جانا — بہم دست و گریباں ہے، نہ چھوڑے دست و گریباں کو

اسے رحمٰن ہی جانے کہ کتنا خوش ہوا ہوگا — بنا کر فضلِ رحمٰن ظلِ رحمٰن فضلِ رحمٰن کو

عجب کیا، خلد اگر خود اسکے استقبال کو آئے — کہ رضواں ساتھ ہے لینے آئے جسکے درباں کو

فنا کا مرتبہ دیکھو بقا کے جاوداں دیکھو
پڑے میری بلا پھکو بلا میں آبِ حیواں کو

ترے اتباع کو ہوگا خلودِ خلد کا مژدہ
ترے اعدا کے حق میں حکم "دوزخ کی طرف ہانکو"

مدد اے ناتوانی! بوجھ بھاری دور ہے منزل
ترے بدلے یہ کمر سے گرا دے بارِ عصیاں کو

دلِ امیدوارِ دید کی ہے یہ دعا یارب
مرے دیدے سے محروم رکھنا داغِ حرماں کو

بدی کے لکھنے والے انکو اچھی ملگئی چھٹی
کیا دستِ جنوں نے پارہ پارہ فردِ عصیاں کو

حرم محبوب کی ہے قطع سادی سیدھا سادہ ہے
ارے تیکھو! ارے ترچھو! ارے ٹیڑھو! ارے بانکو

یہیں کھایا ہے دھوکا عمر بھر میں نفس و شیطاں نے
کہ دھوکا دینے آئے ہیں مرید فضلِ رحمن کو

ندامت! کہدے اشکوں سے کہ اب چھڑکاؤ کو نکلیں
ہوا آتی ہے رحمت کی، دبا دیں گردِ عصیاں کو

اکیلے زخم روئیں یا ہنسیں بے لطف ہیں دونوں
مزہ آئے، جو تم بھیجو تبسم کے نمکداں کو

دعا کر دیجیے مولے! کہ یارب بخشدے یارب
مرے حافظ کو اور سکے بھائیوں کو، باپ کو، ماں کو

ہے اون پر فضلِ رحمن اور وہ خود فضلِ رحمن ہیں
ملا ہے اسمِ سامی ہاں سے فضلِ رحمن کو

ملے ہیں دو قمر، دو نورِ دیدہ، فضلِ رحمن سے
مرے احمد میاں حشمت و چراغِ فضلِ رحمن کو

نہ بھول احمد میاں کو بھول کر بھی تا بدم حافظ
ہمیشہ یاد رکھ اس یادگارِ فضلِ رحمن کو

جن آنکھوں نے نہ دیکھا ہو تجلی گاہ یزداں کو
وہ آنکھیں دیکھ لیں آکر مزارِ فضلِ رحمن کو

کلیجے میں چھپا کر فیضِ دردِ فضلِ رحمٰں کو
کلیجے سے لگائے پھر رہا ہوں دردِ پنہاں کو

مصیبت جب کوئی آئی، اذیت جب کبھی پائی
پکارا فضلِ رحمٰں کو، پکارا فضلِ رحمٰں کو

اشارہ دل سے آنکھوں کا، کہ یہ گنبد ہے یہ جالی
تقاضا دل کا آنکھوں سے اسے تاکو اسے جھانکو

تبرک کچھ عنایت ہو جو چھڑاتے ہو جو قدموں سے
ذرا سی خاک ہی دیدو کہ لو جاؤ اسے پھانکو

حیاتِ جاوداں ملتی ہو جسکو نورِ عرفاں سے
اندھیرے میں پھرے ہے کیوں ڈھونڈتا وہ آبِ حیواں کو

دعائیں دل نے پائی ہیں نوازش ہائے پنہاں سے
دعائیں دے رہا ہے دل نوازشہائے پنہاں کو

مراد آباد کی حد پر بسا کر گنج کو حق نے
مراد آباد میں رکھا چھپا کر گنجِ عرفاں کو

اجابت آپ ہاتھوں ہاتھ لینے کے لیے دوڑے
بڑھا اٹھتے دیکھ لے دستِ دعا فضلِ رحمٰں کو

نہ کھل جائے کہیں پردہ، نہ ہو جائے کہیں رسوا
چھپا لو دامنِ رحمت میں اک آلودہ داماں کو

یہ فضلِ عینِ رحمٰں ہے، یہ عینِ فضلِ رحمٰں ہے
مرا مرشد، مرا ہادی، بنایا فضلِ رحمٰں کو

ترا انداز بڑا کمزور ہے پیدل ہے کیا کرتا
کہیں رستے میں سر سے پھینک آیا بارِ عصیاں کو

تمھارے مرنے والے مرتے ہیں عمر ہی رہنے پر
جسے مرنا ہو جینے پر وہ ڈھونڈے آبِ حیواں کو

یہ نام ہاں لیتا تھا کہ دل قابو سے باہر تھا
کلیجا تھام کر میں نے پکارا فضلِ رحمٰں کو

ہمارا کر رحم دل دیکھے نہیں جاتے تو کہتے ہیں
اسے دھوؤ اسے ڈھانپو اسے ٹانکو اڑھا دو

ملیگا خاک تیری آندھی پانی کو خداوندا
ملا کر خاک میں اس خاکِ راہِ فضلِ رحمٰں کو

ادب سیکھو کہاں تک طولِ عرضِ مدعا حافظ
عجب دیوانے ہو چپ بھی رہو بس اب نہ بڑھانکو

یا خدا مقبول میری ہر دعا ہو کوئی ہو
تیر ترکش میں اگر ہو بیخطا ہو کوئی ہو

کاش میرا دردِ دل پہنچا دے اونکے کان تک
نالہ ہو، فریاد ہو، آہِ رسا ہو، کوئی ہو

مجھکو رہنے دیجیے، سب کو نکلوا دیجیے
میری حسرت ہو کہ میرا مدعا ہو کوئی ہو

باریابی کا شرف دونوں کو دیدو یا نبی
میں ہوں وہ، یا میری آہ نارسا ہو کوئی ہو

تیری جانب سے ہو نازل میری قسمت کہاں
کوئی رحمت ہو، کوئی غم، کوئی بلا ہو، کوئی ہو

عشق میں رہنے نہیں پاتے عناصر معتدل
خاک و آتش کوئی ہو، آب و ہوا ہو، کوئی ہو

عمرِ فانی کو کرو اس طرح دنیا میں بسر
دوست، دشمن، نیک، بد، سب سے نباہ ہو کوئی ہو

صبر کرنا چاہیے ہر بات پر، ہر جور پر
گو بجا، بیجا، روا یا ناروا ہو، کوئی ہو

گو جہنم ہی میں ہو کر ہو کہ ہو کر خلد میں
وہ پہنچنے کا تو تجھ تک راستا ہو کوئی ہو

آپ تک پہنچوں میں دل کی راہ، یا منزل کی دم
مجھسے طے ہو جائے، ایسا مرحلہ ہو، کوئی ہو

ابتو اونکی راہ میں ہم ٹوٹ کر بیٹھینگے یا دل
وہ اوٹھا لیتے ہیں رستے میں پڑا ہو کوئی ہو

درد جتنے لادوا ہیں آپ ہیں سب کی دوا
میرے دل میں درد جو ہو لادوا ہو کوئی ہو

میں برا ہوں یا ہوں اچھا، آپ کی رحمت ہے عام
آپ کی رحمت کو کیا، اچھا برا ہو کوئی ہو

سب تمہارے مقتدی ہیں، تم ہو سب کے مقتدا
آپ کا بل، آپ کی قوت، سہارا آپ کا
فضلِ رحمٰن، غوثِ اعظم، مرتضےٰ مشکلکشا

اسمیں کوئی مقتدی ہو، مقتدا ہو، کوئی ہو
نوجواں ہو، طفل ہو، بوڑھا بڑا ہو، کمتر ہو
حاجتیں ہوں اور ہر اک حاجت روا ہو کوئی ہو

مجھسے اپنی مدح سُنکر کاش یہ ارشاد ہو
میرے حافظ کی طرح مدحت سرا ہو کوئی ہو

عام ہے بزمِ نبی، سب کو بلاتے جاؤ
آتے جاتے سے کہے جاؤ کہ آتے جاؤ

اپنے کُشتے کو تو ٹھوکر سے جلاتے جاؤ
ایک سوتے ہوے فتنے کو جگاتے جاؤ

چلتے چلتے کوئی ٹھوکر تو لگاتے جاؤ
کوئی حسرت تو مٹے دل کی مٹاتے جاؤ

ضعف اوس راہ میں کہتا ہے کہ ٹھہرو تو ذرا
شوق کہتا ہے قدم آگے بڑھاتے جاؤ

شوق میں کہتے چلے جاتے ہیں باہم زائر
بڑھے جاؤ، قدم آگے کو بڑھاتے جاؤ

زائرو! جاتے ہو روضے کو جو گرتے پڑتے
اپنے اپنے قدم آنکھوں سے لگاتے جاؤ

اونکے دیدار کے بھوکوں کو جو پایا کمزور
ٹھوکریں راہ کی بولیں ہمیں کھاتے جاؤ

حشر کی دھوپ میں ہیں برہنگان بیکس
تم اونھیں دامنِ رحمت میں چھپاتے جاؤ

زائرو! آپ گرو، چوٹ لگے، بوجھ رہے
جو پڑے راہ میں افتادہ اوٹھاتے جاؤ

ہو مزہ۔ حشر میں ڈرتے ہوے آئیں مجرم
اور تم دامنِ رحمت میں چھپاتے جاؤ

زائرو! سہل سہی ہے بارِ گنہ کی تدبیر
ہر قدم گرتے چلو، بوجھ گراتے جاؤ

ہے غمِ عشقِ نبی میں یہ کرامات نئی
بڑھے اوتنا ہی یہ جتنا اسے کھلتے جاؤ

دور ہی قبر جنازے سے کہاں جاتے ہو
میری مٹی تو ٹھکانے سے لگاتے جاؤ

مجھسے بن آتی نہیں بات دمِ پرسشِ حشر
بات دیکھو جو بگڑتی تو بناتے جاؤ

کسی گرتے کو سنبھالو تو یہ مردی کی ہے بات
نہ کہ جو تم سے دبے اور دباتے جاؤ

جلد مرنا ہمیں برحق، تمھیں جلدی جانا
جان روٹھی ہوئی جاتی ہے، مناتے جاؤ

قافلے والوں سے طیبہ میں یہ کہتا تھا کوئی
جانتے ہو جاؤ تمھیں، ہم نہیں جاتے، جاؤ

روز دل سے غمِ سبطین یہ کہہ جاتا ہے
رفتہ رفتہ غمِ کونین بھلاتے جاؤ

زائرو! آنسوؤں سے کرتے ہو ناحق چھڑکاؤ
میں غبار اونکی گلی کا ہوں، اوڑاتے جاؤ

ہر قدم پاؤں سے کہتی چلی زنجیرِ جنوں
جو کڑی راہ میں پیش آئے، اوٹھاتے جاؤ

پھر وہی مطلعِ اول تو سنا دو حافظ
عام ہے بزمِ نبی، سب کو بلاتے جاؤ

میں ہوں رہِ طیبہ ہو، غریب الوطنی ہو
اک میلی کچیلی سی گلے میں کفنی ہو

ہم جائینگے طیبہ کو کفن باندھکے سر سے
گھر بیٹھے وہ جسکو خطرِ راہزنی ہو

کہنے کو تو ناچیز ہے اک بھیک کا ٹکڑا
تم دیدو جسے بھیک کا ٹکڑا وہ غنی ہو

اوس نرگسِ بیمار کو ہر دم یہ نظر ہو — میرے کسی بیمار کے دم پر نہ بنی ہو

میرا ایسا بھی ہی غوث خدائی میں خدایا — گوہر میں حسینی ہو نسب میں حسنی ہو

وہ ایک اک روز پہنچکر ہی رہیگا — روضے کی زیارت کی اگر دل میں ٹھنی ہو

ہر نفس وہ دشمن کہ نہ چھوڑے اسے جیتا — مفلس کو میسر بھی تو ہیرے کی کنی ہو

دونوں کا کرے فیصلہ سنگِ درِ اقدس — ان بن سر و سودا میں ہم دونوں میں تنی ہو

ہوئے کے غلاموں کو ہی مولا ہی سے مطلب — دنیاے دنی کا ہو وہ طالب جو دنی ہو

آزاد علایق سے فقیروں کی ہی کملی — کانٹوں میں اولجھنا ہو تو گل پیرہنی ہو

اک بندہ ہندی ہے ہو کیا مدح سرائی — ممدوحِ خدا ہو - عربی ہو - مدنی ہو

دامن میں مرے اشک عقیقِ یمنی ہے — اوڑھے ہوئے تم سر سے ردائے یمنی ہو

تم اور نگاہِ کرم و جوشِ ترحّم — میں اور مری بیکسی و بیوطنی ہو

مفلس ہو مگر نفس ہو معمورِ غنا سے — لب پہ ہو تو اک نعرہ اللہ غنی ہو

حافظ نہیں معلوم - ملے مجھکو صلہ کیا
حسّان سے ثابت جو مری ہم سخنی ہو

میں روتا ہوں تم مسکرا کر ہنسا دو — ہنسی ہی میں شانِ تبسم دکھا دو

فنا کرکے مجھکو مقامِ بقا دو — حجابِ دوئی درمیاں سے اوٹھا دو

تمھارا ہی غم ہی بہت عمر بھر کو | مجھے اور غم جس قدر ہیں بھلا دو
خودی مجھکو تم سے نہیں ملنے دیتی | میں ہوں بیچ کا پردہ مجھکو اوٹھا دو
میں کیوں غش ہوں کس پہ ہوں عشق یہ نہ پوچھو | مجھے عنبریں زلف کی بو سُنگھا دو
کسی کے تصور میں ہی غش کی آمد | جو اس سے کہدوں ہٹو راستا دو
یہ ہی شرط اور کرم دینے ہی پہنچیں | مرے ہوش اوڑا دو۔ مرا رنگ اوڑا دو
نظر جا لڑے اور مارا پڑوں میں | کسی کی خطا ہو۔ کسی کو سزا دو
میں غش کھا کے اتنے لیے گر پڑا ہوں | مجھے نیچے دامن کی آکر ہوا دو
ہوا درد سے دل تڑپ کر دو پارہ | اب اوس دل کو کیسے کہوں ایک یا دو
نکیرین کچھ قبر میں پوچھتے ہیں | بتاؤں میں کیا۔ تم خود آکر بتا دو
نہ دو تم کو تکلیف میں جی اوٹھونگا | مجھے ایک ٹھوکر ہی خالی لگا دو
نظیر آپ کا تحت قدرت سے خارج | محال آپ کا مثل۔ جیسے خدا دو
نہیں ہم کو جو منھ سے مانگیں مرادیں | تم اون کو سمجھتے ہو کیا نامرادو

تمھاری ہو یاد اور حافظ ہو موئے
بس اسکے سوا اور سب کچھ بھلا دو

تم اپنے کشتوں کو قم سے جلا کے دیکھ نہ لو | یہ سو رہے ہیں جو فتنے جگا کے دیکھ نہ لو

یہ کون ہی سر شوریدہ پھوڑنے والا
مزارِ پاک سے تم سر اوٹھا کے دیکھ نہ لو

گرینگے دیکھتے ہی تم کو۔ دیکھنے والے
یہ دیکھنا ہی تو پردہ اوٹھا کے دیکھ نہ لو

تمھاری شانِ جلال و جمال کے صدقے
رولا کے دیکھ چکے۔ ہنسا کے دیکھ نہ لو

یہاں کی آب و ہوا خوشگوار ہی کیسی
ذرا ہمارے تصور میں آ کے دیکھ نہ لو

تمھارے دیکھنے والے کچھ اور کہتے ہیں
تم اون کی آنکھوں میں دل میں سما کے دیکھ نہ لو

غنی کے پاس کہاں دولتِ تہیدستی
وہ ہاتھ میں ہی تمھارے گدا کے۔ دیکھ نہ لو

مریضِ ہجر کی حالت ہی اب تو قابلِ دید
جو دیکھتے نہیں آ کر۔ بلا کے دیکھ نہ لو

ابھی تو غش ہوں فقط۔ پھر تو مر ہی جاؤنگا
اوٹھا کے پردہ گرایا۔ گرا کے دیکھ نہ لو

میں مر گیا ہوں کہ جیتا پڑا ہوں دم سادھے
اب آ گئے ہو تو ٹھوکر لگا کے دیکھ نہ لو

خدا کو ڈھونڈتے ہو دل کے ہوتے اور کہاں
خدا کے واسطے۔ گھر ہیں خدا کے دیکھ نہ لو

اگر نظر ہی تو چھانو اوسی گلی کی خاک
اگر ہی آنکھ تو سرمہ لگا کے دیکھ نہ لو

پسِ فنا ہی بقا لا اِلٰہ اِلا اللہ
فنا کی آڑ میں جلوے بقا کے دیکھ نہ لو

کلیم ہو گئے غش اب ہماری باری ہی
ذرا تم اپنی تجلّی دکھا کے دیکھ نہ لو

خدا کے پیارے کو دیکھا۔ خدا کو دیکھ لیا
خدا کے پیارے ہیں مظہر خدا کے۔ دیکھ نہ لو

مرے لیے یہ تقاضا ہی بے نیازی کا
بنا کے دیکھ لیا۔ اب مٹا کے دیکھ نہ لو

وہ سنتے ہوں۔ ہیں کھول دونوں ہاتھ پھیلا کر
کہ دونوں ہاتھ ہیں خالی گدا کے۔ دیکھ نہ لو

ہے شوقِ دید تو آنکھوں کو، تابِ دید نہیں
وہ کہہ نہ دیں کہیں پردہ اٹھا کے۔ دیکھ نہ لو

یہی نماز۔ یہی مومنوں کی ہے معراج
جھکا کے سر کبھی سجدے میں جا کے دیکھ نہ لو

تمھیں خبر ہی غمِ عشق کی نہیں حافظ
عجب مزے کی یہ نعمت ہے۔ کھا کے دیکھ نہ لو

ردیف (ہ)

مجھ سے مرشد ہی نرالا آپ کا پردہ
ملے موسیٰ سے بے پردہ، غلاموں سے کیا پردہ

بلا ہے آپ کی دوری، قضا ہے میری مہجوری
غضب ہے آپ کا گھونگھٹ ستم ہے آپ کا پردہ

نگاہوں سے چھپے زیرِ زمیں خورشید کی صورت
ہے قابل دیکھنے کے طرفہ گھر آپ کا پردہ

وہ اک تم ہو کہ پردہ کرکے بیٹھے نیند سوتے ہو
یہ اک ہم ہیں کہ غفلت کا ہے آنکھوں پہ پڑا پردہ

بھلا ہو ضبط کا، جس نے چھپایا اپنے قابو تک
برا ہو دل کی بیتابی کا، جس سے کھل گیا پردہ

بھلے کو بات دل کی خستگی کہنے نہیں دیتی
بھری محفل میں تیرے خستہ دل کا رہ گیا پردہ

ترے مشتاق ہیں جتنے ہوئے حلقہ غلامی کا
یہ جتنے ہیں ترے آگے ہیں پھر اپنوں سے کیا پردہ

نبی کے بردے ہم بھی ہیں، خدا کے بندے ہم بھی ہیں
دکھا بہرِ نبی جلوہ، اوٹھا بہرِ خدا پردہ

نگاہوں سے تو اوجھل ہو مگر آنکھوں میں پھرتے ہو
یہ جھرمٹ مارنا کیسا، یہ چادر کا ہے کیا پردہ

تمہارے چھپنے سے خود ہی نہ زیرِ خاک چھپ جائے
تمہارے نام لیوا کا نہ کردے فیصلہ پردہ

پڑی ہے اپنی اپنی چشمِ سر کو، دیدۂ دل کو
کہ اب بے پردگی منظور کرتے ہیں وہ یا پردہ

خطاؤں پر میں شرمندہ ہوں، رسوائی سے ڈرتا ہوں
چھپا لو اپنے دامن میں کہ رہ جائے ڈھکا پردہ

اگر مدِ نظر تھا آپ کو پردے ہی میں رہنا
تو میرے دیدۂ مشتاق کا تھا کیا بُرا پردہ

جسے منظور ہو جلوت میں خلوت اوسکو کیا مشکل
بس آنکھیں بند کرلیں اور سب سے ہو گیا پردہ

مٹا دے اپنی ہستی کو کہ وہ جلوہ نظر آئے
جسے سمجھا ہے تو ہستی وہی ہے بیچ کا پردہ

چھپائی سادگی نے خاکساری ہم فقیروں کی
بنا پھر سادگی کے حق میں نقشِ بوریا پردہ

تمنا تیرے مشتاقوں کی حافظ عرض کرتا ہے
اوٹھا پردہ، اوٹھا پردہ، اوٹھا پردہ، اوٹھا پردہ

ردیف (ی)

میرے نصیب میں تھی زیارت حبیب کی
دولت نصیب کی تھی، خدا نے نصیب کی

پورا طواف کعبہ کا ارمان ہو گیا
پھینک آئے سات پھیروں میں گردش نصیب کی

اک یہ غریب اک یہ غربت غریب ہے
ہے کوئی اور بھی جو کہیگا غریب کی

چوری چھپے نصیب ہو دیدار خواب میں
لاؤں چرا کے رات کسی خوش نصیب کی

کہنے کو دل کا نام تو ہے خانۂ خدا
رہتی ہے الفت اس میں خدا کے حبیب کی

اک تم کہ تمکو دور کی سننا ہے سہل بات
اک میں کہ بات سن نہیں سکتا قریب کی

ہے یہ غربت زیادہ کہ ملتی ہے جیتے جی
جنت ہے جسکا نام گلی ہے حبیب کی

سب کرتے ہیں سوال ہم آمین کہتے ہیں
ملتی ہے بھیک ہمکو پرائے نصیب کی

جب تن پھرے تو جاکے کیا کعبے کا طواف
گردش نصیب کو ملی گردش نصیب کی

تھا دور قرب حق اگر دل اگر نہ ہو
ڈوری نے کھینچ کے دور کی منزل قریب کی

کیسی چڑھی ہے مجھکو تپ عشق مصطفے
کیوں نبضیں چھوٹی جاتی ہیں دست طبیب کی

تیغ نگاہ شہ کا جو دل پر ہوا ایک وار
کٹ جائے قید ابھی مری حسرت غریب کی

آئیگی چلتی پھرتی مدینے میں بھی اجل
اللہ جانے ہوگی وہ کسکے نصیب کی

وہ پیاری پیاری بستی مدینہ ہے جسکا نام
محبوب ہے خدا کی خدا کے حبیب کی

میدان سب تو گھیر نہ لیگی بقیع کا
تربت ذرا سے مرج میں حافظ غریب کی

مصطفیٰ سے خدا جدا نہ کرے
مصطفیٰ ہو جدا خدا نہ کرے

نہ کرے شکر یا کرے شکوہ
کیا کرے کوئی ہائے کیا نہ کرے

خاک توبہ کریگا وہ جو کبھی
یاد اپنا کیا کیا نہ کرے

درد میں لوٹے، تڑپے، چلائے
اور سب کچھ کرے، دوا نہ کرے

درد پر مرنے والے مرتے ہیں
موت ہی درد کی دوا نہ کرے

میں کہاں، وہ طوافِ کعبہ کہاں
بیٹھے بیٹھے تو سر پھرا نہ کرے

میرے طوفانِ اشک کو یارب
نوح کی عمر بھی وفا نہ کرے

خوش نہ آئے جو نالۂ بلبل
کھلکھلا کر کلی ہنسا نہ کرے

رائگاں ہو نہ آہِ پُر تاثیر
بے خطا تیر ہی، خطا نہ کرے

آئینے میں ہے کون، دل میں کون
آئنہ دل کا سامنا نہ کرے

ہو جو حسرت نہ ساتھ عشرت کے
کوئی بندہ خدا خدا نہ کرے

نہ ملیگا بتوں سے ملکے خدا
ہیں بتوں سے ملول، خدا نہ کرے

ہاتھ اوٹھتے نہیں بندھے ہیں لب
کیا کوئی دل میں بھی دعا نہ کرے

یاد رکھے اگر خطا کی سزا
بھول کر بھی بشر خطا نہ کرے

مرمٹے دوست سے جُدا ہوکر
ملکے دشمن سے بھی دغا نہ کرے

دل سے مانے اگر خدا کو خدا | بندہ بندے سے التجا نہ کرے

مژدہ حافظ! کریم ہے ممدوح
نہیں ممکن صلہ عطا نہ کرے

عرس قادری بدایوں شریف کے موقع پر - ۱۱ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۱۱ھ

سکون میں ہے مرا دل، جگر قرار میں ہے | ادھر مدینہ ہے، بغداد اس کنار میں ہے
جگہ کہاں کہ کہیں بیٹھے آکے گردِ گناہ | اٹا ہوا جو تری راہ کے غبار میں ہے
ہے نقدِ عشق بھی دل میں، غمِ زیارت بھی | مدِ وصل ہے وہ، یہ ابھی ادھار میں ہے
جو ہجرِ غوث میں کرتے ہیں منعِ بیتابی | وہ جانتے ہیں کہ دل اسکے اختیار میں ہے
کھلیگی جانبِ بغدادِ پاک کب کھڑکی | ہجومِ شوقِ زیارت مرے مزار میں ہے
فراقِ غوث میں ہم تیرے انتظار میں ہیں | اجل! خدا کے لیے تو کس انتظار میں ہے
کہاں کا مژدۂ دیدار و وعدۂ فردا | اب اتنی جان بھی تیرے امیدوار میں ہے؟

نصیب ہو بھی حضوری تو نذر کیا دیگا
بس ایک جان کفِ دستِ جاں نثار میں ہی

وہ عمر کاٹی ہی جو ہجرِ غوث میں مرکر
ہی موت یہ کہ مری زیست کے شمار میں ہی

وہ لطفِ یاد کہاں تن بدن کا ہوش کہاں
کہ بیخود آپ کا اپنے ہی انتظار میں ہی

وہ خانہ باغ ہی، وہ غوثِ پاک کی ہر گلی
ہوا بھری ہوئی جسکی مرے غبار میں ہی

ہنسی ہی لطفِ حضوری سے جی بھلا ہو جائے
وہ ایک بار میں کب ہی جو بار بار میں ہی

کہاں حضور کا روضہ کہاں میں پُر خرّف
بہار میں ہی خزاں، یا خزاں بہار میں ہی

یہ دل ہی تنگ جگہ، وہ بھی ٹوٹی پھوٹی سی
کہاں سمائے پریشانی، انتشار میں ہی

مریضِ ہجر ہی مہمان کوئی دم بھر کا
جو دم رُکا ہی وہ تیرے ہی انتظار میں ہی

ای خدنگِ نگہ کی جو دل کے پار نہ ہو
چھپی ہوئی وہ مرے سینۂ فگار میں ہی

شرابیوں کو نہیں کچھ مذاقِ تلخیٔ عشق
نشے میں کب وہ مزہ ہی جو اس خمار میں ہی

بھرا پڑا جو خزانہ ہی اونکی رحمت کا
وہ ایک روز نصیبِ گناہگار میں ہی

سدا بہار ہیں واعظ کے پھول ای **حافظ**
خزاں کا دخل کہاں دل کے لالہ زار میں ہی

اُجڑے ہوئے دل کو بھی الم تاک رہا ہی
اس گھر میں نہیں خاک، مگر نام بڑا ہی

اک جرم ترے عشق کا نیکی سے سوا ہی
اک ہجر ترا لاکھ سزاؤں کی سزا ہی

دل میں لیے پیار اگر ترا درد بھرا ہی
درد اس لیے اچھا ہی کہ تو اوس کی دوا ہی

سننے کی نہ تھی ٹوٹنے کی وہ جو صدا اٹھی
سننے کی ہی ٹوٹے ہوے دل کی یہ صدا ہی

مہمان کی ٹھوکر ہی سے ہو جاے تو نفع
گھر چھوڑ کے اپنا ترے در پر جو پڑا ہی

اشکوں میں جو ٹکڑے بھی ہوں دل کے تو بلا سے
بہ جائیں تو بہ جائیں کہ رو دیں یہ روا ہی

پوچھی نہ کبھی بات مری ہجر بنی میں
تو کونسے دکھ درد کی اے موت دوا ہی

سرزد ہو بدی بھی تو وہ نیکی سے بدل جاے
محبوب کی امت کا برائی میں بھلا ہی

صالح سے خدا کے لیے کہدے کوئی جا کر
طالع کا جو حامی ہی وہ محبوب خدا ہی

جیتوں میں پڑا جو نہ بچا ہجر میں جیتا
ہی موت تو اوس کی جسے جینا بھی پڑا ہی

نظروں میں سمایا ہی جو آنکھوں سے ہی اوجھل
آنکھوں میں وہ پھرتا ہی جو نظروں سے چھپا ہی

جاگے نہ کبھی جس سے وہی نیند ہی میٹھی
تلخی نہ ہو مرنے کی تو جینے کا مزہ ہی

دھووے اسے اے چشمہ خورشید رسالت
مہتاب کے منہ پہ کوئی دھبا سا لگا ہی

دو پاؤں میں اک سر ہو تو بل کھاکے چلیں ہیں
زائر ترا بے راحلہ ہی نے سروپا ہی

عاشق کی لحد ہند میں ہی روح عرب میں
مٹی کا ہی اک ڈھیر یہاں خاک دھرا ہی

جو ہو مری قسمت کا لکھا وہ مرے سر پر
میں پڑھ نہیں سکتا ہوں یہ قسمت کا لکھا ہی

بگڑی جو بنائی مری بگڑی کی بن آئی
صدقے ترے ناکام کا کیا کام کیا ہی

جس زخم کا مرہم نہ ہو وہ زخم ہی مرہم
جس درد کی دارو نہ ہو وہ درد دوا ہی

یاد وہ کہ ترا قرب ہماری رگِ گردن
یا یہ کہ گلے ملکے بھی تو ہم سے جدا ہی

حافظ دمِ پیرانہ مری نامہ سیاہی
کچھ شرم خدا سے بھی تجھے مردِ خدا ہی

حافظ ترا بھیک اور کہاں مانگنے جائے
سائل ترے گھر کا ہی، ترے در کا گدا ہی

اجل ہو، مدینے کا بن ہو الٰہی
یہ بیکس غریب الوطن ہو الٰہی

مدینہ وطن ہو غریب الوطن کا
وطن میں غریب الوطن ہو الٰہی

مدینے کا بن اور یہ خستہ تن ہو
یہ تن ہو الٰہی، وہ بن ہو الٰہی

خورش چیل کوّوں کی طیبہ کے بن میں
مرا لاشہ بے کفن ہو الٰہی

مرا منھ ہو قبلے کو، طیبہ کی جانب
مرے دل کا رد سخن ہو الٰہی

میں مداحِ ہو لے، وہ ممدوح میرے
میں ہوں اور فنِ سخن ہو الٰہی

ہو یہ بے وطن خوش عرب کے سفر میں
غریبی میں عیشِ وطن ہو الٰہی

چلے، چلکے گم نہرِ طیبہ میں ہو جائے
مرا رشک اگر قطرہ دمن ہو الٰہی

مدینے میں جا کر ملے ایسی راحت
نہ پھر یاد رنج و محن ہو الٰہی

وہ آہیں نہ مجھے دے کہ نارِ محبت
مرے سینے میں شعلہ زن ہو الٰہی

دعا گو و مدّاح کے حق میں مولے
کہ حافظ ہو فنِ سخن ہو الٰہی

تیرے گدا چلے ترے در سے چلے چلے
روضے کا نقشۂ آئنۂ دل میں لیے چلے

چلنے کو ہم چلے تو برے یا بھلے چلے
کیا بس چلے جو روضے سے تقدیر لے چلے

روضے سے اشکِ حسرت و اندوہ و درد و یاس
جب ہم چلے تو ساتھ کئی قافلے چلے

آتے ہی عشق کے ہوئیں ہوگئیں وداع
جب دل چلا تو ساتھ ہی سب حوصلے چلے

دوزخ کی آگ خاک جلے کو جلائیگی
بخوف سوئے حشر ترے دل جلے چلے

لینا ہے جذبِ شوقِ عرب کے قدم ضرور
ہم دو دو قدم چلے تو کئی مرحلے چلے

ہیں ضعف سے بہت رہِ طیبہ میں دو قدم
ہم دو دو قدم چلے تو کئی مرحلے چلے

دنیا الٹ رہی ہو مرے ضبطِ درد سے
ہل چل پڑی ہوئی ہو مگر بے ہلے چلے

بیگانوں سے بنی پڑی ہے یگانگی
چلتے نہیں جو ملکے ہم اون سے ملے چلے

اللہ رے بیخودی کا یہ ہو کہ میرے گھر
ملنے کو آپ آئے مگر بے ملے چلے

ہمکو لیے چلیگی کہ طیبہ کو اک اجل
چلنے کے روز روضے لقا تھے لیے چلے

دنیا میں آکے عیش کہ غم رنج یا خوشی
جس جس کا جو نصیب تھا حصہ وہ لے چلے

ضعف اگلے فضیلہ ہی شوق اگلے طرف حرص
زائر ترے گئے تو گئے جب چلے چلے

مرنے سے ہمکو کام ہی ڈوبیں کہ قتل ہوں | پانی گلے گلے رہے خنجر گلے چلے

پوری غزل اوٹھا کے قلم صنعت میں لکھی
حافظ تم اس عصا کے سہارے بھلے چلے

رکتا ہی اوبجھتا ہی دم جینے کی سختی سے | جو مر رہے ہیں جیتے جی اجیتے ہیں بے جی سے
شرتی ہوں کس ہو عربی مجھمیں ہی کھیت کی | کیوں خاکِ عرب نے نفرت اک بندۂ ہندی سے
جب کوئی نصیحت کی عاشق کو پڑی الٹی | آگ اور بھڑک اوٹھی یاروں کی تسلّی سے
ممکن نہیں غربت میں اوس دل کا بہل جانا | جس دل کو تعلق ہو مولٰے تری بستی سے
مرنے کو دکھائینگے لیجا کے تہہ ہستی | رستے میں لٹا دینگے ہم زر کے عوض جیسے
دندانِ نبی کا عاشق مُنھ نہ لگائیگا | جنت کا انار اپنے دانتوں کو پڑا پیسے
جینا ہو مدینے کا مرنا ہو مدینے میں | جی کی تو یہ ہی جیتا پھر ناکھوں کس جی سے
یارب رہِ طیبہ کی منزل ہی ابھی پہلی | وہ جان کہ تھی پوری کم ہوگئی آدھی سے
پہنچیگی ٹھکانے پر بیٹھیگی نشانے پر | اک آہ بھرینگے ہم جب درد بھرے جی سے
انگور کی ٹٹی نے کس دھوکے میں کھا ہی | کیا ملتے ہیں میکش اس دھوکے کی ٹٹی سے
جا کر نہ صبا لائی بو روضۂ اطہر کی | دم ناک میں آیا ہی کمبخت کی سستی سے
نہروں کو مدینے کی کب نہرِ جناں پہنچی | تعریفوں کے پل باندھے رضوان نے تعلّی سے

ادس قوم کے پروانے وحدت کے ہیں دیوانے
آئے ہیں لگانے کو لو شمع تجلی سے

خاک اونکے گداؤں کو اکسیر کا لالچ ہو
چٹکی ہیں جاتے ہیں وہ خاک کی چٹکی سے

کیا جلد غزل لکھی بیساختہ حافظ جی
ہے لطف جو ہو جائے مقبول بھی جلدی سے

قضائے حق نے حوالے کیا ادا کے مجھے
ادائے شاہ نے قید کیا قضا کے مجھے

ادھر نظر ہو، جمال اک نظر دکھا کے مجھے
لٹا لو آئینے سے حیرتی بنا کے مجھے

چھپا کے سب سے، دکھایا تھا مجھکو جو جلوہ
وہ جلوہ مجھسے چھپانا نہ تھا دکھا کے مجھے

بلا بلا کے وہ دو بار کر چکے رخصت
مزہ ہے جب کہ نہ رخصت کریں بلا کے مجھے

خیال ہے نہ میں سالتوں کو بیقراری سے
ٹنک ہی بنک ہی ہے اوٹھا اوٹھا کے مجھے

مرے پیام زبانی ہیں کوئی بوجھ نہ تھا
صبا نے کیوں چلدی ہوا بتا کے مجھے

وہ حسن دیکھتے ہی آئینہ میں بن جاتا
وہ دیکھ لیتے ادھر آئینہ بنا کے مجھے

وہ شمع ہے کہ حضوری ہیں جلتی بجھتی ہے
یہ میں کہ رشک نے چھوڑا جلا بجھا کے مجھے

بھلا دیا غم دوری کا درد جل ورہ
کچھ ایسی دی ہے تسلی گلے لگا کے مجھے

صبا! تجھے ہے مدینے کا قصد بیں سر کاہ
چلی ہے اب تو بیے ہی خیر چل اوڑا کے مجھے

نگون نیک ہے دیدار حق تعالے کا
وہ دیکھیں جو نظر سے نظر ملا کے مجھے

ہر تیری بندہ نوازی ہی ای خدائے قدیر
نبی کا بندہ کیا آدمی بنا کے مجھے

وہی ہوں میں وہی آنکھیں وہی نظر میری
یہ کیا کہ چھپ گئے تم اک جھلک دکھا کے مجھے

طوافِ کعبہ تو کہنے کو ہی غرض ہی کچھ اور
ترے حضور پہنچنا ہی پھیر کھا کے مجھے

کہاں ہیں اور کہاں بزمِ شعرای حافظ
عطا نے فخر کیا ہی عطا، بلا کے مجھے

گناہگار ہوں، کہ لو گناہگار نہ مجھے
کیا ہی تمنے کرم کا امیدوار مجھے

ادھر تو آج اجل ہی کھڑی ہوئی سر پر
ادھر ہی وعدۂ فردا کا انتظار مجھے

گنے چنے ہی رہے مولاؤں کا وہ مولا ہی
ملا ہی جسکی غلامی کا افتخار مجھے

پرائے بس کی اگر میری بیقراری ہی
تو کاش اپنے ہی دل پہ ہو اختیار مجھے

خطا معاف، بس اک آسرا ہی رحمت کا
فرشتے نے تو لکھا ہی خطا شعار مجھے

بڑھاپے میں ہیں جوانی کی حسرتوں کے داغ
خزاں نے آکے دکھائی نئی بہار مجھے

جیوں میں خوش جو نہ ہو دل کو موت کا دھڑکا
مروں، جو مرنے بھی دے میری جانِ زار مجھے

یہ سیج و راحتِ دنیا ہی چلتی پھرتی چھاؤں
نہ کچھ قرار ہی اوسکو، نہ اعتبار مجھے

پہاڑ ٹل نہیں سکتا ہی سخت جانی کا
اجل سے اور امیدِ کشودِ کار مجھے

ہیں اور ورطۂ غم ہی، تو اور کشتی مر
بس ایک ہاتھ میں ساقی لگا دے پار مجھے

ہر گُل تو گُل کیے دیتا ہی آج شادیِ مرگ
کسیکے وعدۂ فردا کا اعتبار نہ مجھے

نہ ہونگے روضے کے مُرجھائے پھول کیے پاسنگ
نئے شگوفے دکھائے صبا ہزار نہ مجھے

مریضِ ہجر کو ہی بد دعا کہ جیتے رہو
زیادہ مرنے سے جینا ہی ناگوار مجھے

حضور سے ہی اگر التجا تو بس اتنی
کہ ابکے اور بُلا لیتے ایک بار مجھے

دکھاتے کیوں ہیں تماشا مرا زمانے کو
جو اپنے ہجر میں رکھنا ہی بیقرار مجھے

یہ طفلِ اشک جو گر گر کے ہو رہے ہیں فنا
یہی کبھی نظر آتے تھے ہونہار مجھے

جو بادہ خوار ہیں کہتے ہیں متقی مجھکو
جو متقی ہیں سمجھتے ہیں بادہ خوار مجھے

شکستگی تو ہی ضامن مری درستی کی
وہ آپ ہاتھ دھریں پا کے دلفگار مجھے

میں بندہ اونکا وہ مولے ہیں میرے ای حافظ
وہ بیگناہ کہیں یا گناہگار مجھے

کروں نثار کہ دو بھر ہی جانِ زار مجھے
نہ اس لیئے کہ کہے کوئی جاں نثار مجھے

یہ وہم بھی تو مدینے سے چلتے وقت نہ تھا
کہ چھوڑ دینگے یوں ہیں کرکے دلفگار مجھے

نبی کی راہ میں آنکھوں کے بل بھی چل دیکھو
بہا کے لے تو چل ای چشمِ اشکبار مجھے

ہرے بھرے، پھلے پھولے ہیں داغ تازہ و تر
پھلا ہی خوب مرا سینۂ فگار مجھے

اوٹھے تو خاکِ مذلّت سے اوٹھ نہ پائے غبار
کیا ہی خوار تو اتنا تو کر دو خوار مجھے

جتھا گناہوں کا توڑا ہی میں نے توبہ سے
کرے نہ ٹوٹ کے توبہ گناہگار مجھے

وہ دور کب ہی وہ ہی میری شاہرگ سے قریب
ہی جسکے ہجر میں جینا گلے کا ہار مجھے

ہیں انتظار کے دُکھ درد شوق سے جھیلو
جو زندہ چھوڑے ترا دردِ انتظار مجھے

کیے گناہ، شفاعت کے بخشوانے کو
سمجھتی ہی مری توبہ گناہگار مجھے

وصال میں جو ہو مرنا، تو دوسرا ہی وصال
فراق میں تو ہی جینا بھی ناگوار مجھے

مدینے ہی میں ہی سب ہی ملک ہند کی کیا قید
اگر حضور کو رکھنا ہی بیقرار مجھے

وہ خود سراغ بنا میری خاکساری کا
میں چاہتا تھا چھپالے مرا غبار مجھے

گیا میں روضے کو پلکوں سے چلکے مثلِ نگاہ
کھٹک رہی تھی بہت راہ خاردار مجھے

نمک کی بات بڑی زخم کا ہی منھ چھوٹا
دیا خدا نے چھوڑا دلِ فگار مجھے

ہوائے شوق جدا ہی، بلائے ضعف جدا
پہاڑ ہیں رہ طیبہ میں کوہسار مجھے

قدم قدم رہ طیبہ میں ضعف سے ہی یہ خوف
کہ چھوڑ جائے نہ پیچھے مرا غبار مجھے

میں پھونک پھونک کے رکھتا ہوں انکی راہ میں پاؤں
کہ کام سرمے کا دینا چلے غبار مجھے

فنادگی تو کہیں خاک میں ملا آئی
چلا ہی ڈھونڈنے اودھر مرا غبار مجھے

زبان کھولکے **حافظ** سخنوروں کے حضور
مشاعرے میں نہ کرنا تھا شرمسار مجھے

جو ہیں دل میں جمالِ مصطفائی دیکھنے والے
ہیں آئینے میں حسنِ حق نمائی دیکھنے والے

جو آنکھوں سے ہیں شانِ مصطفائی دیکھنے والے
وہی ہیں اونکے قبضہ میں خدائی دیکھنے والے

طرہ سر ہو سلامت یا نہ ہو وہ در سلامت ہو
تماشا دیکھتے ہیں جبہہ سائی دیکھنے والے

جو تم مشکل کشا ٹھہرے تو جب تاب حل نہ ہو مشکل
یہ مشکل ہے ٹلیں مشکلکشائی دیکھنے والے

یہ تیری بے نیازی ہے کہ ہوں عشاق ہی ہجرے
تمہی شانِ جلال و کبریائی دیکھنے والے

فراق اونکا خبر لایا کہ اب وقتِ وصال آیا
چراغِ صبح ہیں شامِ جدائی دیکھنے والے

چھپا دے میرے عیبوں کو کہ رسوائی سے ڈرتا ہوں
دکھا دے شانِ ستاری برائی دیکھنے والے

ترے جلوے میں کیا دیکھا ہے جو دیکھا نہیں جاتا
کہ دیتے ہیں دوہائی پر دوہائی دیکھنے والے

سمجھتے ہیں کہ جیندے سے منظر توبہ کی ہے رحمت
برائی لکھ نہیں سکتے برائی دیکھنے والے

دکھلانے کے لیے پہنے ہیں جامہ پارسائی کا
ہماری ظاہری ناپارسائی دیکھنے والے

شجر یا پھول پتے ہوں کہ بشر ہوں یا فرشتے ہوں
ہیں سب تیری ادائے دلربائی دیکھنے والے

ہیں وسعت بیت و پا، گھر سے مدینے جا نہیں سکتا
وہ گھر بیٹھے مری بیت و پائی دیکھنے والے

وہ آئینہ جمالِ مصطفےٰ کا آئینہ ٹھہرا
جس آئینے میں تجھے وہ خود نمائی دیکھنے والے

ہمارا ہو گلا اور آپ کی الفت کا پھندا ہو
وہ ہونگے اور ہی راہِ رہائی دیکھنے والے

نکل جائیگا دم جب بھی کھلی رہ جائینگی آنکھیں
تمہی صورت کے ہیں تجھ سے فدائی دیکھنے والے

ہیں سونے کو ارے روکھے سوکھے بھیک کے ٹکڑے
اسیرانِ محبت کو حضور آنکھوں میں کھٹتے ہیں
ہیں اونکو بینوائی بھی دکھاتے دل میں ڈرتا ہوں
مریضِ عشق کی تیمارداری کرنے بیٹھے ہیں
ہی شیوہ حسن کا عشاق سے بے انتہا پردہ
فدا ہی دستِ وحشت وا! دامنوں پہ آستینوں پہ
نظر لگ جائیگی مجھکو تو ماتھے جائیگی کسکے
ہی کیا حاجت کہ اپنے منھ سے اپنی حاجتیں مانگیں
رہِ طیبہ میں سر کے بھل نہ چلتا میں تو کیا کرتا
منہ خور سے کوئی پوچھے کوئی اون سا بھی دیکھا ہی
کبھی خالی نہیں پھیرا کبھی خالی نہ پھیریں گے

ٹھٹھک جائینگے درباں کی رکھائی دیکھنے والے
الٰہی ہم نہ ہوں مشکل رہائی دیکھنے والے
کہ ڈھیں دل میں میری بینوائی دیکھنے والے
طبیب و نبض کا پنجہ کلائی دیکھنے والے
لقب عشاق کا ہی ابتدائی، دیکھنے والے
ترا منہ تکتے ہیں تیری صفائی دیکھنے والے
بڑے کوئی ہیں میری جبہہ سائی دیکھنے والے
اونھیں آمادہ حاجت روائی دیکھنے والے
مرے شاہا ہیں چھالے خستہ پائی دیکھنے والے
یہ پھرنے والے ہیں ساری خدائی دیکھنے والے
مرا پھیلا ہوا دستِ گدائی دیکھنے والے

یہ نقادوں کی نقادی، یہ طبعِ نارسا حافظ
کہینگے کیا طبیعت کی رسائی دیکھنے والے

میں وہ ہوں مجھے مصطفٰے چاہتا ہی
وہ ہیں دل کو آباد فرمانے والے

مرے مصطفٰے کو خدا چاہتا ہی
یہ کعبہ مدینہ ہوا چاہتا ہی

ہوائے عرب دلنوازی کو آئی — نیا اک شگوفہ کھلا چاہتا ہی
خدا کی خدائی میں ہی کون تم سا — خدائی تو کیا۔ خود خدا چاہتا ہی
قیام اور انکار امت کے مُنھ سے — قیامت کا فتنہ اٹھا چاہتا ہی
میں یہ چاہتا ہوں کہ تم ہاتھ رکھکر — ذرا پوچھ لو دل سے۔ کیا چاہتا ہی
مری خواہشیں پوری ہوتیں نہ ہوتیں — وہ یہ پوچھ لیتے کہ کیا چاہتا ہی
جو اوسکی ہی مرضی وہی میری مرضی — میں کیا چاہتا ہوں۔ وہ کیا چاہتا ہی
ترے دردمندانِ غم میں کوئی کب — دوا چاہتا ہی۔ شفا چاہتا ہی
جواب آپ حاصل ہی اس پوچھنے کا — مرے چاہنے والے! کیا چاہتا ہی
خدا کی وہ مرضی جو اونکی ہی مرضی — خدا اونکا چاہا ہوا چاہتا ہی
شفیع الوری سے کو یہ ارشاد ہوگا — اوٹھا سر تو سجدے سے کیا چاہتا ہی
ہیں رخصت طلب حضرتِ جبرئیل سے — جو پردہ ڈھکا ہی کھُلا چاہتا ہی
خدا ہی کا چاہا تو وہ چاہتے ہیں — جو وہ چاہتے ہیں خدا چاہتا ہی

اوس امت میں حافظ بھی داخل ہی جسکو
نبی چاہتے ہیں، خدا چاہتا ہی

لیکے پیمانہ جو خالی پھرے میخانے سے — خونِ دل پیتے ہیں وہ ناپ کے پیمانے سے

کسکی تقدیر کا تھا ہائے وہ غم، عمر دراز
بچ رہا تھا جو مری عمر کے پیمانے سے

ہم تو بے موت ہی مر جاتیں خوشی کے مارے
کوئی کہدے کہ وہ مل جاتے ہیں جانے سے

آپ سے جا کے مرے میں نہ کہ تھے آپ ہی آپ
آپ سے جاتے رہے آپ ہیں آ جانے سے

خونِ دل! عمر کا پیمانہ بلا سے بھر جائے
تو چھلک کر نہ گرے عمر کے پیمانے سے

کعبہ وہ شمعِ تجلّی ہے کہ لاکھوں جان باز
گرد پھر پھر کے فدا ہوتے ہیں پروانے سے

راہ کترا کے چلی جاتی ہے باہر باہر
ہر خوشی روٹھی ہوئی سی مرے غمخانے سے

سر کے بھل جائینگے ہم تھک کے جو رہ جائینگے پاؤں
چلکے طیبہ کو، رہے راہ میں رہ جانے سے

دشتِ طیبہ کی ہوا کھا کے جو پھر آئے ہیں
سر کھلے، برہنہ پا پھرتے ہیں دیوانے سے

ہمسے بیمار اسی کو تو۔ سمجھتے ہیں شفا
نکلیں مر کر بھی نہ ہم لوٹ کے شفا خانے سے

دشتِ طیبہ کی ہوا کھا کے پھر آیا حافظ
کیا ملا ہند میں، پوچھے کوئی دیوانے سے

خوف سے جب دلِ گنہگار رو کے مضطر ہو گئے
درہم و برہم سیہ کاری کے دفتر ہو گئے

دل بھر آیا دونوں آنکھیں ڈبڈبا کر رہ گئیں
ایک ہی شیشے سے دو لبریز ساغر ہو گئے

جنگ ہفتاد و دو ملت ہی ترقی پر ہنوز
بڑھتے بڑھتے ایک فرقے کے تہتر ہو گئے

صبر رخصت ہو گیا، ہیں ہم و درہم جو اس
کھل گیا شیرازہ، سب اوراق ابتر ہو گئے

صورتیں بدلا کریں، سیرت بدلنے کی نہیں
تیغ جب ٹوٹی تو ٹکڑے اوسکے خنجر ہو گئے

دل جو ٹوٹا صبر نے دی آہ بھر کر یہ صدا
اب کہاں جا کر رہینگے ہم کہ بیگھر ہو گئے

غم محرم کا بھی بھولے ہیں خوشی میں عید کی
کپڑے کیا بدلے کہ ہم جامے سے باہر ہو گئے

کب کریں تسکینِ دل، ہمکو یہی تھا اضطرار
جب بڑھا دستِ تسلّی، اور مضطر ہو گئے

حشر میں دلہائے ناقص کا کوئی گاہک نہیں
سکہ ہائے قلب سب ٹکسال باہر ہو گئے

کشتگانِ عشق کی پیاس آبِ خنجر سے بجھی
اپنے اپنے خون سے سوکھے گلے تر ہو گئے

ٹوٹ پڑتی ہے شہیدانِ محبت پر بہار
گُل جو کھائے جسم پر، پھولوں کے زیور ہو گئے

ہیں وہ مجھسے جو ہیں مولے کے غلاموں کے غلام
جو ہوے قنبر کے بندے، آپ قنبر ہو گئے

اونکے دیوانے ہیں بستی سے یہ ویرانے میں خوش
گھر سے باہر تھے تو ہی جامے سے باہر ہو گئے

عشق کی سرکار نے دی خدمتِ آہ و فغاں
کیا وظیفے، کیسے روزینے مقرر ہو گئے

شانِ مولا ور امت ایسی پیشوا اس شان کے
اونکے ہم محبوب، وہ محبوب داور ہو گئے

دل، جگر، دونوں نے پائے فرقتِ مولا کے داغ
دونوں کو صبر آگیا، دونوں برابر ہو گئے

تنگ آکر نذر آخر کر دیے ہوش و حواس
ایک سودا، اک جنوں، دونوں برابر ہو گئے

پڑ گئے جیتوں میں وہ، جو مر گئے اونکے حضور
جینے پھر آئے تو ہم مرنے سے بدتر ہو گئے

نعت لکھے جاؤ حافظ! ایک دن یہ دیکھنا

سب یہ اوراقِ پریشاں ایک دفتر ہو گئے

چھائی رحمت کی گھٹا، آئی پشیمانی مجھے
مشکلیں تر دامنی کی ہو گئیں پانی مجھے

کیا دکھائی ہے ابھی سے چینِ پیشانی مجھے
ہیں ابھی تو دربدر کی ٹھوکریں کھانی مجھے

آئنہ سکتے میں ہے، دیکھی جو حیرانی مری
آئینے میں دیکھنی ہے اپنی حیرانی مجھے

جان ہے آنکھوں میں آئی، سامنے آنکھوں کے تم
اور ابھی ٹھہرو کہ مرنے میں ہو آسانی مجھے

لاکھ عیبوں کو ہے ڈھانکے اک مری دیوانگی
لاکھ پردوں کا ہے پردہ ایک عریانی مجھے

اونکی صورت سامنے ہو، تن بدن کی سُدھ نہ ہو
ہو فشارِ قبر میں لطفِ تن آسانی مجھے

سوزِ غم سے کاش جل بھُنکر کلیجا ہو کباب
مفلسی میں، عشق کی کرنی ہے مہمانی مجھے

بند کیں آنکھیں تو بول اوٹھی وہ تصویرِ خیال
میں ہوں یوسف، کیوں بنایا تو نے زندانی مجھے

عالمِ حیرت سے آگے کوچ میں نے جب کیا
لگئی [illegible] مری تصویرِ حیرانی مجھے

روح دیوانی تھی، آئی اس خراب آباد میں
حضرتِ مجنوں سے پہنچا فیضِ روحانی مجھے

میں پڑا دم توڑتا ہوں، درد میری ہڈیاں
میں گرانجانی کو تکتا ہوں، گرانجانی مجھے

میں تو سوکھا گھاٹ سمجھا تھا، مجھے کیا تھی خبر
تا گلو ہوگا اوترنا تیغ کا پانی مجھے

کیا پشیمانی بُری تھی، کیوں کیا عذرِ گناہ
اب پشیمانی سے ہوتی ہے پشیمانی مجھے

دل مرا خوش ہو کے کہتا ہے کہ عشقِ شاہ میں
زخم قسمت سے ملے سب خندہ پیشانی مجھے

حافظ اس ارمان میں غمِ جگر کھاتا ہوں میں
ہو مدینے میں میسّر فخرِ جہانی مجھے

نہاں چشمِ دل سے وہ پیارا نہیں ہے ۔ نظر کو میسّر نظارہ نہیں ہے
کیا کہوں جو پوچھیں عرب کے مسافر ۔ کہ کیا پھر ارادہ سے بارہ نہیں ہے
دوا خود ہو جس دردِ دل کی وہ پیارا ۔ دل اوس درد سے مجھکو پیارا نہیں ہے
جییں وہ جو مرتے ہیں اس زندگی پہ ۔ مریں ہم کہ جینا گوارا نہیں ہے
صدا دی ہے پڑی جب نئی چوٹ دل پہ ۔ کہ اب مجھمیں طاقت خدارا نہیں ہے
مرے دل میں ہو درد یا ہو وہ پیارا ۔ وہ پیارا ہی جو آشکارا نہیں ہے
خدا کے ہیں پیارے جو پیارے ہیں اوسپر ۔ وہ پیاروں کا پیارا ہی پیارا نہیں ہے
وہ روزِ سیہ کون سا پیش آیا ۔ کہ رو دھو کے ہم نے گزارا نہیں ہے
یونہیں راتوں اوس شمع سے لو لگائی ۔ یہ کاجل بنایا دل نے پارا نہیں ہے
اگر میری آنکھوں کی پھوٹی ہے قسمت ۔ تو دل سے تو پردہ تمھارا نہیں ہے
کسِ بیکساں! بیکسوں کی خبر لو ۔ کہ یاروں کو یاری کا یارا نہیں ہے
تم اول ہو سب سے تم آخر ہو سب سے ۔ بنی کوئی ثانی تمھارا نہیں ہے
ہے جینوں کو مر کر پھر اک بار جینا ۔ مگر جیکے مرنا دوبارا نہیں ہے

تصور نے کس روز روضے کا نقشہ
یہ ای ضبط صدقہ ہی تیرا کہ اب تاک
نہیں ہاجر سے میں کوئی زیست کا دم

یہیں بیٹھے بیٹھے اوتارا نہیں ہی
مرادر و دل آشکارا نہیں ہی
جسے ہم نے مر کر گزارا نہیں ہی

وہ محفل میں بے حافظ ارشاد اونکا
وہی اک مصیبت کا مارا نہیں ہی

ایک تم ہو، اور تمسا رب کا پیارا کون ہی
ایک غم ہاں لاکھ غم ہوں غم سے ڈرتا کون ہی
رونے والے روتے روتے مرگئے، اچھا ہوا
شان والوں سے جدا ہی شان والا آپ کی
جان و جاناں کی ہیں باتیں بول بول اوٹھتا ہی دل
میں تمھارا نام لیوا، تم مرے حاجت روا
ایک سے ایک اچھی صورت والے ہونگے بے شمار
عاشقوں کو آپ دیتے ہیں دعا - جیتے رہو
جان تھی جسکی امانت اوسکو دیدی ای اجل
حق تعالے ہی رضا جو یا حبیب حق ترا

کون ہی کونین میں جز ذات والا کون ہی
میرا والی کون، مولے کون، آقا کون ہی
مرنے والوں پہ تمھارے مارنے والا کون ہی
شان والا سب میں ہی اس شان والا کون ہی
جان جانے اور جاناں کوئی ہوتا کون ہی
آسرا کسکا ہی، میں کسکا ہوں، میرا کون ہی
پوچھو صورت آفریں سے، سب میں اچھا کون ہی
مرنے والے مر رہے ہیں، جینے والا کون ہی
اب یہاں مرنے کا ڈر کسکو ہی، جیتا کون ہی
دوسرا ایسا حبیب حق تعالے کون ہی

سب سے چھوٹی ہی جماعت اسکو خوش کر دیجیے
دو ہیں آنکھیں، تیسرا دل، اور چوتھا کون ہی

میں ہوں میری بیکسی، خلوت ہی صورت آپ کی
کون کہتا ہی کہ تنہائی ہی، تنہا کون ہی

کیا خطا اوسکی جو اک جلوے سے بیخود ہو گیا
خود نمائی کون کرتا ہی، خود آرا کون ہی

میں تڑپ کر تھک گیا ہوں، مجھکو تڑپاتے ہیں کیوں
کسکو دعوائے شکیبائی، شکیبا کون ہی

تو خدا کا سایہ، تو بے مثل، تو نورِ خدا
تیرا سایہ تک نہیں ہی، تجھسا یکتا کون ہی

تجھکو کیا، پر مجھسے کہتی ہی وہ تصویرِ خیال
چپکی بیٹھی رہ خموشی! تجھسے کہتا کون ہی

مانتے ہیں ہم مسیحا کو کہ ہی جاں بخشِ خلق
جانتے ہیں یہ بھی ہم جانِ مسیحا کون ہی

جرم سب چھوٹے بڑے، کرتے ہیں سب چھوٹے بڑے
انتی ہیں ہم بشر ہیں ہم، فرشتہ کون ہی

اونکے حصے میں ہیں طالع، طالعوں میں ہیں بُرا
میں اگر ایسا بُرا ہوں، مجھسے اچھا کون ہی

دل میں کسکا دھیان آیا، کیوں ہی اتنا اضطراب
کیسی ہلچل پڑ گئی، اس گھر میں ٹھہرا کون ہی

میرے دشمن ہو گئے بیکس، غم کرے میری بلا
کسکا بندہ ہوں میں حافظ! میرا آقا کون ہی

اوس نقشِ کفِ پا کی کیا شان نرالی ہی
جو چرخ سے برتر ہی جو عرش سے اونچی ہی

ایک ایک پلک شہ کی وہ طرفہ نکیلی ہی
جو دل میں بھی چبھتی ہی آنکھوں میں بھی کھبتی ہی

آئے ہو کہاں سے تم - آگے ہی کہاں جانا
ای بیخود تمکو کچھ اپنی خبر بھی ہی

ہوتے ہو روضے کے جو مرتے ہیں جنت پہ
اندھوں سے کوئی پوچھے آنکھوں سے بھی دیکھی ہی

دل نے جو محبت کی ایذا ملی فرقت کی
تقصیر بھی تھی کوئی تعزیر یہ جبکی ہی

ہیں درد بھری آہیں خالی کہیں جانے کی
جو دل سے نکلتی ہی وہ دل میں اترتی ہی

کثرت نہیں بے وحدت - وحدت ہی سے ہی کثرت
سلجھا یہ معمّا ہی - بوجھی یہ پہیلی ہی

دنیا کا نہ ہو جویا - ہی نام سراب اسکا
یہ صید کا ہی پھندا - دھوکے کی یہ ٹٹی ہی

طیبہ میں پھنسا ہی دل سینے میں رکا ہی دم
جیتا ہوں نہ مرتا ہوں ہولے بری اٹکی ہی

بیمار ہی مدینے میں بیمار اہی مدینہ بھی
اچھے کی جو بستی ہی وہی اچھی ہی

دیکھا ہی چھپے چوری جو خواب میں اک جلوہ
کہہ دینے میں ڈر کیا ہی کیا چوری کیسی ہی

اک رات بسر کرنا پھر صبح سفر کرنا
دنیا کی سرا ہی یا جاگیر کسیکی ہی

ہجورِ عرب کا جی بہلاتی ہی تڑپا کر
تو چین ہی بیچینی ! تو دل کی تسلّی ہی

روضہ نہیں جنت ہی دم دیکھے جو بل جائے
جنت کے خریدار و جنت بڑی سستی ہی

حافظ مرے، مولے ہیں محفوظ ہوں میں حافظ
خاطر مری خطروں کو کب خطرے میں لاتی ہی

رخصت ہی آج خیر سے ماہِ صیام کی
ساقی اگر ہی [illegible] حلال و حرام کی

ساقی ہو خیر تیرے سبو - تیرے جام کی
کیونکر بجھے گی پیاس ترے تشنہ کام کی

ملتی ہی بھیک سب کو ترے فیضِ عام کی
داتا بھلا ہو مجھکو بھی مولے کے نام کی

یہ بھی بڑی صفت ہی خدا کے کلام کی
سرتاپا ہی نعت رسولِ انام کی

جاری ہی احتساب تو مستول ہے کیا حساب
جن کو نہیں تمیز حلال و حرام کی

رندوں کی عقل خاک میں ہرگز ملی نہیں
چھڑکی زمین پر بھی تو زاہد کے نام کی

آگے قدم بڑھاتے ہیں سر کو بنا کے پاؤں
چوکھٹ ادب سے چوم کے بابِ السلام کی

اونگلی کے ایک اشارے کی بھی لا سکا نہ تاب
ترکی تمام ہوگئی ماہ تمام کی

پہنچی جو بانگِ صورِ قیامت کے کان میں
اوٹھی بلائیں لینے کو اونکے خرام کی

دربانی اپنے روضے کی دیدو تو میں کہوں
کنجی عطا ہوئی مجھے دار السلام کی

دیوانوں کے گلے سے ہی کب کی ملی ملی
زنجیر بابِ رحمت و بابِ سلام کی

چلتے تھے جس میں جام کہاں ہیں کہاں وہ بزم
آنکھوں میں شکل پھرتی ہی ایک ایک جام کی

ای جذبِ شوق تو ہی تو کیوں ہو مری بلا
منت پذیر خضر علیہ السلام کی

خاکی ہی جسم، بیکیے اسیر غرورِ خاک
بنیاد بھی تو ہو کوئی اس قصرِ خام کی

یہ آخری کلام ہی کیا خوب یادگار
کیا بات حافظ آپ کے قائم مقام کی

خوشا وہ درد، بنایا جو میرے سر کے لیے
یہ سر وہ سر ہی جو ہی اونکے سنگِ در کے لیے

میں روز شام سے روتا ہوں اس سحر کے لیے / اثر دعا کے لیے ہو، دعا اثر کے لیے

غمِ نبی میں اوٹھا شور کس قیامت کا / کہ صور نے بھی قدم نالۂ سحر کے لیے

اثر نے کھینچ لیا ہاتھ جب دعاؤں سے / دعائیں ہاتھ بڑھائے رہیں اثر کے لیے

تلاشِ دوست میں گم ہو گیا تو ہوش مرے / کہاں کہاں پھرے اوڑتے مری خبر کے لیے

نہ پوچھو دل کی مسرت، ہوا تھا جب رخصت / خدا کے گھر سے حبیبِ خدا کے گھر کے لیے

پھرا کے شمس و قمر کو حوالیِ روضہ / فلک نے صدقے اوتارے نظر گزر کے لیے

خدا کی شان - ہوا دل میں دخلِ زلفِ نبی / اس آئینے میں جگہ بھی نہ بال بھر کے لیے

لہو کی بوند بھی پائی نہ بھوکے پیاسوں نے / جگر ہے دل کے لیے خون، دل جگر کے لیے

مریضِ غم کو تو اکسیر کا ہے ڈھیر بھی خاک / وہ دیں تو خاک کی چٹکی بہت اثر کے لیے

دمِ طوافِ حرم کیا کمی تھی بوسوں کی / کبھی غلافِ سیہ کے - کبھی حجر کے لیے

شبِ فراقِ نبی میں پیا یہ خونِ جگر / کہ کوئی بوند نہ باقی رہی سحر کے لیے

نہ تھی امید کہ جیتے بچینگے ہجر کی رات / کہ کوئی نالا اوٹھا رکھتے ہم سحر کے لیے

بر آئیں دل کی مرادیں خدا خدا کر کے / خدا کے گھر سے چلی ہیں خدا کے گھر کے لیے

ارادہ ملکِ عدم کا تو کر لیا حافظ / ہے زادِ راہ بھی اتنے بڑے سفر کے لیے

یوں بیٹھنے والے نہ ترے در کے اوٹھینگے ۔ بیٹھے ہیں وہ مرنے کے لیے مر کے اوٹھینگے
جب حشر کو مست آپ کے ساغر کے اوٹھینگے ۔ ساغر لیے طالب مے کوثر کے اوٹھینگے
بیٹھے تھے جو مرنے کو وہ آ بیٹھے ہیں در پر ۔ اب بیٹھ گئے بیٹھ گئے مر کے اوٹھینگے
جیتے ہیں تو بیٹھے ہی رہینگے ترے در پر ۔ اوٹھنا ہی قضا را جو پڑا مر کے اوٹھینگے
بوسے ہوں کہ سجدے ہوں کہ ہو ناصیہ سائی ۔ اوٹھینگے ہم اوس در سے تو کچھ کر کے اوٹھینگے
عشاق کو ٹھکرا کے ذرا سیر تو دیکھو ۔ ٹھوکر کے گرے ذوق میں ٹھوکر کے اوٹھینگے
لاٹھی کا سہارا ہو تو ہو ضعف میں اوٹھنا ۔ اوٹھے بھی تو ہم آہ کوئی بھر کے اوٹھینگے
بہتر تو یہ تھا گھر کی جگہ قبر بناتے ۔ کیا جانتے تھے ساتھ ہی ہم گھر کے اوٹھینگے
پر دیدے عریضے کو الٰہی کہ خود اوڑ جاے ۔ ہم سے کہیں احسان کبوتر کے اوٹھینگے
دشوار ہے چلمن کی طرف آنکھ اوٹھانا ۔ پلکوں کے پرے پردے میں جھالر کے اوٹھینگے
ہٹتے ہی نظر اوس قُبے کا پھر جائیگا نقشہ ۔ بُلبُلے جو تلاطم میں سمندر کے اوٹھینگے
صحرا ہو سلامت مجھے کانٹوں کی کمی کیا ۔ احسان نہ فصّاد کے نشتر کے اوٹھینگے
سایے کی تلاش اونکو قیامت میں نہ ہوگی ۔ مشتاق جو بے سایہ پیمبر کے اوٹھینگے
بستر سے اگر آپ کے بیمار اوٹھے بھی ۔ اوبھرے ہوے کچھ نقش سے بستر کے اوٹھینگے
آنکھوں سے گریں اشک مگر ہو سے نہ گر جائیں ۔ گوہر ہی تو ہیں دام تو گوہر کے اوٹھینگے

پردے کی طرح آپ کے در پر جو پڑے ہیں
قنبر کے تو ہمنام ہیں قنبروں میں ہزاروں
مقسوم میں کانٹے کا تُلا زر ہی مگر کب

اوٹھینگے تو پردے کی طرح در کے اوٹھینگے
ہم نام سے اک بندۂ قنبر کے اوٹھینگے
جب پھول ترے بندۂ بے زر کے اوٹھینگے

حافظ نہیں کچھ غم جو ہیں ناقص دُرِ مضموں
کچھ دام تو گرچہ ہوسے گوہر کے اوٹھینگے

دولتِ فقر تو ہی پاس جو نے زر ہی علی
نہ فقط بحرِ حقیقت کا شناور ہی علی
نہ ہی نفسِ نبوت ۔ ہی مگر نفسِ نسب
راکبِ دوشِ پیمبر جو ہوا کعبے ہیں
علم کا شہر بھی حق، شہر کا در بھی حق ہی
دو سگے بھائیوں کے بیٹے ہیں دونوں بھائی
اصل میں ایک ہی دادا کے ہیں دونوں پوتے
جو علی کو کہے بزدل وہ ہی خود ہی بزدل
فاطمہ بنتِ اسد کا ہی پسر شیرِ خدا
مژدہ ای تشنۂ دیدارِ علی کے پیاسو

بے زری ہاتھ میں ہی، دل کا تونگر ہی علی
بلکہ اُس بحر کا غواص ہی، گوہر ہی علی
ہاں پیمبر تو نہیں نفسِ پیمبر ہی علی
وہ علی ہی، وہ علی ہی، وہ مقرر ہی علی
علم کا شہر پیمبر ہی مگر در ہی علی
اک برادر ہی نبی، ایک برادر ہی علی
نسل میں ختمِ رسالت کے برابر ہی علی
شیر دل، شیر فگن، شیرِ دلاور ہی علی
فاطمہ دختِ شہ فقر کا شوہر ہی علی
ساقیِ تشنہ لباں، قاسمِ کوثر ہی علی

پورے بارہ ہیں امام اور خلیفہ ہیں چار
اور گنتی میں مقدم ہے سو حز ہے علی

اہلِ بیتِ نبوی پر ہے نزولِ تطہیر
اہلِ بیتِ نبوی میں ہے مطہر ہے علی

اہلِ معنی میں ہیں کیا نامِ علی کے معنی
اہلِ ظاہر تو یہ کہتے ہیں کہ برتر ہے علی

ربط ہو دل کو علی سے تو ہو اللہ سے ربط
صفتِ ذاتِ اللہ کا مظہر ہے علی

منقبت لکھوں تو کس طرح لکھوں اے حافظ
کہ مرے فہم مرے وہم سے باہر ہے علی

خاص بندے تک رسائی ہو گئی
سامنے شانِ خدائی ہو گئی

چل گیا امت کے بیچاروں کا کام
چارہ گر تیری دوہائی ہو گئی

دامنِ تر پر ہے دھبا زہدِ خشک
ننگِ رندی پارسائی ہو گئی

ہجر میں آرام سے ڈرتا ہے جی
اک پلنگ اک چارپائی ہو گئی

دل سے گھر میں اب نہ عشرت ہے نہ غم
یہ صفایا یا صفائی ہو گئی

بات جب تک دل میں تھی اپنی تھی دل کی بات
منہ سے جب نکلی پرائی ہو گئی

آہ! تو دل سے نکل گردوں کو چل
اب نہ کر جو دل میں آئی ، ہو گئی

اب تو کٹتی ہے بمشکل قیدِ زیست
قطعِ امیدِ رہائی ہو گئی

غم میں دل بیٹھا مارا پڑا
آنکھوں آنکھوں میں لڑائی ہو گئی

مسکراہٹ شربت دیدار پر
پستۂ لب کی ہوائی ہوگئی

میکدے میں ایک ہی ساغر کی نذر
عمر بھر کی پارسائی ہوگئی

سکہ ہائے داغ وہ کھوٹے ملے
نقش جن پر ناروائی ہوگئی

تیرگی دل کی بدل کر روشنی
جب خدا سے لو لگائی ہوگئی

دو نہ دو سائل کو جھڑکی تو نہ دو
مانگنے میں کیا بُرائی ہوگئی

ہے یہ کن غزلوں میں ای حافظ غزل
آئے دن کی ہوتی آئی ہوگئی

جان روضے کی فدائی ہوگئی
یا کبھی اپنی، یا پرائی ہوگئی

اونکا جلوہ اونکے پردے میں بھی ہے
پردہ داری خودنمائی ہوگئی

ہم سے کیا خدمت شفاعت کی ہوئی
جب ہدی کوئی بُرائی ہوگئی

روضۂ والا کہاں تھا، میں کہاں
تھی مقدر میں رسائی ہوگئی

دم ہوا پہلے نظارے میں فنا
جان نذرِ رونمائی ہوگئی

تیرگی میں اس قدر چمکا وہ نور
گمرہوں کو رہنمائی ہوگئی

قطرۂ ناچیز کو رونا ہے یہ
ہائے دریا سے جدائی ہوگئی

بس حلو لی بس۔ خدا کا نام لے
بندگی۔ گویا خدائی ہوگئی

کر دیا عقدوں کو مولا کے سپرد
سہل اب مشکلکشائی ہوگئی

جا پڑی فردِ عمل پر وہ نگاہ
جو بُرائی تھی بھلائی ہوگئی

آنسوؤں نے ایسی دھوئی فردِ جرم
محو سب لکھی لکھائی ہوگئی

اک بدی کی - ایک ہی لکھی گئی
ایک نیکی اک دہائی ہوگئی

ذاتِ بے ظل ٹھہری ظلِّ ذاتِ حق
ختم اوسپر حق نمائی ہوگئی

مصطفائی کیا ملی نامِ خدا
مصطفےٰ! تیری خدائی ہوگئی

تھا یہ حافظ بارشِ رحمت کا فیض
فردِ عصیاں دھوئی دھائی ہوگئی

بیری پُرساں لب کشائی ہوگئی
لب ہلے، معجز نمائی ہوگئی

رحم کر رحم ابتدائی بیطاقتی
حدِ طاقت آزمائی ہوگئی

سر جو پھوٹا اونکے در پر، دی صدا
بس مقدر آزمائی ہوگئی

اونچی قسمت خاک اُفتادوں کی ہے
پہنچے دامن تک رسائی ہوگئی

سبز گنبد تک نہ پہنچی آہ، آہ
چرخِ اخضر تک رسائی ہوگئی

اب تو سب روتے ہیں میرے حال پر
چار دن کی جگ ہنسائی ہوگئی

آفریں، بیدست وپائی! آفریں
حسرتوں سے ہاتھا پائی ہوگئی

دیکھتا ہی جو ریا کاروں کے دل
اوسکی طاعت بھی ریائی ہوگئی

آہ کے بدلے فلک تک کیوں اثر
نارسائی کی رسائی ہوگئی

اپنے گھر بیٹھے تصور کے طفیل
قصر مولے میں رسائی ہوگئی

شاہ کہلاتے ہیں اوس در کے گدا
شاہی اوس در کی گدائی ہوگئی

جنکو ہی بے موت مرنا، اونکی موت
ایک سی آئی نہ آئی ہوگئی

ہوگیا دل ہفت نذرِ یک نگاہ
چیز اپنی تھی پرائی ہوگئی

پیشتر بھیجے گئے اور انبیا
پیشوا کی پیشوائی ہوگئی

دل چکا حافظ اب آہوں کا مزاج
گوشِ مولے تک رسائی ہوگئی

سب خدائی مصطفائی ہوگئی
مصطفے کی سب خدائی ہوگئی

چشمِ تر کی مردمک یا مصطفے
مصطفائی روشنائی ہوگئی

سیکڑوں جائیں فدا اوس جان پہ
جو مدینے کی فدائی ہوگئی

دل وہیں ہی میں چلا آیا یہاں
دیکھ لینے کی جدائی ہوگئی

ہوتے ہیں سجدے خدا کے، تب کہاں
کعبے کی، گھر کی فدائی ہوگئی

اونکی چوکھٹ اونکے طاعت کیش کو
سجدہ گاہِ جبہہ سائی ہوگئی

تک رہے ہیں منہ گرفتارانِ حشر
کہ بھی دو جاؤ رہائی ہوگئی

میرے عقدے وا ہوے اک بات میں
لب کھلے، مشکلکشائی ہوگئی

کوہِ طیبہ آنکھ اوجھل ہی تو کیا
آنکھ کے تل میں سمائی ہوگئی

ہوتی ہی معراج ہر سر کو کہیں
اونکی ٹھوکر جس نے کھائی ہوگئی

پوری ہوتی ہی کہیں سب کی مراد
اونکے در پر جسکی آئی، ہوگئی

مَنْ رَاٰنِی قَدْ رَاَ الْحق کہدیا
انتہائے حق نمائی ہوگئی

تیرے صدقے، جسکو دیکھا تک نہیں
اوس سے حاصل آشنائی ہوگئی

آنکھ سے پیاری نہ تھی پہلے نگاہ
جب سے روضے تک ہو آئی، ہوگئی

مدحتِ مولے کجا، حافظ کجا
نام کی مدحت سرائی ہوگئی

سینے سے آرہی ہی صدا آہ آہ کی
کیا دل کے پار ہوگئی برچھی نگاہ کی

کیونکر نہ لوں بلائیں میں اپنی نگاہ کی
لیکر بلائیں آئی ہی کس بارگاہ کی

رونے سے ہمکو منع جب احباب نے کیا
رو رو کے ہم نے اور بھی حالت تباہ کی

راہِ مدینہ پوچھی تو رستہ بتا دیا
اے خضر اب مجھسے بات کرو راہ راہ کی

سمجھا سیاہ مست میں رندِ سیاہ مست
دیکھی جو شکل دور سے ابرِ سیاہ کی

مولے کے دل میں رحم ہے، زائر ہی راہ میں
لو راستے ہی سے دل ہو لئے ہیں راہ کی

وقفہ تھا ایک چشم زدن کا حضور میں
رخصت ملی تھی ہمکو فقط اک نگاہ کی

ساتوں فلک کو توڑ کے پہنچی جو عرش تک
اللہ! کچھ بساط بھی تھی ایک آہ کی

دیکھی صفائے گنبدِ روضہ پھسل پڑی
اہلِ نظر بتاتے ہیں لغزش نگاہ کی

منظور تھا بنائیے شاہد حبیب کو
اللہ کو تو کچھ نہ تھی حاجت گواہ کی

اللہ ہے جمیل اوسے محبوب ہے جمال
خود ہی دیا جمال تھیں، خود ہی چاہ کی

درج بیاض نامۂ اعمال ہو گئی
جب کوئی مدح لکھی حبیبِ آلہ کی

آنسو ہیں پینے کے لئے کھانے کو ٹھوکریں
زائر کو خاک فکر نہیں زادِ راہ کی

جلوے تمہارے ہیں، جو سمائے ہیں آنکھ میں
پتلی میں تم کہاں، غلطی ہے نگاہ کی

دل کو کہاں نصیب تھیں یہ بیقراریاں
شوخی سما گئی ہے کسیکی نگاہ کی

میں ہوں ضعیف، بوجھ ہے بھاری، سفر دراز
لیکر چلیگا کون یہ گٹھری گناہ کی

حافظ فراقِ روضہ میں ہے بات ایک ہی
یا شعر کہدیا کوئی، یا کوئی آہ کی

میرے کہنے میں نہیں دل ہے اور مضطر ہو نہ جائے
ابتو قابو سے گیا، پہلو سے باہر ہو نہ جائے

منتظر ہے خلق، اوٹھو، کر بھی دو محشر بپا
اک نیا محشر بپا روضے کے باہر ہو نہ جائے

دل میں ہیں بیتابیاں بھی درد بھی ارمان بھی
آفتوں سی آفتوں کا اک بھرا گھر ہو نہ جاے

ہم شہیدانِ محبت جان سے بیزار تھے
ڈر ہی مر جانا بھی جینے کے برابر ہو نہ جاے

ہے حضور کی حسرت، ہے خدا کے ہاتھ شرم
اونکا دیوانہ کہیں جامے سے باہر ہو نہ جاے

دل بھی مضطر جان بھی مضطر ہوئے ہیں ایک آپ
دیکھکر مضطر کو مضطر اور مضطر ہو نہ جاے

میں ہوں اونکی بزم ہو آنے نہ پائے بیخودی
بزم میں ہونا نہ ہونے کے برابر ہو نہ جاے

جان بھاری ہے ہمیں دے آئینگے جاکر اونہیں
جان پیاری ہو جسے نامرنے کا ڈر ہو، نہ جاے

جان وہ مہجور جسکو موت بھی آتی نہیں
ایسی جینے والی کیوں مرنے سے بدتر ہو نہ جاے

شرمِ عصیاں سے پسینا آ گیا، کیا کیجیے
پونچھنے سے دامنِ تر اور بھی تر ہو نہ جاے

دل کے آئینے کی قسمت جسکی تم تصویر ہو
ورنہ ہر آئینہ قسمت کا سکندر ہو نہ جاے

داغ جو دل کو محبت کا دیا محبوب نے
کیوں مجھے محبوب وہ دل کے برابر ہو نہ جاے

جسکی اک نیچی نظر کا ہے زمانہ پایمال
اوسکی شرمائی نظر نیچے سے اوپر ہو نہ جاے

عشقِ فتنہ میں ایک عالم کی تباہی کیا عجب
آگ لگ کر لاکھ کا گھر خاک کیونکر ہو نہ جاے

روزِ فردا کل نہیں پرسوں نہیں برسوں نہیں
دل کو جلدی آج ہی فردائے محشر ہو نہ جاے

خاکِ در اکسیر یا حافظ گداے در نہیں
دے نہ دو اک خاک کی چٹکی، تونگر ہو نہ جاے

ہاتھ میں لیکر مرا آئینۂ دل دیکھیے
کون ہی بیٹھا ہوا اسمیں مقابل دیکھیے

حضرتِ دل! روضے کا بُعدِ منازل دیکھیے
اور اپنی اضطراری سعیِ باطل دیکھیے

صدمۂ دردِ جدائی، صبر کی سِل دیکھیے
اور شیشے سے سوا نازک مرا دل دیکھیے

طائرِ مذبوح کیا ہی طائرِ دل دیکھیے
اک وہ بسمل دیکھیے اور اک یہ بسمل دیکھیے

حضرتِ دل! روضے تک ہی منزلوں کا فاصلہ
راستہ دیدار کا منزل بمنزل دیکھیے

دل بھی ہی بیتاب یا سیماب ہی بیتاب ہر
آج اپنے سامنے رکھکر مقابل دیکھیے

ملنے والے ہیں بہت، ملتے ہی رہتے ہیں حضور
میں ہوں اک مجبور، مجھسے بھی کبھی مل دیکھیے

ایک طالب آپ سے طالب ہی کسکا، آپ کا
لاکھوں سائل دیکھے ہونگے اک یہ سائل دیکھیے

مفت، کچھ تکلیف اوٹھائیگی ترحّم کی نگاہ
میں دکھانے کو چلا ٹوٹا ہوا دل دیکھیے

حضرتِ دل! ابھی ابھی تک آپ ابجد خوانِ عشق
کچھ کتابیں اسکی پڑھیے، کچھ مسائل دیکھیے

لے چلا ہوں روسیاہی دن دہاڑے حشر میں
مُنھ نہیں میرا دکھانے کے بھی قابل دیکھیے

دل کا آنا دل کا جانا لفظ دو ہیں بات ایک
آتے آتے ہاتھ سے جاتا رہا دل دیکھیے

ٹوٹے دل کو جوڑتی ہی اک نگاہِ دلنواز
ایک اشارے میں ہوا دو ماہِ کامل دیکھیے

اور لکھنی ہی غزل اس قافیے اس بحر میں
حافظ اوسکی کچھ ردیف اس سے ہی مشکل دیکھیے

ناز کس پر کیجیے، ٹوٹا سا اک دل ہی تو ہے
چشم بد دور اونکے نذرانے کے قابل ہی تو ہے

لَآ اِلٰہ کی صدا جس دم سنی دم بند تھا
ضربِ اِلَّا اللہ سے چلا پڑا، دل ہی تو ہے

دل کو خالی کر رہا ہوں اونکے رہنے کے لیے
لاکھ بودی ہو مگر تدبیرِ منزل ہی تو ہے

میری مشکل سہل ہو جائے بڑی مشکل ہے بات
سہل جانوں، سہل مانوں، یہ بھی مشکل ہی تو ہے

درد، وہ بھی ہجرِ شہ کا درد، کیونکر لائے تاب
دل کوئی لوہا نہیں، پتھر نہیں، دل ہی تو ہے

کیوں نہ جا اوتریں تھکے ماندے عدم کی راہ کے
قبر کہتے ہیں جسے وہ ایک منزل ہی تو ہے

پھینکدیں پہلو سے ہم دل کو تو ہو ہجرِ دوام
اونکے رہنے بسنے کا جو گھر ہے وہ دل ہی تو ہے

کب ہیں تنہا، آپسے دور، آپ کی محفل سے دور
جو ہجومِ درد و غم دل میں ہے محفل ہی تو ہے

کیوں اَنَا الحق کہنے والا دار پر کھینچا نہ جائے
حق تو یہ ہے جو نہیں ہے حق وہ باطل ہی تو ہے

دل مرا ہے آپ ہی کا کشتۂ تیغِ نگاہ
غور سے سرکار دیکھیں، یہ وہ بسمل ہی تو ہے

دل ہے مضطر اسکو اپنے سامنے رکھیں حضور
یہ تماشا دیکھتے رہنے کے قابل ہی تو ہے

جس میں بطحا کے مدینے کے سمائے ہیں پہاڑ
میری چشمِ شوق کا مولے وہ اک تل ہی تو ہے

ابتو حسرت میں زیارت کی پھٹا جاتا ہے دل
اب بھی نکلے یا نہ نکلے حسرتِ دل ہی تو ہے

خیر تو یہ ہے نگاہِ رحم سے فرصت نہیں
اک نگاہِ قہر اونکی زہرِ قاتل ہی تو ہے

سنتے ہیں جم ہو گیا جسکو دیا ساقی نے جام
جھوٹ سچ کی کیا خبر، رندوں کی محفل ہی تو ہے

حافظِ دیوانہ کو دیکھو نہ چھیڑو عاقلو
مُنھ سے جو کہدے وہی ہو جاے کامل ہی تو ہے

میرا دلِ بیتاب ٹھہرتا نہیں مرجاے
بیتاب جو مرجاے تو سیماب ٹھہر جاے

ہے شورِ تبسم ہی کا بھوکا دہنِ زخم
ناسور میں بھر دو نمک اتنا تو کہ بھر جاے

جو دل کہ مرے پہلو میں ہے قابو میں نہیں ہے
وہ دل مرے پہلو سے بھی جاتا ہے اگر جاے

نالے کی خوشی ہے کہ چلا دل سے نکل کر
جاتا ہے تو دل پہ کوئی الزام نہ دھر جاے

نالے کا ہے رُخ سوے فلک ہجر ہی میں
مانا کہ اودھر جاے - اودھر جا کے کدھر جاے

ہر روز کوئی ہجر میں مرتا رہے کب تک
کہدیجیے اک روز کہ مرتا ہے تو مرجاے

ہیں جاؤں وہاں میری خبر جائے نہ جائے
لیکن یہ ہنو میرے عوض میری خبر جاے

ہے وجہ جدائی میں نہیں اشک فشانی
پیمانہ اگر عمر کا خالی ہے تو بھر جاے

وہ سرعت رہوارِ سوارِ شب اسرے
کیا کہیے کہ مرکب نتواں تا خت بھر جاے

یوں گھر سے بلالو کہ میں پھر گھر کو نہ آؤں
میں گھر سے اودھر جاؤں ادھر ہاتھ کھر جاے

ٹھہرا ہے فلک حدِّ نظر فلسفیوں میں
تم پہنچے وہاں تک کہ جہاں تک نظر جاے

بکھرائے ہوے مجھکو دکھاتے تو ہو گیسو
دیکھو نہ مرے صبر کا شیرازہ بکھر جاے

محبوب کو میرا ہی سا دل مدِّ نظر تھا
دم بھر میں بگڑ جاے تو دم بھر میں ٹھہر جاے

محبوب خدا کی ہی ادا سب سے نرالی
جتنی ہی بڑھے سادگی اوتنی ہی سنور جاے

طیار رہو اوڑنے کے لیے طائر جاں ہر
اوس گنبد اخضر ہی کے صدقے نہ اوتر جاے

جیتا تو ہوں روضے کی تمنا کے سہارے
ڈرتا ہوں مرا جی کہیں جینے سے نہ بھر جاے

عقبے کی نہایت نہیں - غایت نہیں حافظ
دنیا گزراں ہی جو گزرتی ہی گزر جاے

ایسا ہو نگہ کو کہ مرے دل سے گزر جاے
جب دل سے گزر جاے کلیجے میں اوتر جاے

بیمار کی ہی موت و حیات اونکے کہے کی
وہ چاہیں تو جیتا رہے وہ چاہیں تو مر جاے

ابنوہ تماشا میں ہی دیدار بھی مشکل
رستہ ہو تو دو چار قدم اوٹھکے نظر جاے

ہی دھوپ کڑی حشر میں، خشکی ہی بلا کی
مجرم سے کہو، ساتھ لیے دامن تر جاے

اشکوں سے کوئی کہدے، ذرا دیر کو تھم جائیں
نقشہ تو ذرا روضے کا آنکھوں میں اوتر جاے

مقبول وہی شعر ہی، جذبہ ہی اوسی میں
کانوں میں ادھر پہنچے ادھر دل میں اوتر جاے

اس در سے ملا کرتی ہیں منھ مانگی مرادیں
داتا ہو بھلا، آج تو جھولی مری بھر جاے

روضے کو میں جاتا ہوں مگر کعبے کے رستے
کعبے سے جو گھر کو پھرے اللہ کے گھر جاے

ہی عشق بھی اک حسن اگر غور سے دیکھو
چہرہ ہو ادھر زرد، ادھر رنگ نکھر جاے

اب دیکھوں روضے کو تو کچھ اور نہ دیکھوں
صدقے مری آنکھیں ہوں تو قربان نظر جاے

پل بال سے باریک ہی تاریک ہی رستہ
پل پر نگراں ہیں وہ کہ امت سب اوتر جائے

دفتر ہیں غلاموں کے بھرے جاتے ہیں نقشے
چہرہ جو لکھا جائے تو چہرہ نہ اوتر جائے

روضے میں گزر ہو مری آنکھیں پڑی جھپکیں
دروازے ہوں تیغے تو تصور کی نظر جائے

مرنا ہی محبت میں تو پھر موت کا ڈر کیا
مرنے کا نہ لے نام وہ جو موت سے ڈر جائے

کہتا سحر و شام کہ مہمان ہے حافظ
تو ہند سے روضے کو جو ای باد سحر جائے

بدایوں میں مشاعرہ کو جاتے وقت

ہم تو روضے پر فدا ہونگے کسی تدبیر سے
پھر بھی جیتے بچ رہے تو موت کی تقدیر سے

آہیں کچھ بیکار سی، نالے ہیں بے تاثیر سے
دل سے نکلے، دل ہی میں اولٹے پھر کے آئے تیر سے

نیچے نیچے اونکے دامن، اور ہم ہیں خاکِ راہ
وہ نہیں چلتے ہیں بچکر خاکِ دامنگیر سے

آہنی زنجیر ہے لو ہمارا مانے ہوے
اپنے دیوانے کو باندھو زلف کی زنجیر سے

وہ مری فریاد ہے بھری دعا، میری دوا
دور ہی تاثیر جس سے، دور جو تاثیر سے

اینو ضبطِ آہ کرتے کرتے دم گھٹنے لگا
یہ بلا جائے کہیں، باز آئے ہم تاثیر سے

ہم گدا ہیں اوس گلی کے، دل ہمارا ہے غنی
ایک چٹکی خاک کو بدلیں نہ ہم اکسیر سے

اُنکے مرنے والے مرجانے سے پہلے مرگئے
کوئی جیتا بچ رہا تو موت کی تقدیر سے

تجھکو حسرت ای محبت - تجھکو مژدہ ای جنوں
بند ھگئے گیسو کے قیدی لوہے کی زنجیر سے

کیا کریں ہم آہ بھرکر - تیر کیا ماریگی آہ
آہ سے تاثیر کو ضد - آہ کو تاثیر سے

ہاں منے آو - تصور سے بھلا ہوتا نہیں
بت پرستوں کو تسلّی ہو تو ہو تصویر سے

آج سب کچھ دل سے وہ چشم سخنگو کہہ گئی
خوب کیں باتیں نگاہوں نے زبانِ تیر سے

اور کبھی در کے ایک سجدے کے لیے ہم مدتوں
ٹھوکریں کھایا کیے پھوٹی ہوی تقدیر سے

بات قسمت کی جدا ہی، وہ قدر انداز ہیں
جب چلا تیرِ نگہ - بچکر چلا نخچیر سے

ہیں ھُوَالْاَوَّلْ ھُوَالْاٰخِرْ وہی جن کو ملا
اگلے پچھلوں پر شرف تقدیم سے - تاخیر سے

آہ بہتر ہم ضعیفوں کی کہ پہنچی تو وہاں
ہو گیا ثابت عصاے پیر بہتر پیر سے

وقت کم - جلدی بہت ہی - نالۂ موزونِ مدد
ہو نہیں سکتا ہی مقطع حافظِ دلگیر سے

خبر کب تھی کہ برگشتہ نگارہ آسماں ہوگی
جدائی دوست سے ہم کو نصیبِ دشمناں ہوگی

تری آمد تو دل کو درد میں راحت رساں ہوگی
مگر تکلیف پھر تکلیف ہی ہونے کو ہاں ہوگی

پڑا دم توڑتا ہوں میں سرِ بالیں چلے آو
کہ ہر کلفت سی کلفت بھی مجھے آرامِ جاں ہوگی

اگر ڈرتے ہو مرنے سے، فنا ہو جاو جیتے جی
حیاتِ چند روزہ میں بقاے جاودان ہوگی

صبا! سوئے مدینہ مجھکو جیتے جی اوڑا لیچل
کہ پھر برباد کرنے کو مری مٹی کہاں ہو گی

وہ بالیں پر چلے آئیں، ابھی آسان ہو مشکل
ادائے دلربا اونکی قضائے جانستاں ہو گی

مدینہ ایک منزل ہی، اجل کی آمد آمد ہی
بڑی نامہرباں ہو گی جو مجھپر مہرباں ہو گی

میں افسردہ سا دل مردہ سا دل کی حسرتیں مردہ
مرے غمخانے میں آکر خوشی کیا شادماں ہو گی

اذانیں سب جگہ کی کام آتی ہیں نمازوں کے
جو دل کا کام کر دیگی وہ کعبے کی اذاں ہو گی

اکیلا دم ہی باقی، بیکسی! تیرا سہارا ہی
جو تو خاطر نشیں ہو گی مری خاطر نشاں ہو گی

الٰہی! مجھسے تو اپنی امانت پہلے ہی لے لے
کہ سنتا ہوں۔ دمِ آخر اجل خواہانِ جاں ہو گی

مجھے جینا ہی بھاری، ایک ہی صدمہ کرے ہلکا
پڑیگی جتنی ہلکی چوٹ، اوتنی ہی گراں ہو گی

جواب آخر ملیگا کچھ نہ کچھ روضے کے قبے سے
یہ مانا ہی کہ گنبد کی صدا میری فغاں ہو گی

نہ کہدے کوئی وقتِ نزع، لو مژدہ وہ آتے ہیں
بلا کی کشمکش میں ایک جانِ ناتواں ہو گی

دلِ پُر درد پر اللہ جانے کیا گزرتی ہی
خموشی چپ ہی کچھ کہتی نہیں جو رازداں ہو گی

تماشا دیکھنے آتے ہیں وہ بیتابیِ دل کا
وہ آئینگے تو اے بیتابیِ دل تو کہاں ہو گی

یہ سُن لوگے کسی دن۔ مرگِ حافظ کی خبر سنتا
نصیبِ دشمناں ہو کر نصیبِ دوستاں ہو گی

پیار! پیارا ہی ازل سے انتظامِ عاشقی
ہاتھ معشوقِ ازل کے ہی نظامِ عاشقی

مرے ہی دم کے لیے تھا زہر جام عاشقی — میرے ہی دم سے تو اب زندہ ہی نام عاشقی

آپ سے لیں عشق کا دکھڑا نہیں رونے کے ہم — کیا ڈبونے کے لیے آئے ہیں نام عاشقی

ہی سفیدی بھی قیامت ہی سیاہی بھی ستم — دو بلائیں ہیں نرالی صبح و شام عاشقی

مرنے والے موتے رہنے کے لیے جیتے رہے — ہو سکا پورا نہ شوق ناتمام عاشقی

جسنے چکھا ہی نہ ہو اوسکو بتاؤں کیا مزہ — واہ کیا میٹھا ہی عیش تلخ کام عاشقی

جتنی سرکاریں ہیں سب سے ہی بڑی سرکار عشق — دفتر سرکار میں لکھا ہی نام عاشقی

عاشقوں کے سر ہیں صدقے جس قدر ہیں ٹھوکریں — جتنی ہیں پامالیاں ہیں پائے نام عاشقی

جو چڑھا اوپر اوسے روشن ہو چودہ طبق — چرخ اطلس سے بھی کچھ اونچا ہی بام عاشقی

ہیں بلائیں اسکی حوریں نار ہیں اسکے انار — ایک جنت ہی نویں دار السلام عاشقی

عشق کے فن میں عیاں ہوتے ہا عشق کا بندہ ہوں میں — عاشقی آقا ہی میری ہیں غلام عاشقی

جو فقیر آزاد ہیں اونکی جدا ہی اصطلاح — اونکی یاد اللہ عشق اللہ سلام عاشقی

ہی بنی کے عاشقوں کا بول بالا عرش تک — اونچے رتبوں سے ہی بالاتر مقام عاشقی

عاشق و محبوب معشوق حقیقی کون ہی — مصطفے سر جنیل محبوباں امام عاشقی

زور چل سکتا نہیں حافظ کسی کا عشق پر
آ نہیں سکتی ہی قابو میں زمام عاشقی

دل تو دل ہی عرش پر لکھا ہی نامِ عاشقی — عرش کا دل جانتا ہی احترامِ عاشقی

تھا وہ مرکب یا براقِ تیز گامِ عاشقی — گامِ اول جسکا تھا بالاے بامِ عاشقی

دورِ آخر تھا نصیبِ تلخکامِ عاشقی — تلخکامِ عاشقی پھر دُردِ جامِ عاشقی

حسن کا شیوہ ہی پردے سے دکھا دینا جھلک — آپ ہو رسوا۔ کرے بدنام نامِ عاشقی

شوق یہ ہی۔ اونکو ہم دیکھا کریں سیری نہو — ناتمام اچھا ہی شوقِ ناتمامِ عاشقی

دل کا قبلہ سجدے کی محراب۔ ایمانِ نگاہ — ابروِ مولے ہیں یا بیت الحرامِ عاشقی

مار ڈالا مرنے والے کو گناہِ عشق پر — رہگیا تھا کیا یہی ایک انتقامِ عاشقی

عاشقوں کے گرد ہی لاکھوں بلاؤں کا ہجوم — حسن کو گھیرے ہوے ہی ازدحامِ عاشقی

کھانے پینے کی قسم ہی، بولنے کی ہی قسم — سال بھر رہنا ہی اک ماہِ صیامِ عاشقی

روے و ابروے نبی کو دیکھکر خوش ہی ہلال — چار چاند اوسکو لگے بالاے بامِ عاشقی

ہی وہ مولے کے لیے محمود کہتے ہیں اوسے — نام ہی عشاق میں جسکا مقامِ عاشقی

کھانا پینا۔ پڑکے سونا۔ سب سے ہنسنا بولنا — ہی حلالِ پاکبازان، ہی حرامِ عاشقی

جانور ہیں بلبلیں جو پھول پر دیتی ہیں دم — بوے طیبہ سے مہکتا ہی مشامِ عاشقی

عشق چیزے دیگرست و آں جنوں چیزے دگر — ہو چکی دیوانگی قایم مقامِ عاشقی

حافظ اسکا لکھنا پڑھنا کہنا سننا ہی ثواب

ہی کلامِ نعت ۔ نام اسکا کلامِ عاشقی

چل رہا ہی کیا درستی سے نظامِ عاشقی
مقتدی سب انبیا ہیں تم امامِ عاشقی

زاہدانِ خشک پر ہی اتہامِ عاشقی
مفت ہیں بدنام کرتے ہیں وہ نامِ عاشقی

حسن کا پہلا نظارہ ۔ موت کا تھا سامنا
تھا وہ پیغامِ اجل یا تھا پیامِ عاشقی

ہوش بھی لے عقل بھی لے ۔ صبر بھی لے ۔ جان بھی
حسن اگر لیتا ہی پورا انتقامِ عاشقی

رتبہ معراج دینے کے لیے اللہ نے
خوب چھانٹا راکبِ گردوں خرامِ عاشقی

ڈھونڈتے پھرتے ہیں اونکے سنگِ در کو پختہ مغز
پھوٹنا سر کا نہیں سودائے خامِ عاشقی

دیکھنے کا ہو کوئی تو دیکھنے والا بھی ہو
وہ نظامِ حسن ہو ۔ یہ انتظامِ عاشقی

مبتلا دونوں ہیں اونکے ۔ ایک ابر تر ایک سے
شاد کامِ عاشقی، ناشاد کامِ عاشقی

عمر بھر رہتے ہیں عاشق بھوکے پیاسے روزہ دار
ایک ہیں لیل و نہار و صبح و شامِ عاشقی

عاشقی نے اپنے منھ سے نام اپنا لے لیا
حسن کا دل کسمسایا سُن کے نامِ عاشقی

بیزبانی کی زبانی سنتے آئے ہیں یہ بات
کوئی کر سکتا نہیں شرح کلامِ عاشقی

بیکسی نالاں ہی ۔ جاتا ہی جنازہ عشق کا
کیا سُنائی دے کسیکو اذنِ عامِ عاشقی

شیشۂ دل زور سے ٹوٹا تو دو ٹکڑے ہوئے
دونوں ٹکڑوں میں ہی خاصہ ایک جامِ عاشقی

حسن تڑکا نور کا ہی عشق ٹھہرا تیرہ بخت
صبحگاہِ حسن سے ہی دور شامِ عاشقی

سن لو حافظ! اونکے عاشق بے خریدے ہیں غلام
میں غلامِ عاشقاں ہوں، میں غلامِ عاشقی

حسن ہی معشوق یا روحِ روانِ عاشقی
جان دینا حسن پر، ہی تازہ جانِ عاشقی

طائرِ رنگِ پریدہ - ہی نشانِ عاشقی
اور ہی ہونٹوں کی خشکی ترجمانِ عاشقی

ای خودی! تو کچھ نہ سمجھیگی زبانِ عاشقی
سُن زبانِ بیخودی سے داستانِ عاشقی

بیدلی جب تک نہ ہو - ملتی نہیں صاحبدلی
یہ پہیلی بوجھتا ہی نکتہ دانِ عاشقی

دُم چُرائے بنتی ہی - رستم ہو یا اسفندیار
کوئی کر سکتا نہیں طی ہفتخوانِ عاشقی

اشک بھی ہیں، نالے بھی ہیں، آہیں بھی فریادیں بھی ہیں
سوے طیبہ جا رہا ہی کاروانِ عاشقی

مُنھ سے کہنے کی نہیں، کہدیں تو سننے کی نہیں
گو مگو میں پڑ گئی ہی داستانِ عاشقی

لوگ سنتے ہیں کہانی نیند آنے کے لیے
موت آجاتی ہی سُنکر داستانِ عاشقی

حسن سوتا فتنہ تھا، کیوں سوتے سوتے جاگ اوٹھا
خواب میں سُن لی ہی شاید داستانِ عاشقی

چپکے بیٹھے بیٹھے ہم کس طرح رسوا ہو گئے
تھی اکیلی بیزبانی رازدانِ عاشقی

ہی تماشا - آئینے دو - اک صفا - اک حیرتی
آنِ معشوقی کا مُنھ تکتی ہی شانِ عاشقی

راہ چلتے لوٹ لینا کیا بڑا سا کام ہی
حسن کے رستے میں رکھی ہی دُکانِ عاشقی

چلدیے جالی کے باہر حسن کے تیرِ نگاہ
اب نہیں بچنے کی جانِ خستگانِ عاشقی

اونکا دلدادہ بھی ہوں شیدا بھی ہوں جانباز بھی
جان لینا ہو تو لے لیں امتحانِ عاشقی

عاشقوں میں حافظ نالاں بھی تھا وہ کیا ہوا
بے جرس کیوں جا رہا ہی کاروانِ عاشقی

حسن ہی در پردہ بیشک رازدانِ عاشقی
ورنہ کیوں شرمائے سنکر داستانِ عاشقی

خیر ہیں عاشق بھلا ہوں قصہ خوانِ عاشقی
جھوٹ سچ قصہ بھی سن لو بیانِ عاشقی

ہر کس و ناکس ہو کیونکر قصہ خوانِ عاشقی
داستانوں سے جدا ہی داستانِ عاشقی

کیا ہوئیں ای حسن اب وہ تیری بے پروائیاں
جان لیکر بن گیا خود نوحہ خوانِ عاشقی

نَے ہی خالی دیکھنے میں نَے کے نالے میں ہی درد
ہو گیا آخر عیاں رازِ نہانِ عاشقی

ہی زمینِ عشق ساتوں آسمانوں سے بلند
لامکاں کے راستے میں ہی مکانِ عاشقی

میرے دل پر ہی وہ کندہ عرشِ اعظم پر وہ نقش
مٹ نہیں سکتا کبھی نام و نشانِ عاشقی

حسن ہی سے جیتے ہیں سب حسن ہی پر مرتے ہیں
حسن مرگِ عاشقاں ہی حسن جانِ عاشقی

کون ہی جو حسن کو سمجھائے مطلب عشق کا
نام ہی جسکا فغاں ہی ترجمانِ عاشقی

دل ہی دل میں گھٹ رہی ہی منہ سے کچھ کہتی نہیں
کاٹ لی ہی کیا ازل کے دن زبانِ عاشقی

حسن کی صورت کیا دونوں نے پردہ اختیار
عشق کھلتا ہی نہ کھلتی ہی زبانِ عاشقی

پہلی سیڑھی آہ پھر نالہ ہی لیکن ہی رسا
لامکاں کے بام تک ہی نردبانِ عاشقی

نیستی کہتے ہیں جسکو ہستیِ بے نیست ہی
زندگی کی جان مرگِ ناگہانِ عاشقی

زندگی دونوں کی ہی اک دوسرے کے نام سے
عاشقی ہی جان میری، میں ہوں جانِ عاشقی

عشق کی تعریف ہوسکتی نہیں مجھسے ادا
بے زباں ہوں میں مگر ہوں ہم زبانِ عاشقی

عشق کا جو مرتبہ ہی حسن سے پوچھے کوئی
ہی تو پھر معشوق ہی ہی رتبہ دانِ عاشقی

اک نئی دنیا ہی وہ۔ بستی ہی جو زیرِ زمیں
وہ بھی اک عالم ہی۔ نام اوسکا جہانِ عاشقی

حسن کے گاہک ہیں لاکھوں، عشق کا گاہک ہی کون
حسن ہی تنہا خریدارِ دکانِ عاشقی

عشق کے پھندے میں دل ہی ہوکے پہنچے ہیں ہم
حسن کی مٹھی میں جانِ عشق۔ جانِ عاشقی

غم کے لقمے۔ خونِ دل کی مے۔ کلیجے کے کباب
کیا تکلف سے سجا رہتا ہی خوانِ عاشقی

بے کہے بنتی نہیں **حافظ** کہے بنتی نہیں
کیا کروں شرحِ بیانِ لا بیانِ عاشقی

دو ہی رہتے ہیں سخن وردِ زبانِ عاشقی
اک کہانی حسن کی۔ اک داستانِ عاشقی

رہنے بسنے کے تو قابل ہی جہانِ عاشقی
کیا زمینِ عاشقی، کیا آسمانِ عاشقی

دل پھٹا جاتا ہی سن سن کر فغانِ عاشقی
الاماں۔ صد الاماں۔ اک الامانِ عاشقی

نوکِ مژگاں کا سخن ہی عشق کو نوکِ زباں
رکھتی ہی چبھتے ہوے فقرے زبانِ عاشقی

دیکھیے کرتے ہیں عاقل کیا ہمارا فیصلہ
یا ہی ننگ دیوانگی کا یا گمانِ عاشقی

جو پایا ہیں نے بے محنت دیا جو تم نے بے منت — ملے وہ بھیک میں مجھکو جو تھے تقدیر کے ٹکڑے

مزہ جب ہی ملے کلفت کی لذت مجھکو رہ رہ کر — برابر کے کئی کرتب لیجیے تعزیر کے ٹکڑے

ترے وحشی کی قید و بند بڑھتی ہی گئی مولے — پڑی اوتنی کڑی جتنے کیے زنجیر کے ٹکڑے

شفاعت کی ہوا کے تھے وہ جھونکے تیز محشر میں — اُڑا لے کر گئے میرے نامۂ تقصیر کے ٹکڑے

تری تصویر دل میں دیکھکر یہ سوچتا ہوں میں — ہے ٹوٹا آئینہ یا دو ہیں اک تصویر کے ٹکڑے

کسی نو مشق نے گل بوٹے رضے کے بنائے تھے — لیے پھرتی ہے بلبل کاغذِ تصویر کے ٹکڑے

کمی مقدار کی بھی اک نئی تقصیر ٹھہرے گی — کروں گنتی بڑھانے کے لیے تقصیر کے ٹکڑے

مجھے دنیا میں بھی عقبے میں بھی بدنام کرنا تھا — کیے تقدیر نے دو میری اک تشہیر کے ٹکڑے

مری تقصیر اگر پکڑی گئی تو میں یہ کہدونگا — مجھے معذور رکھیے کیجیے تقصیر کے ٹکڑے

یہ تھم تھم کر نگاہیں تھوڑی تھوڑی صیدِ لاغر پر — یہ ڈر ہے تیر باراں میں نہ جائیں تیر کے ٹکڑے

نکالے نوک کے اشعار لیکن ہے خلش باقی — ابھی دل میں کھٹکتے ہیں بہت کچھ تیر کے ٹکڑے

ہیں لوہے کے چنے جوشِ جنوں سے کہدو اے حافظ
کرو دلنے سے نہ ہونگے دانۂ زنجیر کے ٹکڑے

کریگی کم نگاہی بھی دلِ دلگیر کے ٹکڑے — ہیں چھوٹی چھوٹی پلکیں چھوٹے چھوٹے تیر کے ٹکڑے

نگاہیں تھوڑی تھوڑی بھی ہیں سینے سے لگانے کی — بنے ہیں دل کے ٹکڑے انکے اک اک تیر کے ٹکڑے

وہ پلکیں غم کی پھانسیں دل سے اک پل میں نکالینگی
نکیلے سب کے سب ہیں جس قدر ہیں تیر کے ٹکڑے

وہ دیکھیں کم نگاہی سے ادھر گو یا نظر بھر کر
مرے دل کو بہت ہیں تیر یوں یا تیر کے ٹکڑے

نظر کے تیر سے پتھر کے دل کے ٹکڑے ہوتے ہیں
مرا دل کھا گیا اون کی نظر کے تیر کے ٹکڑے

کہوں کیا۔ دل نہیں کوتاہ بینوں کو دکھانے کا
کوئی دل چیر کر دیکھے تو نکلیں تیر کے ٹکڑے

تری تقریر کی تعریف ہو سکتی نہیں ناصح
ہیں فقرے دلنشیں۔ یا دل میں چبھتے تیر کے ٹکڑے

ہے دل خوش۔ رہگیا ہے تیر نگہ کا ٹوٹ کر پیکاں
وہ ناخوش ہیں کہ دو کیوں کر دیے اک تیر کے ٹکڑے

مرے دل میں ترازو ہو گیا تیر نگہ کس کا
کہ آسانی سے موزوں ہو رہے ہیں تیر کے ٹکڑے

ہوا ہے محو مژگان پیمبر کے تصور میں
تمانو دیکھ لو دل کو چبھو کر تیر کے ٹکڑے

حبیب کبریا کے غم کی پھانسیں ہیں یہ پھانسیں
دل ناداں جنھیں تو جانتا ہے تیر کے ٹکڑے

چرا کر چھو گئے دل میں چھپا رکھنے کے ہوتے ہیں
کسی کے تیر سے محبوب تر ہیں تیر کے ٹکڑے

نظر کس کی لگی جو ہو گئے اک تیر کے دو دو
نظر بھر کی بہت ہے کھا نہ جا تیر کسی کے ٹکڑے

خطا کس کی تھی کیا جانے۔ مگر ہاں کر دیے آخر
جگر کے تیر نے ٹکڑے۔ جگر نے تیر کے ٹکڑے

مرا ایک ایک مصرع بن گیا دلدوز اے حافظ
کیے موزوں نئے پہلو سے میں نے تیر کے ٹکڑے

جب مدینے کی یاد آتی ہے
عشرت زیست بھول جاتی ہے

مجھکو غش میں پڑا جو پاتی ہی
بوے طیبہ صبا سنگھاتی ہی

ذرہ سے تا بعرش جاتی ہی
جب کبھی آہ راہ پاتی ہی

کوئی نکلی نہ جیتے جی حسرت
حسرت آتی ہی جان جاتی ہی

خندہ زخمِ دل میں کیا ہی کمی
نوکِ مژگاں جو گدگداتی ہی

فعل ناگفتہ بہ وہ میں نے کیے
نام لیتے بھی شرم آتی ہی

تیری صورت خدا کی صنعت کا
آشکارا پتا بتاتی ہی

آئی جاتی مدینے تک ای کاش
سانس جو روز آتی جاتی ہی

بنکے رحمت مری سیہ کاری
کالی بدلی سی چھائی جاتی ہی

عالم حشر کا ہی تو دولھا
اور عالم ترا براتی ہی

مال صدقے کیا زیارت کے
نقدِ جاں جو بچا زکاتی ہی

تم نے سینچی ہی آبِ رحمت سے
کھیتی امت کی لہلہاتی ہی

آمد آمد ہی رب کے پیارے کی
رحمت آتی ہی رحمت آتی ہی

ہوش جاتے ہیں بہرِ استقبال
شاہِ دیں کی سواری آتی ہی

کیوں مدینے کو لے نہیں چلتی
کیوں ہنسی میں صبا اوڑاتی ہی

کون کھائیگا غم ہمارے بعد
ہم کو یہ فکر کھائے جاتی ہی

ہے عرب کی سنی سنائی ہوئی
جو سنائی صبا سناتی ہے

جیتے جی چھوٹنا نہیں ممکن
نیند ہستی مری جاتی ہے

وہ بھی مخلوق ہے جو روضے تک
جا کے آتی ہے۔ آ کے جاتی ہے

کچھ تو کہدے وہاں کا حال صبا
تو تو جالی میں آتی جاتی ہے

آہ ہم جا کے رو رہا ہے دل
آگ پانی میں کیوں گاتی ہے

تجھسے فریاد۔ تجھسے ہے فریاد
تیری فرقت مجھے ستاتی ہے

اپنے روضے ہی پر نہ بلوا لو
تن سے آخر تو جان جاتی ہے

بیخودی اور کس کو میں جانوں
تو ہی کھوتی ہے تو ہی پاتی ہے

ذرے محبت! وہ درد حافظ کو
جسکو تو لا دوا بتاتی ہے

امید اگر رحم کی ہو قہر کا ڈر بھی
امید نہیں حشر میں ہو کوئی خطر بھی

بیزار تو ہیں میرے گناہوں سے وہ لیکن
رحمت کی نظر بھی ہے شفاعت کی نظر بھی

وہ خواب میں ہشیار ہیں غفلت میں ہوں بیخود
رکھتے ہیں مری بیخبری کی وہ خبر بھی

اتنی تو ہو طاقت کہ اوٹھیں ہاتھ ہلیں لب
لب پہ ہو دعا اور دعا میں ہو اثر بھی

بندوں کے گناہوں میں کمی جتنی ہو کم ہے
بندوں کی اگر شرم ہو اللہ کا ڈر بھی

ہاں تیرِ نگہ پھینکیے ہیں سینہ سپر ہوں ... سینے میں ہیں ٹکڑے ہوئے دل بھی جگر بھی
روضے کو چلے چھوڑ دیا گھر کو خدا پر ... جب گھر سے چلے ہم تو چلا ہاتھ سے گھر بھی
رستے میں ترے کچھ تو سمجھ کر میں پڑا ہوں ... نیچے ترے دامن بھی ہیں نیچی ہے نظر بھی
اک تیرِ نظر پھینکیں وہ کس کس کی طرف کو ... جب دل بھی جگر بھی یہ گئے ایک اُدھر بھی
پوچھا یہ صبا سے مری بے بال و پری نے ... لائی ہے عرب سے کوئی اوڑتی سی خبر بھی
اک بار نظر آئی تھی جو خواب میں صورت ... آنکھیں بھی اوسے ڈھونڈتی پھرتی ہیں نظر بھی
کس کس کو میں باندھوں جو کروں قصدِ زیارت ... ہمت کی بھی ٹوٹی ہے کمر، میری کمر بھی
اب جاؤں مدینے کو میں کس طرح خدایا ... رفتار کی طاقت بھی نہیں، زور بھی زر بھی
اب درد کا صدمہ نہیں اٹھتا ہے خبر لے ... اے بےخبری! تجھکو ہے کچھ میری خبر بھی
چُپ ہو رہے ہیں وہ۔ دیکھکے بیمار کی صورت ... نظروں سے تو چھپتا نہیں اندازِ نظر بھی
اک عمر کا دُکھ وہ ہے۔ اگر کہنے کو بیٹھوں ... کافی نہ ہو اک عمر تو کیا عمرِ دگر بھی

حافظ کہو جز بارِ گنہ ملکِ عدم کو
جاتے ہو لیے اور کوئی رختِ سفر بھی

بارِ الم تھا گراں۔ پشت دوتا ہو گئی ... غم نے کیا ناتواں۔ روح فنا ہو گئی
ناخنِ تدبیر سے سہل ہوئیں مشکلیں ... دل کی گرہ کھلتے ہی عقدہ کشا ہو گئی

تھا فقط اتنا کلام روضے کو لیجا سلام
بادِ صبا یہ پیام سُنکے ہوا ہوگئی

نفس کے ادبار سے ندامتِ کردار سے
تیرے خطا کار سے اب تو خطا ہوگئی

ڈر ہی نہ کر بیٹھے رب اپنی امانت طلب
روضۂ محبوب پر جان فدا ہوگئی

چال کے کشتے جو تھے ٹھوکروں سے جی اٹھے
ایک قیامت وہ تھی اک یہ بپا ہوگئی

جن کی طرف دیکھتے ہوش خطا ہوتے تھے
اونکی ذرا سی جھلک ہوش ربا ہوگئی

آئیں نگاہیں مری کس کی بلائیں لیے
میرے لیے ہر نگاہ تازہ بلا ہوگئی

آپ کے بیمار کا جینے سے دم تھا خفا
شکر ہی اب زندگی اوس سے خفا ہوگئی

نزع میں کام آگیا نام ہی محبوب کا
سنتے ہی یٰسین کو روح فدا ہوگئی

ہجر میں جب ہو وصال پوچھے یہ اونکا خیال
اب تو جدائی مری تجھسے جدا ہوگئی

میں ہوں یہاں تفتہ جاں میری خبر ہے وہاں
لو مرے دلے مری آہ رسا ہوگئی

عاشقوں کے دم کی خیر دردو دوا میں ہی بیر
اوسکی قضا آگئی جس کی دوا ہوگئی

میری فنا و بقا فرض تھیں دو رکعتیں
ایک ادا ہوگئی ایک قضا ہوگئی

درد بھری ہی جو لَے درد کا افسانہ ہی
خامۂ حافظ کی تَے نغمہ سرا ہوگئی

تری حکمت آے قیاس میں یہ قیاس محض خیال ہی

تری کنہ آئے خیال میں یہ خیال ہی تو محال ہے
جو زبان قال کی لال ہے تو بیان صورتِ حال ہے
میں کسی کے در کا فقیر ہوں مری صورت آپ سوال ہے
اگر آئے خواب تو خواب میں کچھ امیدِ دیدِ جمال ہے
مگر اب خیال بھی خواب کا مجھے ایک خوابِ خیال ہے
ترے بینوائے غریب کا یہ ترے فراق میں حال ہے
کسی روز صومِ سکوت ہے کسی روز صومِ وصال ہے
میں نثار جاؤں جو ہو خوشی تو نثار کر دوں میں جان بھی
مرا مال بھی کوئی چیز ہے مری چیز بھی کوئی مال ہے
مہِ عارض اور مہِ جبیں وہ چمکتے ابروِ دلنشیں
کوئی ناتمام کوئی تمام ہے کوئی اون میں ہلال ہے
مری بیخودی! میں خودی میں تھا وہ خودی گئی تو خدا ملا
مجھے تو نے مجھ سے جدا کیا وہ فراق تھا یہ وصال ہے
عجب انقلاب کا دور ہے عجب انقلاب ہے دور کا
ہے کمال جسکو زوال ہے ہے زوال جس کو کمال ہے

اگر اعتبارِ عروج ہو مہِ نیم ماہ سے پوچھ لو

سرِ شام جس کو کمال ہی دمِ صبح اوس کو زوال ہی

مجھے مانگنے میں ہی اک مزہ - اوسی ڈیوڑھی پر رہوں مانگتا

کوئی یہ سمجھے حمنوش ہو کہ گدا کو خوف سوال ہی

جو خدا کے صدر راہیں ہوے وہ یہاں کے صدر نشیں ہوے

نہ لگے نظر کہ سجی ہوئی مرے دل میں بزم خیال ہی

وہ بلال بندہ باوفا ہوے جب عتیق تو یوں کہا

میں غلام اوسکے غلام کا جو رسولِ پاک کی آل ہی

کوئی کچھ کہے میں سمجھ لیا - یہ خلاصہ روزِ حساب کا

کہ نعیم آن جمال ہی تو جحیم شانِ جلال ہی

نہ وصال میں مجھے چین تھا نہ قرار مجھکو فراق میں

میں وہ بدنصیب ہوں یا نبی مجھے ایک ماضی وحال ہی

نہ خدا کا نور ہی مصطفے کہ فلک ہیں صدقے ملک خدا

ہیں پتنگے اوسکے سب انبیا وہی ایک شمع جمال ہی

وہ وحید و فرد ہیں مصطفے کہ کوئی بھی خلق میں دوسرا

نہ شبیہ ہی نہ عدیل ہی نہ نظیر ہی نہ مثال ہی

مرے حال و قال کی فکر کیا - مرے قال و حال کا ذکر کیا
مرا قال صورتِ حال ہی مرا حال معنیٔ قال ہی

ترے ایک اشارے کی بھی ادا کہ مہِ کمال کو دو کیا
وہ کمال ماہِ کمال تھا - یہ کمال ردِّ کمال ہی

عربی ہو تم عجمی ہوں میں قرشی ہو تم حبشی ہوں میں
کج مج زباں کا کلام نعت ہی یا اذانِ بلال ہی

یہ وظیفہ ہی دلِ خستہ کا کہ ڈرے بلا سے مری بلا
جو نبی کے عشق کا داغ ہی وہ بلاؤں کے لیے ڈھال ہی

ہی فضول حافظ شکوہ سنج یہ دعا کی بے اثری کا رنج
نہ مرا اکلِ حلال ہی - نہ نصیب صدقِ مقال ہی

آپ دیں داغ الم کا - یہ خوشی کیا کم ہی		زخمِ دل کا یہی پھاہا ہی - یہی مرہم ہی
دارِ فانی میں یہی گو بجتی ہی صدا		کہ خوشی کی ابھی نوبت تھی - ابھی ماتم ہی
کام کیا میری شبِ گور میں تاریکی کا		درد دل کی ہی چمک - نور کا اک عالم ہی
دلِ ویراں میں اندھیرے کے سوا کیا ہوتا		غم کے داغوں کی ہی بہتات - یہی کیا کم ہی

دے نہ ایسا دلِ دیوانہ کسی کو بھی خدا
عیش ہی تلخ جسے۔ رنج سے جو خرم ہی

بزمِ عشرت کو سمجھتا ہوں میں خوابِ غفلت
ہی یہ وہ بزم کہ پل مارتے ہی برہم ہی

دل کے پردے سے جو دیکھا کہ چلا تیرِ نگاہ
بولی حسرت۔ اسے آنے دو کہ یہ محرم ہی

سینہ کوبی سے دھڑا دھڑ کی صدا ہی دل میں
حسرتِ مردہ کا شاید کہ یہاں ماتم ہی

ایک خم ہو تو ہی ممکن کہ نکل بھی آئے
دل گرفتارِ خمِ گیسوئے خم در خم ہی

ایک دم عشق کے غم سے نہیں جاتا خالی
لاکھ غم عشق میں ہیں ایک ہمارا دم ہی

بے زری کس لیے منھ تکتی ہی زرداروں کا
میری کیا فکر ہی۔ میرا تو اکیلا دم ہی

ہی یہ تشبیہ بھی ناقص۔ میں کہوں کس منھ سے
عارضِ پاک ہیں گُل اور عرق شبنم ہی

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر باطن
انبیا کا وہی خاتم ہی۔ وہی خاتم ہی

اب تو خورشیدِ قیامت ہی سوا نیزے پہ
اس کڑی دھوپ میں بھی دامنِ تر پُرنم ہی

ناطقہ بند ہی۔ کچھ کہہ نہیں سکتا حافظ
سامنے حضرتِ آسی کے غریب ابکم ہی

زخمِ دل! کیوں نہ تجھے بھر جانے کا ڈر ہی غم ہی
ناخنوں میں ہی مرے۔ جو اثرِ مرہم ہی

دمِ پیری۔ خمِ پیری ہی تو ہی میرے لیے
آپ کی تیغِ نگہ میں تو وہی دم خم ہی

دل تو دیدار و زیارت کا ہی بھوکا پیاسا
منھ سے کہتا ہوں کہ شوقِ حرم و زمزم ہی

آنکھ نے کوئی تصور سا نہ دیکھا نقاش — آنکھ کے سامنے تصویر تری ہر دم ہے

کوئی دم یاد سے تیری نہیں غافل جانا — کیوں نہ سمجھوں کہ غنیمت ہے جو میرا دم ہے

مبتدا اُکُلُ جبلِ ید ہے - خبر اوسکی لذیذ — زخمِ نو زخمِ کہن کے لیے اک مرہم ہے

جامِ گل کہہ نہیں سکتا اسل میں جامِ دل کو — جامِ دل میں ہو مئے عشق تو جامِ جم ہے

اِدھر آتے ہوئے دیکھا جو کوئی تیرِ نگاہ — دہنِ زخم پکارا کہ یہی مرہم ہے

خانۂ دل کا تو ہونے سے نہ ہونا اچھا — جس میں رہنے سے خوشی غم کو - خوشی کو غم ہے

ہے بڑی بحثِ تفضیلت کی بڑا ہی قصہ — مختصر یہ ہے - جو اتقیٰ ہے وہی اَکرَم ہے

پوچھتے پھرتے ہیں سب کس لیے اسمِ اعظم — دل میں عظمت ہو تو ہر اسم ترا اعظم ہے

کیوں کہا تھا کہ ترا دھیان رہے جان کے ساتھ — ہائے اب جان میں ہے جان نہ دم میں دم ہے

آہ کہتی ہے - بھرے جاؤ گے مجھکو کب تک — میں یہ کہتا ہوں کہ جب تک مرے دم میں دم ہے

خلوتِ دل میں اکیلے جو چھپے بیٹھے ہیں — وہ تصور کو بھی کہتے ہیں کہ نامحرم ہے

فخرِ آدم کی ثنا خاک لکھیگا حافظ
ابنِ آدم ہے مگر ننگِ بنی آدم ہے

عشق کا اصرار دیکھا چاہیے — حسن کا دربار دیکھا چاہیے

شوق کا اصرار دیکھا چاہیے — جلوۂ دیدار دیکھا چاہیے

نسبت اوس کوچے سے کچھ رکھتا بھی ہی
مصر کا بازار دیکھا چاہیے

پھوٹ آنکھوں سے کیے جاتا ہی دل
انتظارِ یار دیکھا چاہیے

ترسیگا کب تک ترے دیدار کو
طالبِ دیدار دیکھا چاہیے

ہو نہ ہو کلفت نصیبوں کو نصیب
سایۂ دیوار دیکھا چاہیے

کیسی ہی جو حشر پر موقوف ہی
لذتِ دیدار دیکھا چاہیے

کب بنیگا دیدۂ مشتاقِ دید
روزنِ دیوار دیکھا چاہیے

دل جگر لیکر کہ دم لیکر ٹلے
عشق کا آزار دیکھا چاہیے

صبح ہونے تک نہ بچے بھی یا نہیں
ہجر کا بیمار دیکھا چاہیے

میں کہاں رطیبہ کہاں۔ طاقت کہاں
کام ہی دشوار دیکھا چاہیے

دل مرا کب تک جلائے جائیگی
آہِ آتشبار دیکھا چاہیے

آنکھ کہتی ہی نہیں تابِ جمال
دل کو ہی اصرار دیکھا چاہیے

کون ہی جنسِ گنہ کا مشتری
حشر کا بازار دیکھا چاہیے

موت کا وعدہ تو پورا ہو چکا
وعدۂ دیدار دیکھا چاہیے

کیسے جلوے۔ دیکھنے والا ہی کون
طاقتِ دیدار دیکھا چاہیے

ہی یہی تیرِ نگہ کو اشتیاق
جا کے دل کے پار دیکھا چاہیے

اور کچھ دیکھو نہ دیکھو دل کا حال
حسرتِ دیدار دیکھا چاہیے

روزنِ دیوار کو تکتا ہوں میں
کب ہوں آنکھیں چار دیکھا چاہیے

محوِ دیدار آپ کا میں ہی نہیں
محو ہی دیدار دیکھا چاہیے

کوئی کہدے اون سے حافظ آپ کا
سخت ہی بیمار دیکھا چاہیے

دے دے کے تقاضے ہیں یہی جود و عطا کے
پھیلے رہیں داتا کی طرف ہاتھ گدا کے

بھٹکا کیے اک عمر طلبگار بقا کے
دیکھا تو چھپی نکلی وہ پردے میں فنا کے

اُن میں ہیں غنی بھی - امرا بھی - وزرا بھی
جو بھیس میں رہتے ہیں تمھارے فقرا کے

دل سے صفتِ نقشِ قدم اوٹھ نہیں سکتے
بیٹھے ہوئے سکّے ترے نقشِ کفِ پا کے

نعلین مبارک کو میں آنکھوں سے لگاؤں
بوسے لیے ہیں شوق سے اونکی کفِ پا کے

رحمت یہ پکاریگی کھڑی خلد کے در پر
آجائیں جو محبوب ہیں محبوبِ خدا کے

رحمت ہو تو ایسی ہو - عنایت ہو تو ایسی
ہمدم غربا کے ہیں محب ہیں فقرا کے

ایمان ہمارا ہی خدا والے نبی پر
ہم بندہ مومن ہیں نبی والے خدا کے

ہم تم کو نہ دیکھیں تو کسے دیکھنے جائیں
اک دیکھنے والے ہو تمھیں ذاتِ خدا کے

پنچی نہ رہیں عرش معلے سے دعائیں
اونچے نہ ہوئے کمر سے کبھی ہاتھ دعا کے

موئے، وہ ہمیں ہیں کہ بھلے بھی ہیں بُرے بھی
ہیں آپ کی امت ہیں۔ گنہگار خدا کے

رب ایک ہی برحق ہی نبی، جاؤ نکیرین
گھبرا ہی عبث قبر میں تنہا مجھے پا کے

بندے جو خدا کے ہیں وہ بندے ہیں تمہارے
بندے جو تمہارے ہیں وہ بندے ہیں خدا کے

لیکر جو اوٹھے رحمتِ عالم کا وسیلہ
بوسے لیے رحمت نے مرے دستِ دعا کے

قبضے میں ید اللہ کے صمصامِ خدا ہی
صمصامِ خدا جیسی میں ہی شیرِ خدا کے

دو چار بلاؤں کو کریں روز گرفتار
دو چار جو ہوں ہمسے گرفتار بلا کے

جذبہ جنھیں کھینچے لیے جاتا ہی عرب کو
سالک وہی مجذوب ہیں راہِ خدا کے

سننے کو تو تم دور سے بھی سنتے ہو لیکن
دوری میں جو گزری ہی سنو پاس بُلا کے

مکّے میں جو مرتا تو حیاتِ ابدی تھی
جینا جو پھر آیا وہ پھر اٹھ سے خدا کے

تسلیم کیا کرتے ہیں تیری ہی رضا کو
بندے ترے۔ بندے تری تسلیم و رضا کے

عشاق کے جینے کا سہارا تو بتا دو
دل تم کو دیا، جان ہی قبضے میں خدا کے

وہ آپ کی ایڑی کا ہی اک نقشِ مبارک
ہیں شمس و قمر جسکے اوڑاے ہوئے خاکے

محشر میں بھی ہاتھ ہوں۔ دامانِ نبی ہو
مانگا کرو حافظ یہ دعا ہاتھ اوٹھا کے

نعت کا لطف کسی شعر میں پیدا ہو جاے
مغفرت کے لیے کوئی تو بہانہ ہو جاے

چاکِ دل، چاکِ جگر، کوئی تو پیدا ہو جائے
کہ مدینے کی ہوا کے لیے رستا ہو جائے

تنِ بسمل میں ذرا دیر ٹھہر جا اے روح
کہ تڑپنے کا ذرا حوصلہ پورا ہو جائے

سامنے میری خودی کے وہ نہیں آسکتے
بیخودی ہاں تو اگر آجائے تو پردہ ہو جائے

درد کو دل سے سمجھتا ہوں میں ایسا اچھا
دل میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو اچھا ہو جائے

آج کھینچی ہے تصور نے وہ طرفہ تصویر
کہ نظر پڑتے ہی محبوب کا دھوکا ہو جائے

کیا مزیدار ترا درد ہے میٹھا میٹھا
تلخ کاموں کو نہ کس طرح گوارا ہو جائے

شبہہ دیدار میں شکِ وعدۂ فردا میں نہیں
دل ہے بیتاب۔ کہیں آج ہی فردا ہو جائے

ہوتے ہیں کون کہے۔ گر تماشا ہی کوئی
بسملِ خنجرِ تسلیم نہ ٹھنڈا ہو جائے

دامنِ تر کی پلیدی سے میں گھبراتا ہوں
چار آنسو جو بہیں پاک یہ قصہ ہو جائے

آپ اگر اپنی نبوت کی شہادت چاہیں
سنگریزہ ہو کہ حیوان ہو گویا ہو جائے

بزمِ کثرت میں نظر آتی ہے شانِ وحدت
قطرہ قطرہ ہو اگر جمع تو دریا ہو جائے

ملکے اپنے سے تو رہیے صفتِ شیر و شکر
اور بیگانے سے یوں ملیے کہ اپنا ہو جائے

ہار جیوں رات ہوئی آمد ہی کی دمِ صبح
رات کٹ جائے کہیں نور کا تڑکا ہو جائے

ضبط کرتا ہوں تو آتا ہے کلیجا منھ کو
آہ کھینچوں تو خدا جانے ابھی کیا ہو جائے

خاکِ در کو بھی تو چھوتے ہوئے ڈرتا ہوں میں
کہیں تیور ترے دربان کا نہ میلا ہو جائے

اونکا قیدی وہی اچھا ہی جو آزادہ ہو
اونکا بیمار بُرا وہ ہی جو اچھا ہوجاے

نور تھا میرے ہی سرکار کا پیشانی میں
ورنہ یوں حضرتِ آدم انھیں سجدہ ہوجاے

غضب اوسپر ہی خدا کا جو غضب سے ڈر
رحمت اوسپر جسے رحمت کا بھروسا ہوجاے

دل میں دیکھا جو محبت کو تو سر سے نہ کہا
میری تقدیر سے ای کاش یہ سودا ہوجاے

خامشی کہتی ہی اب چپ بھی رہو ای حافظ
نطق کہتا ہی کہ ایسا نہ ہو چرچا ہوجاے

آپ تک بات کی کس روز رسائی نہ ہوی
سب ہی جتنی کہی۔ نا شنوائی نہ ہوی

سر جو اوس در سے رہا دور، وہ کس مصرف کا
جان کس کام کی، جو اونکی فدائی نہ ہوی

آہ جب تک رہی دل میں نہ کھلا راز مرا
بات جو مُنہ سے نہ نکلی وہ پرائی نہ ہوی

رشک سا رشک ہی پروانہ و شمع و گل پہ
بزمِ سرکار میں کس کس کی رسائی نہ ہوی

تھی ہمارے لیے دنیا بھی عجب دارِ معاش
کہ معاصی کے سوا کوئی کمائی نہ ہوی

سرِ شوریدہ کو پھوڑینگے کہاں لیجا کر
سنگِ در پر جو ترے ناصیہ سائی نہ ہوی

یہی کوئی رہِ عشق بنی میں ساتھی
ہی خدا ساتھ، نہ ہو ساری خدائی نہ ہوی

آپ کے حسن کی تعریف یہی کیا کم ہی
کہ بغیر اوسکے نمودار خدائی نہ ہوی

یدِ بیضا تو ملا حضرتِ موسےٰ کو ضرور
آپ کی طرح تو مُٹھی میں خدائی نہ ہوی

مفت بھی ایسی فقیری تو ہی مہنگی ہم کو | کہ میسر درِ دولت کی گدائی نہ ہوی
ہو گیا مجھسے جدا روضۂ جد اصبر جدا | نہ ہوی ایک جدا تیری جدائی نہ ہوی
سنگریزے بھی ہیں کانٹے بھی رہِ طیبہ میں | ہائے حسرت اگر اک آبلہ پائی نہ ہوی
قصۂ درد سنانے کا مزہ کیا ہی اگر | تلخ کامی نہ ہوی۔ تلخ نوائی نہ ہوی
خاکِ در جو مری قسمت کی بھتی میں لے آیا | مفت برباد مری ناصیہ سائی نہ ہوی

شعر کہنے کو یونہیں بیٹھ گئے تم حافظ
سہل سی بات ہوی۔ مدح سرائی نہ ہوی

۲۷ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ سالانہ جلسہ انجمن نعمانیہ لاہور کے موقع پر

ہمارے ٹوٹے دل میں خستہ جانی کی ہی مہمانی | ستم ہی توبہ سامانوں کو میر سامانی
بڑھاپے نے بھلایا جو پڑھا لکھا تھا بچپن میں | کتابیں دیکھیں جتنی ہیں بیطاقِ نسیانی
یہ مانا کھلتی ہیں کلیاں یہ مانا پھول ہنستے ہیں | مگر کب تک رہینگے آپ محوِ سیرِ بستانی
چمن کی سیر کر لی اب ہمارے زخمِ دل دیکھو | وہ تھی پھولوں کی کثرت یہ ہی داغوں کی فراوانی

الٰہی مجھکو حیرت ہی کہ آخر منھ تکوں کس کا / نظر آتا ہی آئینے میں بھی روے حیرانی

خدا جانے نکل بھاگی کہاں جمعیتِ خاطر / دل مضطر ہیں خاطر جمع بیٹھی ہی پریشانی

سنا کر ایک مطلع کر دیا مشتاق ای حافظ

سنا دو مطلعِ ثانی مگر مطلع ہو لاثانی

نہ پائیں ہمسے ننگے اور پیاسے بوند بھر پانی / فلک پھرتا ہے بادل کی اوڑھے خشک بارانی

غذا کیسی نمک بھی ہا ہضم ہمکو ہو نہیں سکتا / نمک بھی وہ نمک سب جسکو کہتے ہیں سلیمانی

لہو کی تھیں وہی دو چار بوندیں دل میں ہے دیگر / کہاں ہے روزمرہ کیجیے فاقے کی مہمانی

بدن کے ڈھانکنے کو چیتھڑے بھی اب نہیں ملتے / پھٹے حالوں نظر آتی ہی مفلوکوں کی عریانی

وہ آبادی عدم میں جا بسی گھر چھوڑ کر اپنا / جس آبادی کو گھر گھر ڈھونڈتی ہی خانہ ویرانی

جہاں کا آب و دانہ ہو وہیں ہر کوئی جاتا ہی / یہاں کیوں قحط آیا ہی، نہ ہی دانہ نہ ہی پانی

ادھر غلّے کی ارزانی بکی ہاتھوں گرانی کے / اودھر تشریف عریانی نے فرمائی ہی ارزانی

اگر انصاف کی میزان میں تو لو تو کھل جاوے / کہ غلّے کی گرانی سے زیادہ ہی گرانجانی

ادھر تن پیٹ ننگے بھوکے ہیں کپڑا نہ روٹی ہی / اودھر بے مایگی کے ہاتھ ٹھہری میر سامانی

تہیدستی کا پنجہ، تنگدستی کا شکنجہ ہی / ادھر تکلیفِ جسمانی، اودھر ایذاے روحانی

ہوس ہو خشک سالی میں کوئی پوری تو کیونکر ہو / ادھر ذوقِ شکم سیری، اودھر شوقِ تن آسانی

تلاطم میں پڑا ہی ایک عالم خشک سالی سے
تلاطم نے کیا ہی عمر کی کشتی کو طوفانی

بھری محفل ہنسیگی کیا کروں کچھ کہہ نہیں سکتا
کہ دل میں گدگداتا ہی بہت رنگِ غزلخوانی

غزل

جو پیشانی کی قسمت میں لکھی ہیں ٹھوکریں کھانی
وہی در ہو وہیں کی ٹھوکریں ہوں میری پیشانی

کسیکے حسنِ حیرت خیز کا جلوہ ہی کچھ، ورنہ
مرا منھ تھا کہ جو دیکھے مجھے، ہو اوسکو حیرانی

سنا ہوگا۔ کہانی سنتے سنتے نیند آتی ہی
کہانی میری جو سن لے اوسے مشکل ہی نیند آنی

سحر تک شام سے ہی انتظارِ خواب آنکھوں کو
کھلے دروازے ہیں دونوں مگر مشکل ہی نیند آنی

کدھر سے خواب آنے پائے پھر یہ ہی بیخوابی
مری آنکھوں نے دی ہی اوسکو اپنے گھر کی دربانی

گلی کوچوں میں پھرتے پھرتے چھلنی ہو گئے تلوے
غبارِ راہ ملنے کے لیے خاک اسقدر چھانی

دلِ مضطر ادب کا پاس رکھنا، ہوش میں رہنا
بگڑنے کی نہیں ٹھہری، مچلنے کی نہیں ٹھانی

ہمارا امر گریباں سے ہمارے دور بھی کچھ تھا
اگر اپنے کیے پر دل میں آجاتی پشیمانی

کرو کچھ اور باتیں، اپنا دُکھڑا چھوڑ کر **حافظ**
نہ کرنا انجمن میں فاش دل کا رازِ پنہانی

ضعیفوں کو مقدر کھینچ کر لاہور میں لایا
یہاں کا دانہ پانی تھا، یہاں کی تھی ہوا کھانی

میں اک گمنام ہوں لیکن یہی نام و نشاں میرا
خلیل الدین حسن حافظ تخلص فضلِ رحمانی

پیا ہی میں نے جامِ قادری، ہوں قادری مشرب
غلامِ عبد قادر شیخ محی الدین جیلانی

مجھے آیا تو کیا، بدنام کرنا نیک ناموں کا
میں صدیقی نسب میں ہوں، میں اصلاً ہوں صفاہانی

جو میرا فردِ جدِ امجد ہی وہ صدیقِ اکبر ہی
وہ جسکی فضیلتّ پر ہیں شاہد نصِّ قرآنی

وہ جسکا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَار تمغا ہی
وہ ثانی جو صحابہ میں ہی اول اور لاثانی

مرا جد عبدِ رحمٰن حضرتِ صدیقہ کا بھائی
وہ عبدِ خاصِ رحمٰن، اور میں ہوں عبدِ رحمانی

مرا استاد ممتاز محقق تھا خدا بخش سے
کہ جسکا آج ملکِ ہند میں پیدا نہیں ثانی

نہیں یہ فخرِ عزت، یہ بیانِ نعمتِ رب ہی
بیانِ نعمتِ رب پر ہی ناطق نصِّ قرآنی

کمالِ بیکمالی با کمالوں پر کروں ظاہر
اگر پردہ نہ کھل جائے، نہ آئے شرمِ عریانی

زبانِ ناطقہ ہلتی نہیں، یہ رعب چھایا ہی
لگا کر مُہر ہونٹوں پر، ہوئی ہی بند لسّانی

الٰہی ہم سے نااہلوں سے اہلوں کی یہ اہلیت
خدایا ہم سے ناکاروں کو ایسا فخرِ مہمانی

وطن سے بڑھکے پہنچائی ہی راحت ہم غریبوں کو
کہ ہیں اہلِ کرم، اہلِ ہمم، اس بزم کے بانی

انھیں کا گیت گاتا ہوں میں دعوت جنکی کھاتا ہوں
غذا کھاتا ہوں جسمانی، کھلاتا ہوں میں روحانی

بہت لی داد، کچھ خدمت بھی دو انجام اے حافظ
کہ آخر انجمن کے بھی تو کام آئے سخندانی

خدا کی حمد لکھنا، ہی محالِ تابِ انسانی

نبی کی مدح کر سکتا، نہیں ممکن کو امکانی

نبی کو جس نے حق مانا، خدا کو اوس نے پہچانا
نہ کی قدرِ نبی جس نے، خدا کی قدر کیا جانی

خدا نے آپ کی موقوف تصدیقِ رسالت پہ
خدا جوئی، خدا گوئی، خدا دانی، خدا خوانی

رسالت کی عقیدت ہے محبت چار یاروں کی
ہیں چاروں جانشینِ حضرتِ محبوبِ یزدانی

خلافت جسکو کہتے ہیں، نیابت ہے نبوت کی
خلافت کا ہے منکر، منکرِ آیاتِ قرآنی

مودت جنکی ہے مذکورِ قرآں، ہیں وہ ذوی القربے
محبت اہلِ بیتِ پاک کی ہے جزوِ ایمانی

نبوت حق، خلافت حق، ولایت حق، کرامت حق
یہی ہے جادہ سنت، یہی ہے راہِ حقانی

تہتر ۷۳ فرقوں میں ناجی ہے فرقہ اہلِ سنت کا
جو حقانی ہے، یزدانی ہے، ربانی ہے، رحمانی

سمجھ لو اہلِ سنت میں ہیں برحق چار ہی مذہب
شوافع، حنبلی ہیں، مالکی ہیں اور نعمانی

مبارک ہو، مبارک ہو، مبارک، بزمِ نعمانی
کروں کس منہ سے اس بزمِ مبارک کی ثنا خوانی

الگ بے قیدیوں سے ہے، بری بد مذہبی سے ہے
مسمے انجمن ہے اسکا سچا نام نعمانی

خبردار وہ اجزہی ہے، خبر نے جو خبر دی ہے
کہ زنداں ہے یہ دنیا اور ہر مومن ہے زندانی

نہ ہونگے جمع دونوں، قیدِ مذہب اور بے قیدی
وہ آزادی نہ ڈھونڈو جو اوٹھا دے قیدِ ایمانی

نہ آزادی میں پابندی، نہ پابندی میں آزادی
نہ نادانی میں دانائی، نہ دانائی میں نادانی

بھگت لو قید دنیا کی کہ دنیا چند روزہ ہے
پھر اُس کی عمر کا چھوٹا سا حصہ عمرِ انسانی

لگی ہے قید دو کے ساتھ اک قیدِ مشقت بھی
مگر کرنے سے ہو جاتی ہے اس مشکل کی آسانی

تمہارے ساتھ بھی قیدیں ہیں لیکن بے مشقت ہیں
تم اُس عالم میں ہو آزاد، اس عالم میں زندانی

مشقت ہے تو کچھ دن کی، مصیبت ہے تو کچھ دن کی
یہاں کچھ دن کو آئے ہو، یہ ہے کچھ دن کی مہمانی

تمہارا دین سب دینوں سے پاکیزہ ہے ستھرا ہے
تمہارے دین میں یکسر ہے آسانی ہی آسانی

تمہاری طاقتوں کا کر لیا ہے پہلے اندازہ
تمہارے دین نے جائز نہیں رکھی ہے رہبانی

حَرَج رکھا نہ اندھے لنگڑے لولے پر اپاہج پر
یہ ہے ارشادِ قرآنی، یہ ہے احسانِ رحمانی

کسلی مت کو بھی مژدہ ملا الدّین یُسر کا
سرے سے ہے تمہارے دین ہی کا نام آسانی

علومِ مغربی سے دین کی پڑتال کیا معنی
جسے سمجھے ہو دانائی، وہی ہے عین نادانی

حیا اوڑھے ہوئے پھرتی ہے چادر بے حیائی کی
مسلمانوں کو اب ہے فخر، وضعِ نامسلمانی

وہ احمق ہیں گدھے ہیں موتتے ہیں جو کھڑے ہو کر
نہیں تہذیبِ انسانی، یہ ہے ترکیبِ حیوانی

جو خالص دین کا ہو کام، ناکامی ہو چندے میں
رہے کثرت کی قلت اور قلت کی فراوانی

الٰہی دردِ والا دل عطا کر اپنے بندوں کو
کہ ہمدردی ہو ان میں مذہبی ہو یا ہو انسانی

اعانت پر کمر بستہ ہیں فضلِ حق تعالے سے
عنایت کی ہے جن کو حق نے دولت کی فراوانی

شریکِ بزم کچھ بے مایہ ہیں، قطرے برابر ہیں
کہ ہیں بے مائیگی کی شرم سے قطرہ صفت پانی

یہ قطرے بے حقیقت ہیں، حقیقت میں ہیں دریا دل
یہ اک اک بوند بھی دینگے تو اک دریا بہا دینگے
ہے نصِ لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا قطعی
قلم سے یا قدم سے یا کرم سے یا درم سے ہو
نہ مانو مغویوں کی جو بنے ہیں قوم کے ہادی

ٹپکتی ہے انھیں قطروں کے مُنھ سے شانِ عثمانی
یہ قطرے منفق ہو کر کرینگے بحر کو پانی
جو شی محبوب ہو، کر دو نیاز بزمِ نعمانی
مدد اس انجمن کی ہو جسے جس سے ہو آسانی
کرینگے خاک ندوی بھیڑیے گلّے کی چوپانی

عبث کی یاوہ گوئی اور خود رسوا ہوئے حافظ
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

خمسہ بر اشعار فارسی گڑھی ہاپوڑی

اَیُّھَا الْقَوْم قومِ غفلت کار
سُن تو چڑیوں کے زمزمے اک بار
صبح سے کیا پڑی ہے چیخ پکار
باش اے بیخبر دمے ہشیار
مستِ خوابی دعالمے بیدار

سر ساماں، نہ فکرِ زادِ سبیل
ڈال رکھی ہے تو نے کیسی ڈھیل
تو نے تاخیر، سب نے کی تعجیل
ہمرہاں کوفتند کوسِ رحیل

رہرواں آمدند در رفتار

اہل محفل کہاں، کہاں محفل　　بندھ گئے رخت، کس گئے محمل
تو نے کروٹ نہ بدلی او غافل　　خیز تا بنگری کہ زیں منزل

کارواں رفت و کارواں سالار

تو نہتّا ہے، تیری گھات میں چور　　ہر قدم پہ ہے ڈاکوؤں کا زور
جھاڑ جھنکاڑ خاک دھول جھکور　　دشت پر ہول و راہ پر شر و شور

پائے بے کفش و جادہ نشتر زار

شکل چھپٹ کر تجھے پسند آئی　　کس چمک چاندنی چمکّو کی
چھوڑ کر حسنِ شاہدِ ازلی　　بستۂ دل بشاہدِ گیتی

کہ بود دلفریب و جاں آزار

نہیں آتی اسے حیا ہرگز　　نہیں ممکن کرے حیا ہرگز
نہ لجائے یہ بیحیا ہرگز　　نکند از کسے حیا ہرگز

نکند با کسے وفا زنہار

اسکا دنیا ہے نام، ہے یہ دنی　　شب کی شب بود و باش ہے تیری
کیا کریگا یہاں لگا کر جی　　شب بمہمانسرائے، دل چہ نہی

صبح باید گزاشتن ناچار

دیکھتا کیا ہی سبزہ باغِ جہاں   جس میں گل خار ہی، بہارِ خزاں
تجھکو کیا خاک پھل ملیگا یہاں   بر نخورد دست کس ازیں بستاں

گل نچید دست کس ازیں گلزار

تجھکو کیا فکر، تجھکو کیا پروا   کون بھوکا ہی، کون ہی ننگا
کون بے باپ ماں کا ہی بچّہ   بس شکستی دلِ یتیماں را

کہ کند آہ شاں ز عرش گزار

نہ گیا سر سے عمر بھر سرِ رقص   لے گیا گھر سے ناچ گھر سرِ رقص
دیکھ سر پہ اجل ہی بر سرِ رقص   عمر کوتاہ چوں شرر سرِ رقص

مرگ نزدیک و برگنہ اصرار

اب کہاں وہ شراب و جام و سبو   تو جدھر جاے سب کریں تھو تھو
دے رہا ہی خدا کو دھوکا تو   وقتے آور دہ بمسجد رو

کہ شدی راندہ از درِ خمّار

شرع کے نام سے ہی تجھکو گریز   ناصحوں سے بجاے صلح ستیز
مادہ سرکشی کا اتنا تیز   از مناہی نمیکنی پرہیز

بر معاصی ہمیشگی اصرار

مان لے یہ کہ موت ہی آنی　　جان لے یہ کہ جان ہی جانی

سخت غفلت ہی سخت نادانی　　ور دلت نگزد پشیمانی

از لبت بر نیاید استغفار

ہی کسیکو لحاظ دنیا کا　　ہی کسی دل میں خوفِ روزِ جزا

تو کہاں کا نڈر ہوا پیدا　　شرمے اکنوں ز مردمِ دنیا

خوفے آخر ز ایزدِ قہّار

ہاں نکل، بندِ معصیت سے نکل　　کجروی چھوڑ، سیدھے رستے چل

سچّے دل سے کر اعتقادِ اول　　نتواں رفت راہِ حُسنِ عمل

جز بتوفیقِ حضرتِ دادار

چاہیے وردِ لب سلام و درود　　کہ حج و روزہ و زکوٰۃ و سجود

بے درودِ شریف ہی بے سود　　نتواں دید منزلِ مقصود

جز بتائیدِ سیّدِ ابرار

کون سیّد، وہ سیّدِ دوسرا　　بندہ مولےٰ کا، بندوں کا مولےٰ

شانِ رحمت کا جسکے سر سہرا — شافعِ عاصیاں بروزِ جزا
ساقیِ کوثر احمدِ مختار

ای سلامی ترے ہیں برگ و شجر — تجھسے برگِ شجر میں ہیں گلِ تر
گلِ تر میں ترے کرم سے ثمر — اے زجودت جہاں چو کانِ گہر
دے زلطفت زمیں چو باغ و بہار

حافظِ بے زر، آپ کا سگِ در — اک دلِ مضطر، ایک دیدۂ تر
عرض کرتا ہی، کرکے نذرِ نظر — ایں منم در دمندِ خستہ جگر
ایں منم مستمندِ سینہ فگار

کاہشِ مفلسی، نہ خواہشِ گنج — ہی تو ردّ و قبول کا ششِ و پنج
نظم کے پردے میں ہی زمزمہ سنج — قسمتم نیست زیں جہاں جز رنج
حاصلم نیست زیں چمن جز خار

کھنچے جاتی ہی طولِ بیماری — مجھسے یہ سختی اب نہیں کھنچتی
آس ہی تیری دستگیری کی — کارم امروز ابتر ست از دی
حالم امسال بدتر ست از پار

۲۲ - ربیع الاول ۱۳۳۲ھ عرس شریف کے موقع پر

اے دوا ے دردِ پنہاں المدد
بخیہ سازِ سینہ چاکاں المدد

غوثِ عالم قطبِ دوراں المدد
المدد محبوبِ یزداں المدد

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

ہم جو تیرے پاس لیکر آئے ہیں
خطرہ و وسواس لیکر آئے ہیں

ٹوٹی پھوٹی آس لیکر آئے ہیں
دل میں کچھ کچھ یاس لیکر آئے ہیں

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

میں ہوں اک محتاج، تم حاجت روا
رہ نہ جائے دل میں دل کا مدعا

تم غنی ہو، تم غنی گر، میں گدا
جاؤں کیسے پاس لیکر التجا

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

نفس نے ڈالا ہے نیّت میں فساد
داد اس بیداد کی دو، داد داد
کہ کے گھر جائے تمھارا خانہ زاد
ہاں اسی در سے بر آئیگی مراد

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

ضعف زوروں پر، قوے ہیں مضمحل
ہوں خمیرِ آب و گل میں پا بگل
میرے کھوٹے دل میں غش ہے اور غِل
دل سے بھی ہوں تنگ، خود بھی تنگدل

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

اُف مری بیدست و پائی الاماں
اور مجھسے ہاتھا پائی الاماں
فوجِ غم کی یہ چڑھائی الاماں
الاماں تیری دوہائی الاماں

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

تیرے ہوتے حق تعالےٰ کے ولی
تیرے بیکس کو دبائے بیکسی
تنگ کب تک آکے جینے سے رہی
المدد یا سیدی یا مرشدی

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

کیوں کہا تھا مٹ بھی جاؤ شر مٹے　　کرلیا کہنا ترا تجھپر سے مٹے
جیتے جی خود مر گئے مر کر مٹے　　مرتے مرتے مرنے والے مر مٹے

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

ابتو یہ گھونگھٹ تمھارا ہی غضب　　دیکھنے والوں سے چھپنا ہی غضب
اپنے مشتاقوں سے پردہ ہی غضب　　پردہ سا پردہ غضب سا ہی غضب

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

آج اک مجمع ہی خلق اللہ کا　　اپنی اپنی لائے ہیں سب التجا
دن میں اک حافظ گدائے بینوا　　دست بستہ عرض کرتا ہی کھڑا

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

خمسہ مقطع شہیدی باد نے تصرف

اک مجھی پر نہیں کرتے وہ توجہ کی نظر
دل یہ کہتا ہی شہیدی سے اجازت لیکر
اوسکے مقطع میں تو ادنے سا تصرف یوں کر
عام ہیں اونکے تو الطاف شہیدی سب پر
مجھ سے کیا ضد تھی اگر میں کسی قابل ہوتا

قطعہ

عید ہی عید سعید ۔ مبارک
عیدیں لطفِ دید مبارک
اور یہ گفت و شنید مبارک
عید مبارک ، عید مبارک

رقعہ تقریب شادی کدخدائی فرزندِ خواجہ عبد العزیز خواجہ امرتسری

حمدِ رب اور مدحِ خیرِ انام
صد تحیات و صد درود و سلام
اب ہی عبد العزیز بے سودا
نام کا خواجہ ، آپ کا بندہ

عرض پرداز خدمتِ مخدوم	گوش زد سازِ حضرتِ مخدوم
بندہ زادہ جو ہی امیر الدین	خوش روش خوش خصال خوش آیئں
اوسکی تقریبِ کدخدائی ہی	اوسکی شادی کی ساعت آئی ہی
پہلی ذی حجہ کی مقرر ہی	عیدکی سی خوشی مرے گھر ہی
التجا ہی کہ کیجیے تکلیف	کرکے تکلیف لایئے تشریف
اور کرکے قبول نان ونمک	رکھیے منت پزیرِ دت تک

ردنہ ہو عرضِ خادم الخدام
السلام السلام خیر ختام

قطعہ تاریخ تالیف خصائص خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مولفہ مولوی حسام الدین احمد پنشنر ڈپٹی کلکٹر بہادر رئیس سراوہ

حسام الدین احمد بھائی کیا خوب	کیے ہیں جمع حالاتِ خصائص

خصائص کے یہ ہیں نشتر مصابیح | لقب زیبا ہے مشکوٰۃ خصائص
ہوئے اردو زباں میں نور افشاں | حبیب حق کے لمعات خصائص
مآخذ مستند ہیں معتمد ہیں | کھلے کرتے ہیں اثبات خصائص
ضعیف ان میں نہیں کوئی روایت | قوی ہیں سب روایات خصائص
عیاں ہے فضل رحمٰن۔ فضل باری | ہیں رحمت ریز رشحات خصائص
سکندر دیکھ لے منھ اپنا سا ہو جائے | اگر دیکھے یہ مرآت خصائص
چلے اوٹھکر۔ اُڑا لے کو فلک پر | پھریرے اپنے رایات خصائص

خصائص کے اوڑھے نفحات حافظ
کہو تاریخ نفحات خصائص
١٣ ھ ٣٠

تاریخ وفات میر عبداللہ رئیس موضع سائر پرگنہ بیسل پور ضلع پیلی بھیت

جب ہوا سید خدا آگاہ | عازم باغ خلد طاب ثراہ
حور و غلماں یہ مانگتے تھے دعا | جعل اللہ جنۃ مثواہ

در فردوس پر کھڑا رضواں
ہو کے مشتاق دیکھتا تھا راہ

آئی آنکھوں میں خلد کی ٹھنڈک
پڑ گئی روحِ پاک پر جو نگاہ

کلکِ حافظ نے یوں لکھی تاریخ
قرۂ خلد میر عبد اللہ

۱۳ ھ ۳۱

ایضاً

منگل اٹھائیسویں شوال کو
میر صاحب نے کیا جب عزمِ خلد

مصرعِ تاریخ حافظ کو ملا
میر عبد اللہ نورِ بزمِ خلد

تاریخ وفات دخترِ کلاں قاضی زکی الدین زکی مرحوم

ہاجرہ خاتون کو واحسرتا
آگئی ناگاہ جوانی میں موت

کہہ دیا حافظ نے سرِ آہ سے
ہاجرہ خاتونِ جواں سال فوت

۱۳ ۳۱

تاریخِ ولادتِ پسرِ مولوی غلام احمد اخگر امرتسری

میرے مونس ۔ رفیق ۔ ہمدم	میرے مخلص ۔ مرے مکرم
وہ کون ۔ غلامِ احمد اخگر	عالم ۔ صوفی ۔ مجاہد ۔ اکرم
خالق نے دیا ہی اُن کو فرزند	کتنا ہی کروں میں شکر ۔ ہی کم
ماں باپ کے سایے میں وہ پل کر	دارین میں ہو سعید و خرم
تاریخی نام سنئے تجسس	حافظ کو ملا غلامِ اکرم
	۱۳ ھ ۳۲

قطعہ تاریخ

مصلح الدین مبارک ہو تمھیں	خانہ آبادیِ عبدالقاضی
عددِ سال ہی پورا حافظ	عددِ شادی عبدالقاضی
	۱۳ ھ ۳۳

تقریظ و تاریخ

لکھی نعت سجاد نے واہ خوب
نکالی شفاعت کی یہ راہ خوب

یہ تدبیرِ خوشنودیِ کردگار
ہے واللہ خوب اور باللہ خوب

کیا خوب اعمالنامہ درست
لیا ساتھ یہ توشۂ راہ خوب

مضامین اچھے ہیں، مطلب نفیس
نظائر ہیں خوب اور اشارہ خوب

کہیں وصل ہو لے کہیں ہے فراق
کہیں واہ اچھی، کہیں آہ خوب

محبت بھری نظم سُن لے اگر
تو بیساختہ دل کہے واہ خوب

فرشتے کہیں سُن کے صَلِّ علیٰ
کہیں انس و جن مرحبا واہ خوب

مزے لیکے یوں کہتے ہیں اہلِ دل
بہت خوب یہ نظمِ دلخواہ خوب

کہاں میں، کہاں نکتہ فہمی کا حق
یہ سمجھیگا مردِ حق آگاہ خوب

سخنداں تو کیا دینگے دادِ سخن
صلہ نعت کا دیگا اللہ خوب

لکھا مصرعِ سال حافظ نے یوں
لکھی نعت سجاد نے واہ خوب

۱۳ ھ ۳۲

تواریخ وفات میر محمد حسن قمر اکبرآبادی سنہ ۱۳۳۱ھ

عاشورِ نو بود کہ بجا شور کردہ اند | در گور جائے میر محمد حسن قمر
حافظ نوشت بر سرِ گورش برائے سال | ہجراں سرائے میر محمد حسن قمر

ہر کہ در عقدِ ثریا نگرد | داندش دُرجِ گہر دُرجِ شرف
حافظ از بر سرِ ایں گور رسید | خواندش برجِ قمر برجِ شرف

مرضِ دق سے بہت دق تھے قمر | قبر میں جا کے پڑے چین سے کل
کندہ کردست یہی حافظ! تاریخ | قبر یہ قبر قمر ہشتیش محل

تواریخ ولادتِ فرزندِ خادم حسین خلف حضرت شاہ جماعت علی صاحب علی پوری سنہ ۱۳۳۳ھ

خدا نے کیا ہے عطا نورِ عین | جماعت علی شاہ کے دل کا چین
یہ ماں کے لیے دل کی تسکین ہے | یہ ہے قوتِ جانِ خادم حسین
جو حافظ سے تاریخ پوچھی گئی | کہا قوتِ جانِ خادم حسین

عطا چراغ ہوا وہ کہ دیر تک روشن | رہیگا شاہ جماعت علی کا نام بلند
یہ دو ہیں سالِ ولادت کے ہادیٔ حافظ | چراغِ بزمِ عطا و چراغِ بامِ بلند

مبارک مرشدِ کامل کو پوتا | ہے بیٹے سے بھی پیارا دل کو پوتا
ہے تاریخ بھی مبارکباد حافظ | مبارک مرشدِ کامل کو پوتا

رباعیات

گوہر کو کرے جمع، یہ جوہر ہی تو کیا
جب نفس غنی نہیں، تونگر ہی تو کیا
جب جود نہیں، کرم نہیں، فیض نہیں
مٹھی ہی جو غنچے کی طرح نہ رہی تو کیا

دنیا کا الم جدا ترا غم ہی جدا
آدم ہی جدا عشق کا آدم ہی جدا
عالم میں رہے اور کرے دعویٔ عشق
عالم ہی جدا عشق کا عالم ہی جدا

جرأت! زمانے سے مرا غم ہی جدا
ہی کیف مرے غم کا جدا الگ ہی جدا
دل پہ جو پڑی ہی چوٹ تو کیا جانے
یہ زخم جدا ہی اسکا مرہم ہی جدا

مرکر بھی شہید عشق مردہ نہ ہوا
رونق میں تغیر کوئی پیدا نہ ہوا
تربت میں منوں خاک بھری تھی لیکن
رویاں بھی کفن کا کوئی میلا نہ ہوا

تھے دور تو جامِ مرگ پینا نہ ہوا
پہنچے جو مدینے میں تو جینا نہ ہوا
عشاق کو کیا ہو ایسی جنت کی خوشی
جنت ہوئی جنت میں مدینہ نہ ہوا

خوش ہو وہ جسے ملا مزہ جینے کا
ہے سب سے بڑا مزہ مزہ جینے کا
ہے لطف جو شیریں رہے جانِ شیریں
جب زیست ہو تلخ، کیا مزہ جینے کا

رستہ ہے عرب کا نہ کوئی بن ٹیڑھا
ٹیڑھا ہے تو ایک نفس دشمن ٹیڑھا
جانا نہ ہو منظور تو سو حیلے ہیں
خود ناچ نہ جانے اور آنگن ٹیڑھا

دل غیرِ خدا سے کر صفا بہرِ خدا
آ باز بتوں سے یار آ بہرِ خدا
دل کعبہ ہے اور کعبہ اللہ کا گھر
کر مردِ خدا خدا خدا بہرِ خدا

آتا ہے تمھیں زیست دوبارہ دینا
لینا ہے مرا کام تمھارا دینا
باریک بھی تاریک بھی ہے راہ صراط
گرتے ہوئے بندے کو سہارا دینا

اللہ رے دل اور کلیجا میرا
ہے حیرتی حسن سراپا میرا
سب دیکھتے ہیں اونکے تماشائی کو
حیرت نے بنایا ہے تماشا میرا

رتبہ کوئی دیکھے شب معراج ترا
ہے فرش زمیں سے عرش تک سراج ترا
تارے ترے تاج کے چمکتے موتی
معراج تری، سراج ترا، تاج ترا

ظاہر میں ہے تنگ ہاتھ ہرچند مرا
رہتا نہیں کام کوئی بھی بند مرا
معبود کے عبد خاص کا بندہ ہوں
اللہ خدا نبی خداوند مرا

کھٹکا ہو کہ چسکا، ہو بہت یا تھوڑا
تھوڑا ہے بہت، اور بہت سا تھوڑا
اس سوچ میں ہوں دوا کروں یا نہ کروں
دل میں نہ کہیں درد ہو تھوڑا تھوڑا

زیور بھاری ملے اگر آہن کا
دیوانہ پہن کے رہتا ہے بن کا
چھوٹی ہے بلا سے پاؤں پڑکر زنجیر
لوہا مانا ہے طوق نے گردن کا

جو کام نکلنے کا ذریعہ نکلا　　سب ساختہ پرداختہ تیرا نکلا
بچپن سے ترے فیض ہو کو یارب　　روآں روآں دعائیں دیتا نکلا

خاکی بدنوں کو خاک ہونا ٹھہرا　　مرکر بسر فرشِ خاک سونا ٹھہرا
یا خاک سے بچ بچ کے چلا کرتے تھے　　یا خاک کا اوڑھنا بچھونا ٹھہرا

مرنا چاہا سبھی نے بیماروں کا　　رکھا دل بیکسی نے بیماروں کا
گھٹنے سے بھلا دوا تو کیا پی لیتے　　منہ بھی نہ چھوا کسی نے بیماروں کا

جس دن رہ سودا میں قدم رکھا تھا　　سر پھوٹنے کا شگون وہ پہلا تھا
جب کھائی تھی سر نے سب سے پہلی ٹھوکر　　کھٹکا تھا اسی وقت ہمارا ماتھا

ارشاد بجا ہے یہ خبرداروں کا　　بیجا مداح ہو نہ سرداروں کا
خستہ ہو برہنہ ہو پھٹے حالوں ہو　　جامہ نہ پہن لے کوئی زرداروں کا

ٹالے نہ ٹلا غمِ تعلق نہ ٹلا
تھی ایک نہ ایک میرے ہمراہ بلا
جب گھر سے چلا میں طرفِ مہرِ عرب
پیچھے۔ مرے ساتھ ساتھ سایہ بھی چلا

میں کیا اوٹھوں اب دل ہی مرا بیٹھ گیا
اوٹھا تو گرا اگر کبھی اوٹھا بیٹھ گیا
اس راہ میں خاکسار ہو کے بھی کچھ نہ چلی
اوٹھ اوٹھ کے غبار جا بجا بیٹھ گیا

جو انجمن اتحاد کی ہے برپا
سالانہ ہے جلسہ آج اوسکا چوتھا
اس جلسے کے صدر کا ہے نامِ نامی
عبد الرحمن خاں رئیس کوکرا

پرساں نہیں کوئی انجمن کا مولے
ہو جائے ادھر نظرِ توجہ کی ذرا
آئی ہے غریب قوم لوٹی پھوٹی
آغوش میں لیکے چار سالہ بچہ

جو آئے ہیں انجمن میں سب کا ہو بھلا
سب کا ہو بھلا، کوئی برا یا ہو بھلا
آیا ہے فقیر لیکے خالی جھولی
جھولی خالی نہ جائے داتا ہو بھلا

محبوب خوش اسلوب خدا کا محبوب
خوبوں میں بڑا خوب خدا کا محبوب
جو اوسکا ہی پیارا وہ خدا کا پیارا
محبوب کا محبوب خدا کا محبوب

آپس میں ہو پھوٹ، یہ برا ہی اسلوب
لٹیا ڈوبے ہی کے اندر، کیا خوب
کیوں کرتے ہو نام انجمن کا بد نام
یہ انجمن اتحاد سے ہی منسوب

مر کر بھی ملا ہمکو نہ چین اور نہ تاب
دیوانے ہیں کیا جانیں عذاب اور ثواب
گو خلد ملا، عذاب دوزخ سے بچے
روضے کی جدائی بھی تو ہی ایک عذاب

دوری میں جسے قرب کی دولت ہو نصیب
تنہا رہے اور پھر معیت ہو نصیب
خلوت میں ہو انجمن، ہی اتنا بھی بہت
ہی لطف جو انجمن میں خلوت ہو نصیب

دل میں ہوئی درد کی چمک آخرِ شب
آئی نہیں نیند صبح تک آخرِ شب
صبحِ کاذب گواہِ صادق ہی مری
نالے پہنچے ہیں تا فلک آخرِ شب

تھی کب سے طبیعت مری افسردہ و سست — آتے ہی ترے ہو گئی چست اور درست
بو روضۂ پاک کی، طلب کا مژدہ — اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

نیند آتی نہیں مجھکو۔ یہ میری قسمت — مُردوں سے ہی شرط بد کے سوئی قسمت
بیدار نکرد خفتۂ را خفتہ — سونے نہیں دیتی مجھے سوتی قسمت

سرکار کا ہوں غلام یا حضرتِ غوث — ہو جائے مرا سلام یا حضرتِ غوث
سرکار کو اللہ تعالےٰ نے کیا — فریادرسِ انام یا حضرتِ غوث

مرتا تو میں آج ہوں، خبر لیجیے آج — پروانۂ بخشش مجھے دیدیجیے آج
مالک تو ہو آج بھی تمھیں، کل بھی تمھیں — کل کی کل پر رہے، کرم کیجیے آج

دیتی ہے صبا! تو مجھے دھوکا سچ مچ — جو تو نے کہا جھوٹ وہ نکلا سچ مچ
ہر روز ہے تجھے نیا شگوفہ لانا — روضے ہی سے اک روز نہ لے آ سچ مچ

صالح بنو، صلحِ کل بنو، ہی یہ صلاح
مفسد کبھی پاتے ہیں نہ پائینگے فلاح

اَلدِّیْنُ نَصِیْحَۃٌ ہی قول شرعی
ہی مصلحوں کی پکار اصلاح اصلاح

ممدوح کے پیارے کا ہی پیارا امدّاح
لینے کو ہی جنت کا اجارہ امدّاح

تم سے جو نہ مانگوں میں تو کس سے مانگوں
تم ہو ممدوح میں تمھارا امدّاح

کیا غم ہا جو عرب کے ہیں بیابان فراخ
قسمت سے ملا سفر کا سامان فراخ

لے وحشتِ دل باغب اوڑا گلچھرّے
رستے میں بہت پڑینگے میدان فراخ

واجب ہی ترا وجود، تو ہی معبود
ممکن کے وجود کا ہی کیا خاک وجود

تو ہست ہی، تیرے ہیں وجود و ہستی
نابود کی ہستی کی ہی کیا ہستی و بود

یہ عید نہیں پہن لی پوشاک جدید
حق یہ ہی کہ اَلْعِیْدُ لِمَنْ خَافَ وَعِیْد

جس عید میں ملحوظ رہے دین ہی دین
وہ عید ہی عید اور ہی عیدِ سعید

روزے ہوئے ختم، آج ہی عیدِ سعید ہی عیدِ سعید کی خوشی قابلِ دید
ہی عید خوشی سے خوش، خوشی عید سے خوش عالم میں خوشی کی ہی خوشی، عید کی عید

شش دانگ میں یہ نوید ہی عید ہی عید کیا روزِ خوش و سعید ہی، عید ہی عید
اس عید کا ہی سب کو سبق وردِ زباں ہاں عید ہی عید، عید ہی عید ہی عید

شوالِ مکرم کے لیے تاج ہی عید رتبے میں جو پوچھیے تو معراج ہی عید
کل تک رمضانِ پاک کے روزے تھے عید آج ہی عید آج ہی عید آج ہی عید

اللہ احد صمد ہی، واحد ہی وحید افرادِ رسُل میں مصطفےٰ فردِ فرید
تصدیقِ رسالت نہ ہو جب تک دل سے آنے کی نہیں کام اکیلی توحید

ایذا سے سوا اور مجھے کیا ہی لذیذ ایذا اسے کہتے ہیں، سراپا ہی لذیذ
لذت کشِ ایذا ہوں، نہ پوچھو مجھسے کتنی غمِ محبوب کی ایذا ہی لذیذ

ظاہر میں بلا ہوا ہی، اس سے ہی خطر — دشمن ہی، اسے نکالو، پھینکو باہر
باطن میں ہی نفس اس سے ڈرتے رہنا — کتا ہوتا ہی شیر اپنے گھر پر

دنیا کا جسے رنج ہی وہ ہی رنجور — عقبےٰ کا جسے غم ہی وہ ہوگا مسرور
اک رات کی منزل ہی یہ ہی آج، وہ کل — دنیا نزدیک تر ہی، عقبےٰ نہیں دور

ہی گور شب سیاہ سے بھی بدتر — آہوں کا دھواں ہی آہ سے بھی بدتر
توبہ اچھی ہی، اعتراف اچھا ہی — ہی عذرِ گنہ گناہ سے بھی بدتر

بیڑے کے ہیں یار ایک کشتی کے سوار — طوفان کا جوش، الاماں کی ہی پکار
منھ سوے خدا ہی، ناخدا پر ہی نظر — منجدھار میں ہی ناو، لگا دے کوئی پار

مداح نبی کا ہو سخنگو ہو کر — ہو طرزِ بیاں حلال، جادو ہو کر
نکلے بھی اگر نام تو ہو نیک وہ نام — شہرت بھی اگر اوڑے تو خوشبو ہو کر

نازِ عمل اور حُسنِ معمول ہی اور مرد وہ ہی اور چیز، مقبول ہی اور
سرکار میں تیری یاد کی کیا پروا بھولا ہی جو یاد پر، تو یہ بھول ہی اور

عقلیں ہوئی ہیں کچھ ایسی نیچے اوپر الزام ہو صحن پر تو رکھیں چھت پر
دنیا میں ہی اب دَور غلط فہمی کا سر گھومے تو سمجھیں ہل رہا ہی چھپّر

یارب ہی بڑا مہیب بحرِ زخّار جو دھار ہی اس بحر کی وہ ہی منجدھار
ساحل ہی دور کھینے والے کمزور بیڑا اس انجمن کا تو کر دے پار

جینے سے نہ کیوں تنگ ہوں تیرے بیمار مُردوں کی سی شکل اور زندوں میں شمار
درد اکہ پَنَپنے نہیں دیتے جھٹکے کیا خاک جیے، جیے جو ہو کر مُردار

آئی ہی مدینے سے ابھی بادِ سحر لائی ہی مرے ڈھب کی بڑی گرم خبر
جو میں نے سُنا وہ کہہ دیا حضرتِ دل! ہی راست دروغ گردنِ راوی پر

گو عمر بسر کی سگِ دنیا ہو کر — بےفکر ہی گدیہ خوار تیرا ہو کر
دنیا سے ہی سیر تیرے در کا کُتّا — بھوکا نہ مرے پیٹ کا کُتّا ہو کر

دنیا سے ضرور کوچ کرنا اک روز — ہی سرحدِ ہستی سے گزرنا اک روز
جینے سے زیادہ قدر مرنے کی کرو — جینا ہی تمام عمر، مرنا اک روز

دنیا سے نرالا ہی تمھارا بیکس — بیکس ہی تمھارا نہیں تنہا بیکس
ہی ایک رحیم اور تم سا ہی رحیم — اک بیکس اور وہ بھی مجھسا بیکس

دنیا میں نہیں ترا مقابل شاباش — صدموں کے لیے بنا ہی تو سلِ شاباش
پتھر کا ترا جگر ہی ای مضغۂ گوشت — ای دل شاباش تجھکو ای دل شاباش

مجھ پر بھی نظر اگرچہ ہوں میں اوباش — مجھکو بھی عطا ہو کچھ۔ سمجھکر قلاش
اوباش نے مضمون چرایا ہی بڑا — حق بر تو بپاشید تو بر خلق بپاش

صدق اور صفا میں آپ ہیں خاص الخاص
تسلیم و رضا میں آپ ہیں خاص الخاص

خاصانِ خدا ہونے کو بے گنتی ہیں
خاصانِ خدا میں آپ ہیں خاص الخاص

دنیا کے حریص کو ہی دنیا سے غرض
عقبےٰ کے طلبگار کو عقبےٰ سے غرض

دونوں ہیں غرض اپنی غرض کے بندے
بندے کو ہی اک رضا کے ہونے سے غرض

ہر حسنِ عمل میں حُسنِ نیّت ہی شرط
نیّت ہی نہیں حُسنِ عقیدت ہی شرط

مشکل نہیں محبوبِ الٰہی ہونا
محبوبِ الٰہی کی محبت ہی شرط

مہمان مسافر سے مروت ہی شرط
ہم مشرب و مسلک سے اخوت ہی شرط

گو خُرد و برادر سگِ دنیا ہی سہی
پھر بھی تو اخوتِ طریقت ہی شرط

اب عمر ہی شصت و چار سالہ حافظ
مرنا ہی قریب لا محالہ حافظ

ہاں خیر منا اپنے قدح کی اب تو
لبریز ہی عمر کا پیالہ حافظ

کتنا ہی بڑا حشر کے دن کا مجمع
کیسا میدان اور کیسا مجمع
مجمع میں گنہگار کا پردہ رہ جائے
اگلے پچھلے ہیں سب کا یکجا مجمع

اللہ کے گھر ترا ہی جلتا ہی چراغ
روضے میں بھی ترا ہی تجلا ہی چراغ
اک نور ترا اک روشنیِ حرمین
اک جلوہ ترا کہ دو گھروں کا ہی چراغ

مسلم جو ہوں جوش سے ملاقی تو ہی لطف
مستی ہو مگر بے می و ساقی تو ہی لطف
مستی میں بھی جوش ہو تو اک ہوش کے ساتھ
کثرت میں بھی وحدت رہے باقی تو ہی لطف

سب تیری زمینوں کے طبق ہیں برحق
افلاک کے جتنے ہیں ورق، ہیں برحق
حق نام ترا، تیرے نبی کا بھی ہی
حق تو بھی، نبی بھی، دونوں حق ہیں برحق

اسلام میں توحید کی تعلیم ہی ایک
بعد اوسکے رسالت کی بھی تسلیم ہی ایک
بھید اور کچھ - مگر - ہی اتنا معلوم
با میم احد ایک - احمدِ بے میم ہی ایک

سر پہ چھایا ہوا ہی بیطور فلک — ڈرتا ہوں کہ مجھ پر نہ کرے جور فلک
ای آہ نکل میرے بچانے کے لیے — ہو زیرِ فلک دھوئیں کا ایک اور فلک

اوس واحد تک پہنچنے کی راہ ہی ایک — مذہب کہوں یا کہوں گزرگاہ ہی ایک
اللہ کا ثانی نہیں اللہ اَحَد — واللہ باللہ ثم باللہ ہی ایک

ہاں توبہ کہ وا ہی درِ توبہ اب تک — ہاں بند کشا ہی درِ توبہ اب تک
ملنے بھی ہیں کھلتے بھی ہیں لب بند نہیں — قسمت سے کھلا ہی درِ توبہ اب تک

معذور سہی - جوان ہو یا بالک — آلودہ معصیت میں ہوں پیری تک
پیری میں بدی تھی روسیاہی افسوس — قسمت نے سفیدی میں لکھی تھی کالک

ہی ابکی بہار میں نئے ڈھنگ کا رنگ — ہم غافلوں میں ہی جوشِ مستی کی ترنگ
غفلت میں گزر رہی ہی بے لطف بہار — غفلت ہو تو ہو جائے نہ کیوں رنگ میں بھنگ

واعظ سے او الجھکے کچھ نہ ہوگا حاصل — رندو الجھیں کیا غرض الجھیں کیا حاصل
دستارِ بلند پر جو کی چوٹ تو کیا — گنبد پر گیند پھینکنا حاصل

ہے لشکرِ ماتم کی گھٹا دل بادل — رہ رہتا ہے تو منہ پر لیے آنچل بادل
شاید کہ غمِ حسین میں جوگ لیا — اوڑھے ہوئے کالا سا ہے کمّل بادل

مفلس ہوں مگر ہوں تو ثنا خوانِ رسول — دو بار تو ہو چکا ہوں مہمانِ رسول
ننگا ہوں الٰہی مرا پردہ رکھ لے — اینک من و دستِ من و دامانِ رسول

قسمت ہمیں لے گئی تھی اک بزم میں کل — ساقی تھا سخی اور گھرا تھا بادل
دو ہاتھ سے دو ہاتھ میں ہم لے آئے — اک ہاتھ میں جام دوسرے میں بوتل

یہ عید کا چاند چاند ہے فرخ فال — یہ عید مبارک ہو ہمیں سال بسال
سرکار! اک نگاہ روبرو ہو جائے — کرتا ہے سلام عید کا جھک کے ہلال

تقدیر ضرور ہی مگر نامعلوم
تدبیر ارادۂ نہ کرنا معلوم
تقدیر کو روئیں آپ کھوئیں تدبیر
حافظ! اوس قوم کا سُدھرنا معلوم

✣

گرمی سے بدلے ہی نہیں سردیِ قوم
اب جبڑے سے ہی اوکھڑی ہوئی پامردیِ قوم
کچھ پاس ہی قوم کا نہ کچھ ہمدردی
اک شور ہی قوم قوم ہمدردی قوم

✣

ہی سب سے مقدم اتحاد و تعلیم
پھر مفلس بیکسوں کو دینا زر و سیم
کچھ قدر تو ڈبڈبائی آنکھوں کی کرو
یہ دُرِّ یتیم ہیں، نہیں اشکِ یتیم

✣

کلیاں جو نہالِ بزم میں آتی ہیں
کھِلنے نہیں پاتی ہیں کہ مُرجھاتی ہیں
کیا کم ہی یہی کہ سال بھر میں اک بار
کچھ صورتیں یکجا نظر آجاتی ہیں

✣

مرہم سے کہیں زخمِ جگر جاتے ہیں
زخموں کے جگر بر، بر رجاتے ہیں
ہیں ایک تو پھوڑے ہوئے مُنھ آپکا آپ
پھاہے زخموں کو اور بھر جاتے ہیں

✣

اُمڈی ہوئی ہی بہارِ ماہِ رمضاں — انوارِ فلک نثارِ ماہِ رمضاں
جھپکی نہیں آنکھ رات بھر تاڑوں کی — سب ہیں شب زندہ دارِ ماہِ رمضاں

—— ✣ ——

دو فرحتیں ہیں طفیلِ صومِ رمضاں — اک روز کی روزہ وقتِ افطار و اذاں
جو دوسری فرحت ہی مزہ اوسکا نہ پوچھ — موجود ہی وہ وقتِ لقائے رحماں

—— ✣ ——

کیا خوب ہیں روزہ دارِ ماہِ رمضاں — خالی شکم و خشک لب و تشنہ دہاں
سادے ہوئے چپ شام کو وقتِ افطار — بیٹھے ہوئے ہیں گوش بر آوازِ اذاں

—— ✣ ——

ماشاء اللہ ماہِ پاکِ رمضاں — ہر روز تجلّیاتِ رحمت ہیں عیاں
ہر شب ہی عجب شب مگر اک شبِ قدر — ذی قدر وہ شب جس میں نزولِ قرآں

—— ✣ ——

سرمایۂ ابتہاج عیدِ رمضاں — ایام کے سر کا تاج عیدِ رمضاں
شوال کی پہلی یہ سناتی آئی — عیدِ رمضاں ہی آج عیدِ رمضاں

—— ✣ ——

لختِ جگرِ احمدِ مختار حسین
اللہ کے محبوب کا دلدادہ حسین
جنّت کے جو مالک ہیں وہ فرزند ہیں
جنّت کے جوانوں کا ہی سردار حسین

توحید کی چھائی ہے دنیا بھر گھر میں
ڈنکا ہے رسالت کا ہر اک کشور میں
ہے ذاتِ خدا ایک محمد برحق
سکّہ یہی چلتا ہے خدائی بھر میں

ممکن نہیں جب تک نہ بلائے جائیں
ہے پھیر بھی کا کہ مدینے جائیں
رستے میں تو پھیر ہے نہ خم ہے نہ کجی
تقدیر جو سیدھی ہو تو سیدھے جائیں

تا روضہ کہاں کہاں سے راہیں پہنچیں
راہوں سے تر رحم کی نگاہیں پہنچیں
جب ضعف نے مجھکو گھر سے جانے نہ دیا
اون تک کے مرید سے مری آہیں پہنچیں

مرنا ہی تو جی کا غم نہ کرنا سیکھیں
جینا ہی تو جان سے گزرنا سیکھیں
ہم مر گئے جیتے جی تو میتوں میں پڑے
جیتوں سے کہو کہ ہم سے مرنا سیکھیں

دنیا میں ہو کچھ لطفِ بقا بھی، وہ نہیں — یا دل میں ہو کچھ فکرِ فنا بھی، وہ نہیں
دنیا کا وہ کُتّا ہو کہ ہو دھوبی کا — گھر کا بھی نہیں وہ، گھاٹ کا بھی وہ نہیں

وحشت سے جو سر مارتے تھے، مارتے ہیں — سر کو در و دیوار سے دے مارتے ہیں
جنکو نہیں کوچہ ہی میں بھی قرار — لاتیں وہ بہشت میں پڑے مارتے ہیں

جب نشترِ غم سینے میں دل کو چھیڑیں — چھاتی کے کواڑ خستہ دل کیا بھیڑیں
ان نشتروں نے کی ہی قیامت برپا — فتنوں کی جگا جگا کے سوتی بھیڑیں

دشمن ترے دیوانے کے فرزانے ہیں — فرزانے نہیں، عقل سے بیگانے ہیں
ان عقل کے دشمنوں کے منھ کون لگے — دیوانے ہیں، دیوانے ہیں، دیوانے ہیں

لالچ کی نگاہیں نا روا پڑتی ہیں — جو کچھ آجائے ہاتھ، کھا پڑتی ہیں
جو پیٹ کے بندے ہیں، نہ اُلجھو اُن سے — اُلٹی آنتیں گلے میں آپڑتی ہیں

رونے سے بھڑاس کچھ نکلنے کی نہیں — بھونڈی سی یہ تدبیر ہی چلنے کی نہیں
شور آبہ اشک سے چلیگا کیا کام — کھاری پانی سے دال گلنے کی نہیں

چھالوں نے جگہ کی نوک ہاں کی منہ میں — جو بات تھی، رہ گئی وہ منہ کی منہ میں
چھالوں سے زبان لال ہے، ناطقہ بند — گویا کہ ہے گھنگنیوں کی بھری منہ میں

فریاد پر آسمان دھرتا نہیں کان — تو مان نہ مان میں ہوں تیرا مہمان
نالوں میں تعلّی کے سوا کچھ بھی نہیں — اونچی ہے دکان اور پھیکا پکوان

کچھ خدمتِ دین کرو کہ ہے واجبِ عین — بیکار ہے دنیا کی یہ سب زینت و زین
لکھا ہے جلی قلم سے خوشخط، پڑھ لو — وہ فَاغْتَنِمُوا الْفُرْصَۃَ بَیْنَ الْعَدَمَیْن

عادت جو بری پڑی، بدلنے کی نہیں — الٹی ہے سمجھ تو سیدھی چلنے کی نہیں
جس قوم میں اصلاح کا ہے نام ہی نام — لیتی ہے سنبھالا وہ سنبھلنے کی نہیں

کچھ بات تو ہی چہل پہل کیوں ہی یہاں
کیا ہی کہ ہیں جمع اس قدر پیر و جواں
سالانہ ہی آج تجادی جلسہ
جلسے کے ہیں صدر صدرِ دین احمد خاں

دو بھائیوں میں ربط نہیں میل نہیں
ہموار ہوں کوشش سے کوئی کھیل نہیں
سنتی نہیں قوم چکنی چپڑی باتیں
پھیلا کرو ان کو ان تلوں تیل نہیں

جو کھیل ہی لغو، کھیلنا کھیل نہیں
ہر لغو گناہ ہی، نرا کھیل نہیں
اسکے بھی ہیں احکام اسے بھی سیکھو
استنجا بائیں ہاتھ کا کھیل نہیں

ای نوم بچھونے والو جاگو جاگو
بیدار نہ ہونے والو جاگو جاگو
سُن لو وہ پکارتا ہی پہرے والا
جاگو ای سونے والو جاگو جاگو

ملنے کے سوا خیال کچھ اور نہ ہو
مرنے سے بُرا مآل کچھ اور نہ ہو
انجام مریضِ عشق کا یا اللہ
یا وصل ہو یا وصال کچھ اور نہ ہو

جو کچھ ہمیں دینا ہے وہ دو جو کچھ ہو — کچھ بھی ہمیں دینا نہیں تو جو کچھ ہو
یا ہم نہ ہوں یا غم نہ ہو یا کوئی نہ ہو — قسمت میں جو ہونا ہے نہ ہو جو کچھ ہو

خطروں سے بچو راستے سے ٹل کے چلو — تولے ہوئے آپ کو چلو تُل کے چلو
پنجہ ہے تو پانچ انگلیوں میں پھوٹ نہ ہو — چلتے ہو تو بھائیوں سے مِل جُل کے چلو

ظاہر کی نمود گو کسی طور سے ہو — باطن کی طرف ذرا نظر غور سے ہو
ہوتی ہوں زبان کی کسی سے باتیں — تو دل کی لگی ہوئی کسی اور سے ہو

داڑھی پہ تیز کیوں چھری ہے پیارو — مونچھوں میں کیا بہادری ہے پیارو
مومن ہو کر بنو نہ کافر صورت — اسلام کی وضع کیا بُری ہے پیارو

یکدل جو رہینگے حامیانِ اُردو — دن دونی ہوگی اور شانِ اُردو
کیا خوف ہے اسکو لشکرِ اعدا کا — اُردوے معلّٰی ہے زبان اُردو

اللہ کو کس جگہ نہیں پاتے ہو — غائب کیوں غیب داں کو ٹھہراتے ہو
گردن تو جھکاؤ دیکھو تو جی میں شہ رگ — شہ رگ میں تو دیکھو دور کیوں جاتے ہو

✣

ہو قابلِ دید جو مصفّا دل ہو — آئینے کا آئینہ ہو، دل کا دل ہو
ہر سینے میں اک نہیں ہیں دو دو پہلو — پہلو میں ہو دل تو درد والا دل ہو

✣

بندہ نہیں، جسکا نہیں شیوہ توبہ — جب تک جیے، کرتا رہے بندہ توبہ
توبہ کرو دل سے اور مقبول نہ ہو — توبہ کرو، توبہ کرو، توبہ، توبہ

✣

زندہ ہی، جو ہو جائے ہلاکِ طیبہ — مر کر بھی نہ چھوٹے خاکِ پاکِ طیبہ
ہی قادرِ مطلق! تجھے سب کچھ قدرت — ہو جائے یہ خاکسار خاکِ طیبہ

✣

لوٹی ہیں ان آنکھوں نے بہارِ روضہ — دیکھی ہیں تجلیاں نثارِ روضہ
نظروں میں سماتی نہیں جنت کی بہار — ہیں نقشِ نظر نقش و نگارِ روضہ

✣

ابنائے زماں کو مجھسے نفرت اتنی — ہولے کی محبت سے عداوت اتنی
کیوں اس قدر ایک بوترابی سے غبار — مٹھی بھر خاک سے کدورت اتنی

صورت جو تصور نے بنا رکھی ہے — اک صفحۂ دل پر وہ جما رکھی ہے
تصویر وہ صورت ہے تو دل آئینہ — آئینے میں تصویر لگا رکھی ہے

ہیں حاضرِ بارگاہ اگلے پچھلے — اعمال کے سب گواہ اگلے پچھلے
محشر میں ہے پرسش کا پس و پیش مجھے — تو بخشدے سب گناہ اگلے پچھلے

ساقی اترے بادہ خوار بھوکے پیاسے — دل بھر کے ہیں روزہ دار بھوکے پیاسے
ہو اتنا کرم کہ تیرے نُقل و مے پر — کھائے ہوئے ہیں ادھار بھوکے پیاسے

جا اے شبِ انتظار میرے گھر سے — چل دور ہو نابکار میرے گھر سے
چلنے لگی اب صبحِ ولادت کی نسیم — ٹھنڈے ٹھنڈے سدھار میرے گھر سے

غیبت نہ کرو، گھنا ونا ہی یہ گناہ — کرتے ہو غیبت نامۂ اعمال سیاہ
کچھ کام اگر نہیں تو چپ بیٹھے رہو — تسبیح اگر پڑھو تو سُبحان اللہ

سرمایۂ نازِ خواجگانِ ذی جاہ — قیّوم زماں مجددِ حق آگاہ
مرشد مرشد کے مرشدوں کے مرشد — فانی فی اللہ خواجہ باقی باللہ

سم ہی مرضِ گناہ کا شمّہ بھی — نسخہ ہی عجیب، توبہ کا نسخہ بھی
سو بار جو شامت سے گنہ سرزد ہو — اک بار ندامت سے کرو توبہ بھی

بچپن میں نگہبان بنو عترت کے — ہوتے ہیں بُرے طور بُری عادت کے
پڑ جائے نہ جھوٹ بولنے کا چسکا — چکھ چکھ کے مزے گناہِ بے لذت کے

کتنے ہیں غنی مگر نہ گئے حج کتنے — لکھ پڑھ کے ہوئے ہیں جج و سب جج کتنے
خالق نے جنھیں ہاتھ دیے پاؤں دیے — اون میں تو گنو کہ ہیں اپاہج کتنے

اگلے تھے اکابر بڑی عزّت والے ‏ پچھلے ہیں کہ ہیں ذلّت و نکبت والے
پامال ہوئی جاتی ہے چھوٹی امّت ‏ فریاد ہے تجھ سے بڑی امّت والے

جرّاح! اگر تجھ کو دوا آتی ہے ‏ میرے لیے وہ بھی اک بلا آتی ہے
للہ مرے سینے کے روزن کو نہ چھیڑ ‏ روزن سے مدینے کی ہوا آتی ہے

غافل! تجھے غفلت کی ہوا آتی ہے ‏ یا پردۂ غفلت میں قضا آتی ہے
سنتے چلے آئے ہیں بزرگوں سے یہی ‏ کہکر نہیں آتی جو بلا آتی ہے

دیدارِ خدا ملا، خدائی پائی ‏ جو بات کسی نے بھی نہ پائی پائی
پہنچے ہوئے پہنچے نہ جہاں تک مولے ‏ حقّا کہ وہاں تم نے رسائی پائی

محبوبِ خدا ہیں آنِ محبوبی ہے ‏ محبوب خدا کا جانِ محبوبی ہے
محبوب کی ہر ادا ہے محبوبِ خدا ‏ محبوبِ خدا کی شانِ محبوبی ہے

سب جلوے ہیں اللہ کے پیارے تیرے — انوار ہیں سب صدقے اوتارے تیرے
آفاق میں روشنی ہی تیری دن رات — سورج تیرا ہی، چاند تارے تیرے

+

اک عشق کے دو مزے ہیں، دونوں پیارے — دونوں ہیں کیسے نہ رکے، کس کو روکے
ہیں دیدۂ تر میں تر ہی اشک بھرے — دونوں میٹھے ہیں میرے دونوں میٹھے

+

ایذا ہونے سے آنکھ میلی نہ کرے — روئے رونے سے آنکھ میلی نہ کرے
سمجھے کہ یوں ہیں بڑا ہی رونا دھونا — رونے دھونے سے آنکھ میلی نہ کرے

+

آوارہ پھری خانہ بدوشی میری — رسوا ہوئی مفت خود فروشی میری
کچھ کہنے کو آمادہ ہیں دل کے نالے — تو کیا کہتی ہے اے خموشی میری

+

مرقد میں بھی دل کی بیقراری نہ گئی — آنکھیں ہوئیں بند، اشکباری نہ گئی
ہم خاک ہوئے، خاک کی مٹی ہی خراب — مٹ کر بھی ہماری خاکساری نہ گئی

+

دیوانہ جو اونکا ہی وہ فرزانہ ہی — فرزانہ جو ہی، عقل سے بیگانہ ہی
دیکھو تو سمجھ، سنو تو دیوانے کی — جو عقل کا پُتلا ہی وہ دیوانہ ہی

بیکس غمِ طیبہ میں پڑا روتا ہی — کھاتا ہی نہ پیتا ہی نہ کچھ سوتا ہی
توبہ، شبِ تاریکِ جدائی توبہ — سایہ بھی تو ساتھ سے جدا ہوتا ہی

اللہ کا گھر ہی اور میرا دل ہی — گھر کا گھر ہی وہ اور دل کا دل ہی
وہ گھر جو بولتا ہی اللہ اللہ — اللہ اللہ وہ گھر ہی گھر یا دل ہی

جو ضبط کے صدمے تھے وہ سب ہم نے سہے — مُنھ سے نہ کہے، ادب سے خاموش رہے
کرتے نہیں وہ تو پوچھنے میں بھی کمی — کہنا ہی بہت کچھ ہمیں یہ کون کہے

وہ خواب میں آئیں آنکھ اگر سو جائے — دُکھ روز کے انتظار کا تو جائے
فردا ہو وہ، یا وعدہ فردا کی وفا — جو کل ہونا ہی آج ہی ہو جائے

اوس در کے رہے مانگنے والے خاصے — ٹکڑے جو ملے وہ تھے نوالے خاصے
پینے میں بھی بن پڑی تہیدستوں کی — چلّو کے بنا لیے پیالے خاصے

بڑھکر نہ کہیں بات لڑائی ہو جائے — بھائی کا نہ دشمن کہیں بھائی ہو جائے
ہے بات پرائی تو پرائی آخر — اپنی کہو منھ سے تو پرائی ہو جائے

وہ پند ہے نرم جو کڑی ہوتی ہے — شیریں سخنی میٹھی چھری ہوتی ہے
سچّی کہو منھ سے تو لگے کڑوی زہر — اچھی کہو بات تو بُری ہوتی ہے

اشکِ گلگوں پلک کے کب سر نہ چڑھے — گر گر گئے جب کسی نظر پر نہ چڑھے
سرکار میں بھی نہ آئے قسمت سے پسند — یہ پھول کھلے مگر میسر نہ چڑھے

جو مرد خلیق ہے کھرا رہتا ہے — بد خو ہے تو غصّے میں بھرا رہتا ہے
آتی نہیں بو کبھی خوش اخلاقی کی — غصّہ ہے کہ ناک پر دھرا رہتا ہے

بدراہ بہت پیر کہن چلتا ہی — پیری میں جوانوں کے چلن چلتا ہی
قابو جو چلے تو کیا نہ کچھ کر گزرے — ٹٹو نہیں چلتا ہی جو من چلتا ہی

پیدا و نہاں سبے آشکارا تو ہی — جو جلوہ نما ہی پیدا، وہی جلوہ تو ہی
کسکا جلوہ ہی اور کیسا پردہ — جن پردے میں تو ہی وہی پردہ تو ہی

یہ شمس ہی کسکا، یہ قمر کسکا ہی — یہ جلوہ جو ہی ادھر اودھر کسکا ہی
آئینے کو ناز ہی کچھ اپنے گھر پر — آئینے میں تو دیکھیے گھر کسکا ہی

صافی ہوں، صفا ہی خاندانی میری — دنیا میں عیاں ہی خوش زبانی میری
شمشیر برہنہ ہوں، زباں آور ہوں — حافظ ہی اصل اصفہانی میری

کیوں روز وہ دن نہ یاد ہمکو آئے — جب گھر سے اوٹھے مدینے تک ہو آئے
پھر ہم ہوں، وہ آستانہ ہو، بوسے ہوں — قسمت سے کسی روز وہ دن تو آئے

گرمی میں بڑا مزہ ہے رکھیں روزہ — خشکی میں اوڑلے خوب ہوجیں روزہ
ہو شب کو تراویح تہجد سحری — دن بھر خالی ہو پیٹ مُنھ میں روزہ

ہے عیش اگر خلد و ارم کا صدقہ — ہے خلد و ارم تیرے کرم کا صدقہ
آدم کا قدم ہو وہ کہ عیسٰے کا ہو دم — سب کچھ ہے ترے ہی دم قدم کا صدقہ

سب ڈھونڈھ رہے ہیں روزِ محشر سایہ — ملتا نہیں ذرّے کے برابر سایہ
رحمٰن کا سایہ فضلِ رحمٰن پہ ہے — فضلِ رحمٰن کا میرے سر پر سایہ

وہ جلوۂ حق تبارک اللہ اللہ — دل بول اوٹھا یکایک اللہ اللہ
ہر سانس نے دیکھا ہی آتے جاتے — رٹتے ہیں ہے دل سے لب تک اللہ اللہ

اک بات ہے جھوٹ بولنا شام و پگاہ — اوپر طرّہ یہ ہے کہ اللہ گواہ
اللہ سے بھی شرم نہیں آتی ہے — جھوٹے وعدے کے ساتھ اِن شاءَ اللہ

کچھ کھیل نہیں، ہنسی نہیں، دل کی لگی　　روئے بھی مگر بجھی نہیں دل کی لگی
چار آنسوؤں سے کہیں بجھی جاتی ہے　　ایسی کوئی دل لگی نہیں دل کی لگی

جتنے ہیں نبی، کب سے ہیں، تم ہو کب سے　　پایا شرفِ ختمِ نبوت رب سے
آخر نہ کسے اول کسے آخر کہیے　　تم سب سے ہو اول اور آخر سب سے

مخلوق ہے خوش کھڑی گلے ملتی ہے　　یہ رسم ہے عید کی، گلے ملتی ہے
احباب جو خوش ہو کے گلے ملتے ہیں　　پہلے اون سے خوشی گلے ملتی ہے

دوری کو حضوری سے ہے کوسوں دوری　　جو جسکو ملی، یہ قسمت اپنی اپنی
اک ہم کہ جلا کیے کسی بزم سے دور　　اک شمع کہ اوس بزم میں جل جل کے بجھی

ایذا سے فلک نے مجھے لذت ہی نہ دی　　لذت نہ ہو جس میں، وہ اذیت ہی نہ دی
ساتوں فلک ایک آہ کے بھی تو نہ تھے　　کیا کیجیے، ضبط نے اجازت ہی نہ دی

کچھ وہ ہیں کہ چل بسے غذا کھا کے جیے
کچھ وہ کہ ادویات اور گئے دوا کھا کے جیے

داغوں کا اگر وجود باقی نہ رہا
ای زندہ دل پھر آپ کیا کما کے جیے

ویرانی کا پیش خیمہ آبادی ہے
آبادی ابھی تک تھی ابھی وادی ہے

آبادی گھر کی پھرتی ہے خانہ بدوش
گھر میں آباد خانہ بربادی ہے

یہ ہاتھ ہیں زندگی سے دھونے کے لیے
یہ زندگی ہاتھوں سے ہے کھونے کے لیے

جینا ہے تو جینا ہے اجل کی خاطر
ہونا ہے تو ہونا ہے نہ ہونے کے لیے

جب ضعف قویٰ میں راہ پا جاتا ہے
نسیاں مزاج میں سما جاتا ہے

نسیاں کی ابتدا میں مرے بھول گئے سب
اک دودھ چھٹی کا یاد آ جاتا ہے

تھا ننگ حیات کا بدلنے کے لیے
ہے وقت وفات کا نہ ٹلنے کے لیے

اک دم ہی کہ چل رہا ہے الٹا سیدھا
باقی ہے یہ ایک پل نکلنے کے لیے

ٹلتی نہیں، جو بلا ہی آنے والی
تدبیر نہیں کوئی بچانے والی
اوترےگی زمیں پر فلک سے چلکر
بالا بالا نہیں وہ جانے والی

سب آفتیں آچکیں، اجل باقی ہی
دم میں جب تک ہی دم، امل باقی ہی
کیا سوختہ بخت ہی ملنا سبب اُمید
رسّی سب جل گئی ہی بل باقی ہی

وہ پاس رہے، ہم اُن سے مہجور رہے
غافل رہے غافل اور بھرپور رہے
اپنی رگِ گردن بھی ٹٹولی نہ کبھی
نزدیک وہ ہم سے، اُن سے ہم دور رہے

کچھ لوگ ہیں بسنے والے آبادی کے
کچھ وہ ہیں کہ دل بستہ رہے وادی کے
آزاد جو پابندیوں سے رہتے ہیں
پابند ہیں وہ بھی آخر آزادی کے

دنیا تری قدرت کی تماشائی ہی
چھائی ہوی سب پر تری یکتائی ہی
جلوہ ہی دوئی میں بھی تری وحدت کا
دو آنکھیں ہیں اور ایک بینائی ہی

جب ہاتھ سے ایام جوانی کے چلے
افسوس سے ہاتھ ہم نے رہ رہ کے ملے
افسوس کہ اب منھ میں کوئی دانت نہیں
اونگلی کیونکر دبائیں دانتوں کے تلے

لاہور میں ہی انجمنِ نعمانی
پکے سنی ہیں انجمن کے بانی
لاحولِ شریف کا وظیفہ ہی یہاں
آنے کا نہیں وسوسہ شیطانی

داغوں کی بدن پر مرے گلکاری ہی
داغوں کی سدا بہار پھلواری ہی
داغوں کی بہار سے مری جلد بدن
پھولام ہی، گلبدن ہی، پھلکاری ہی

دنیا ہی پری بنکے نکلتی پھرتی
ہر دن ہی نیا جامہ بدلتی پھرتی
سایہ بھی نہ آئے یہ بلا میری طرف
سنتا ہوں کہ یہ چھانوں ہی چلتی پھرتی

کرتے ہیں مزے فراخ دستی والے
جینے سے ہیں تنگ تھوڑی ہستی والے
پامال ہوئے ہیں گردشِ دوراں سے
تکتے ہیں پڑے فلک کو پستی والے

مجھ پر تو جنوں میں جو پڑی سہنی تھی — زنجیر کو افتاد بڑی سہنی تھی
لوہے سے بھی تھے سخت ترے پاے جنوں — زنجیر کی قسمت میں کڑی سہنی تھی

ہے شور کہ حافظِ حقیر آیا ہے — گرتا پڑتا ضعیف و پیر آیا ہے
نوبت کی صدا یہ ہے درِ دولت پر — دربار میں شاہ کے فقیر آیا ہے

دولت ہے گدائے درِ امجد کے لیے — اس در کے گدا دولتِ سرمد کے لیے
محفوظ ہے دم نذرِ خدا کرنے کو — مخصوص ہے دل نیازِ احمد کو

بر وفات اخوی قاضی عزیز الدین صاحب عزیز

باقی نہ رہا عزیز بھی یا باقی — استاد کا نشین یہی تھا باقی
اب حضرتِ ممتاز کے شاگردوں میں — ہے حافظِ بیکس تنِ تنہا باقی

تقدیر میں عیش اور غم رکھا ہے — تقدیر نے عیش غم سے کم رکھا ہے
غم کھا کھا گزارے ہیں پینسٹھ سال — پینسٹھویں سال میں قدم رکھا ہے

کیوں غافلو اشرعِ عقل کیوں گُم کی ہے / اُردو کسی ایک کی نہیں کُل کی ہے
یہ ہندوؤں کی ہے نہ مسلمانوں کی / اک اہلِ وطن زبان یہ مُلکی ہے

گلزار کی بہار اور ہی لائی ہے / غفلت متوالوں پہ نئی چھائی ہے
آتی ہے گلوں سے عجب نئی خوشبو / خوشبو سے گلوں کی مست نیند آئی ہے

غفلت کی ہے دلادل رہی ہماری / کرتے ہو پڑے جاگنے کی تیاری
تم دیکھتے ہو خواب ہی بیداری کے / آنکھوں سے بھی دیکھی ہے کبھی بیداری

چندے کا اگر سلسلہ پیدا ہو جائے / ہر مقصدِ انجمن کا پورا ہو جائے
ذرّہ ذرّہ بہم ہو تو صحرا ہو / قطرہ قطرہ جُڑے تو دریا ہو جائے

ہم پر یہ فضلِ بار آتا ہو جائے / کچھ سیرِ کتب کا شوق پیدا ہو جائے
تنگ آگئے ہیں کرایہ دیتے دیتے / اک دارِ مطالعہ تو اپنا ہو جائے

بندوں کا نبی تو ہی نبوت تیری — نبیوں میں وجیہ تو وجاہت تیری
خاکی و فلکی سب ہیں ترے سایہ میں — افلاک سے خاک تک ہے رحمت تیری

کیا موت کے پنجے میں ہیں سٹھیائے ہوئے — کیا سیر ہیں جینے سے ہوا کھائے ہوئے
اس عشرۂ قتالہ میں ہم بھی حافظ — ہے آج چھٹا برس کہ ہیں آئے ہوئے

صحت نامہ بیاض لغت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱	ہر اور کان	ہر کان	۱۵۵	۱	مسکراہت	مسکراہٹ
۱۷	۱	نہ چار	ناچار	۱۵۷	۱۴	تب	بت
۵۴	۷	نقش جب	نقشِ حُب	〃	〃	فدائی	خدائی
۶۷	۴	ردیف (ر)	ردیف (ز)	۱۵۹	۲	چیثم	چشم
۹۱	۹	علی ولاے	علیؑ دولاے	〃	۷	بیاض	بیاضِ
۱۰	۵	تھی ن	تھی ہاں	〃	۸	لیے	لیے
〃	۱۵	گھرے	گھر سے	۱۶۵	۶	کچھ نہ ملتا	کچھ تو ملتا
۱۲	۷	راحت ہو	راحت	۱۶۷	۱۰	چبھا	چھُپا
۱۲	۱۳	غرب	غریب	۱۶۹	۵	گاتی ہے	لگاتی ہے
۱۲	۷	گل پرہنی	گل پیرہنی	۱۸۴	۱۱	نہ میرا	نہ میسر
۱۳	۱۵	تیرے	ترے	۱۹۱	۳	نہ ڈر	نہ ڈرے
۱۳	۷	رگ	آگ	〃	۴	نہ کہا	یہ کہا
۱۳	۴	مرلے ہیں	مرتے ہیں	۱۹۵	۵	اِزدُھا	اِژدُھا
۱۴	۴	کیا کہوں	کہوں کیا	〃	۱۰	گستانی	گستاخی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	
۱۹۶	۱	کرسکتا	کرسکتا	(نوٹ) پانچ رباعیاں ردیف (ہ) کی ردیف (ی) کے سلسلہ میں درج ہوگئی ہیں۔
۱۹۷	۱۱	ہوتنے ہیں	ہوتے ہیں	
۱۹۸	۸	ہاپوڑی	ہاپوری	
۲۰۰	۱	گزاشتن	گذاشتن	
″	۲	بہارِ	بہار	
۲۱۲	۵	ازبرسر	ابر برسر	
۲۲۶	۳	ترا	تیرا	(صفحہ رباعیات)
۲۲۷	۱	سرپہ	سرپہ	
″	۹	تنگ	ترنگ	
۲۲۸	۲	حاصل	لاحاصل	
۲۲۹	۶	ڈبڈبانی	ڈبڈبائی	
۲۳۰	۴	ددوسری	جودوسری	
۲۴۴	۷	بزم	بزم	
۲۴۴	۱۰	اللہ سے	اللہ سے	
۲۴۶	۷و۸	نسیاں	نسیان	
۷	۱۰	پل	بل	